https://ataunnabi.blogspot.com/

الاستدلال الصحیح
فی
حیاۃ المسیح

(سن تصنیف: 1343ھ بمطابق 1924ء)

تصنیف لطیف

قاطع فتنہ قادیان
جناب بابو پیر بخش لاہوری
(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قاطعِ فتنۂ قادیان

جناب بابو پیر بخش لاہوری

(بانی انجمن تائید الاسلام، ساکن بھاٹی دروازہ، مکان ذیلدار، لاہور)

○ حالاتِ زندگی

○ ردِّ قادیانیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جناب بابو پیر بخش لاہوری

جناب بابو پیر بخش کا شمار اہلسنت و جماعت کی ان علمی شخصیات میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے تحریر و تقریر کے ذریعے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کیا۔ محترم بابو پیر بخش بھاٹی دروازہ ،لاہور کے رہنے والے تھے۔ موصوف علام نے ذریعہ معاش کے لئے محکمہ ڈاک کی ملازمت اختیار کی۔

فروری ۱۹۱۲ء میں انہیں اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملی اور پنشن پر آ گئے۔ ملازمت سے فراغت کے بعد انہوں نے غلام احمد قادیانی کی کتب کا مطالعہ کیا اور اس فتنہ سے آگاہ ہوئے۔ آخر کار اس فتنہ کی سرکوبی کی ٹھان لی اور اسی سال رد قادیانیت پر کتاب ''معیار عقائد قادیانی'' تحریر فرمائی۔

معیار عقائد قادیانی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''امابعد احقر العباد بابو پیر بخش پوسٹماسٹر حال گورنمنٹ پنشنر ساکن لاہور، بھاٹی دروازہ۔ برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مجھ کو بہت مدت سے مرزا صاحب کی صفات سن کر اشتیاق تھا کہ ان کی تصنیفات کا مطالعہ کروں اور ممکن فائدہ اٹھاؤں۔ مگر چونکہ یہ کام فرصت کا تھا۔ اور مجھ کو ملازمت کی پابندی تھی۔ اور میرا محکمہ ڈاک بھی ایسا تھا کہ مجھ کو فرائض منصبی سے بہت کم فرصت ہوتی تھی جو کہ ضروریات انسانی میں بھی مکتفی نہ تھی۔ اسی واسطے میں اپنے شوق کو پورا نہ کر سکا۔ مگر اب مجھ کو بفضل خدا تعالیٰ بہ تقریب پنشن ماہ فروری ۱۹۱۲ء سے فرصت تھی۔ میں نے مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی اور ان کی کتابیں فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام، حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ پڑھیں۔ قریباً تمام کو دعویٰ مسیح موعود اور آسمانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نشانات سے مملو پایا۔"

معیار عقائد قادیانی کی تصنیف کے بعد محترم بابو پیر بخش نے اس بے دین گروہ کے ہر چیلنج اور ہر اشتہار کا جواب تحریر فرمایا اور قلیل عرصہ میں غلام احمد قادیانی کے ہر ہر دعوے کے رد پر مستقل کتب تحریر فرما دیں۔ جناب بابو پیر بخش مرحوم کی جملہ تصانیف نہایت سلیس اور مدلل ہیں۔ اب تک ادارہ تحفظ عقائد اسلام کو مصنف علام کی نو (۹) کتابیں حاصل ہو چکی ہیں جن کی سنین کے اعتبار سے ترتیب اس طرح ہے:

۱......	معیار عقائد قادیانی	۱۳۳۱ھ	۱۹۱۲ء
۲......	بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی	۱۳۳۷ھ	۱۹۱۸ء
۳......	کرشن قادیانی	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء
۴......	مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۵......	تحقیق صحیح فی تردید قبر مسیح	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
۶......	الاستدلال الصحیح فی حیاۃ المسیح	۱۳۴۳ھ	۱۹۲۴ء
۷......	تردید نبوت قادیانی	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۸......	حافظ الایمان (فارسی)	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
۹......	مجدد وقت کون ہو سکتا ہے؟	......	......

تحریر و تصنیف کے علاوہ جناب بابو پیر بخش تقریر کے میدان میں بھی ایک خاص مقام کے حامل تھے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہونے والے "جلسہ اسلامیان قادیان" کی روداد بیان کرتے ہوئے محرر لکھتے ہیں:

"جناب بابو صاحب موصوف نے اپنی ۱۶ صفحات کی نہایت مدلل اور دلچسپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطبوعہ تقریر ''اثبات حیات مسیح'' مختصر مگر منکسرانہ تمہید کے بعد سنانی شروع کی۔ اس تقریر کی لطافت نے جلسہ میں ایک خاص شان پیدا کر دی۔ لفظ لفظ پر تحسین و آفرین کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔'' ''درحقیقت جس تحقیق سے ایک مدلل اور مکمل بحث بابو صاحب نے ''اثبات حیات مسیح'' پر کی ہے، یہ انہیں کا حصہ تھا۔ کسی نے خوب کہا ہے ''لکل فن رجال ولکل قول مقال'' بابو صاحب کی طبیعت میں مناظرہ کا خاص ملکہ ودیعت ہے۔''

جناب بابو پیر بخش نے ایک دینی ادارے انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی اور اس کے تحت ماہنامہ رسالہ بنام ''تائید الاسلام، لاہور'' جاری کیا۔ انجمن کے تحت فتنہ قادیان کی جانب سے جاری ہونے والے اشتہارات اور پمفلیٹ اور مضامین اور تقاریر کا رد کیا جاتا اور عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کیا جاتا۔ ماہنامہ رسالہ میں رد قادیانیت پر مضامین اور اقتباسات شائع کئے جاتے اور علماء اہلسنت کی رد قادیانیت پر مطبوعہ کتب سے بھی عوام و خواص کو مطلع کیا جاتا۔ انجمن تائید الاسلام کی ۱۹۱۷ء کی ایک اشاعت کے سرورق کے ارد گرد یہ اطلاع درج ہے:

''حجۃ اللہ البالغہ یعنی سیف چشتیائی مصنفہ علامہ زمان قطب دوران حضرت خواجہ سید مہر علی شاہ صاحب (زاد اللہ فیوضہم)۔ دنیا بھر کے علماء نے تسلیم کیا ہے کہ عالمانہ نظر میں مرزا قادیانی کا رد اس سے بہتر نہیں کیا گیا۔''

رسالہ تائید الاسلام ماہوار بابت ماہ نومبر ۱۹۲۰ء کے سرورق پر یہ اطلاع تحریر ہے:

''اطلاع: افادۃ الافہام مولفہ حضرت مولانا محمد انوار اللہ صاحب مرحوم (صدر الصدور، حیدرآباد، دکن) تردید مرزا میں یہ دو جلدوں کی ضخیم بے نظیر کتاب جو بڑی جستجو سے تین (۳) نسخے بہم پہنچائے گئے ہیں۔ علماء فوراً منگالیں۔''

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب مصنف موصوف نے بعض مصلحتوں کے تحت رسالہ تائید الاسلام بند کر دیا تو حضرت علامہ قاضی فضل احمد لدھیانوی (مصنف کلمہ فضل رحمانی بدفع کید قادیانی) نے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار ''انقلاب زفاف حاضرہ'' میں ان الفاظ میں فرمایا:

''ہمارے محترم دوست مولوی بابو پیر بخش صاحب نے رسالہ تائید الاسلام لاہور کو بند کر دیا اور نہایت اہم دینی کام کو چھوڑ دیا۔'' (مطبوعہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور، ماہ جنوری ۱۹۲۸ء)

ادارہ اپنی اس چودھویں جلد میں جناب بابو پیر بخش مرحوم کی تین کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور مزید کتب پندرہویں اور سولہویں جلد میں انشاء اللہ طبع کی جائیں گی۔ مذکورہ بالا رسائل اور کتب کے علاوہ منصف موصوف کے ردقادیانیت پر مزید اور پانچ کتب و رسائل کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ جن میں بعض کو حضرت علامہ حافظ عبد الستاری سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور) نے اپنی مشہور تصنیف ''مرآۃ التصانیف'' میں ذکر فرمایا ہے۔

۱...... **لامهدی الا عیسیٰ۔**

۲...... اسلام کی فتح اور مرزائیت کی تازہ ترین شکست۔

۳...... تفریق درمیان اولیاء امت اور کاذب مدعیان نبوت و رسالت

۴...... ایک جھوٹی پیشین گوئی پر مرزائیوں کا شور وغل۔

۵...... **حافظ الایمان** (عربی)

جناب بابو پیر بخش مرحوم کے مفصل حالات ادارے کو دستیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ اگر کسی کے پاس موصوف علام کے تفصیلی حالات زندگی اور مذکورہ بالا پانچ رسائل موجود ہوں تو ادارے کو ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

برادرانِ اسلام !

چونکہ مرزا صاحب کے دعاوی کی بنیاد ''وفاتِ مسیح'' پر ہے اس واسطے انھوں نے ابتدائی بحث ''وفاتِ مسیح'' پر رکھی ہوئی ہے اور لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے اور مخالفین کے صدق و کذب کو آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ در حقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعویٰ جھوٹے اور دلائل ہیچ اور اگر وہ در حقیقت قرآن کے روسے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں''۔ (دیکھو حاشیہ مندرجہ ص ۱۱۴ تحفہ گولڑویہ مصنفہ مرزا صاحب)

اسی واسطے مرزائی صاحبان ''وفاتِ مسیح'' قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مسلمان انکے مقابل ''حیاتِ مسیح'' ثابت کرتے ہیں۔

اگر مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کریں تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا تسلیم کرنا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی اور رسول اللہ ﷺ جس کو روح اللہ بھی کہتے ہیں اور جو مجھ سے پہلے گذرا ہے وہ آنیوالا ہے۔ اگر کوئی بد بخت یہ مان لے کہ مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ قادیان پنجاب کا رہنے والا سچا مسیح موعود ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہونگے کہ حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ نے سچی خبر نہ دی اور وہ مخبر صادق نہ تھے اور نہ ان کی وحی کامل تھی اور نہ ان کا علم سچا تھا کہ آنا تھا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کو اور حضور ﷺ نے امت کو غلط خبر دی کہ آنے والا عیسیٰ بن مریم نبی ناصری ہے۔ پھر آنے والا قادیان میں آنا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دمشق میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نازل ہوگا۔ پھر اس نے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان سے نازل ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول فوت ہونگے اور میرے مقبرہ میں مدفون ہونگے، مرزا صاحب کہتے ہیں نہیں، وہ تو فوت ہو چکے اور کشمیر میں جا دفن ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "دجال مقام لُدّ جو بیت المقدس میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقتول ہوگا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں دجال مقام لدھیانہ میں قتل ہوگا اور قتل تلوار سے نہیں قلم سے قتل ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ ہر ایک بات میں رسول اللہ ﷺ سے مرزا صاحب نے مخالفت کی ہے۔

مگر مرزا صاحب کی دینداری دیکھئے کہ حدیثوں کی تصحیح اپنے الہام سے کرتے ہیں یعنی جو حدیث مرزا صاحب کے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردّی ہے۔ حالانکہ جمیع علماء و محدثین کا اتفاق ہے کہ امتی کا الہام وحی کا مرتبہ نہیں رکھتا، کیونکہ وحی خاصہ ہے انبیاء علیہم السلام کا، اور امتی کا الہام ظنی ہے یقینی نہیں ہوتا۔ اور مسلمانوں کو تجربہ ہو چکا ہے اور مرزا صاحب کے الہامات موجود ہیں کہ انکے مضامین پُر از شرک اور غرور نفس پر مبنی ہیں۔ دیکھو: "انت منی بمنزلة بروزی" (مرزا تو ہمارا بروز یعنی ظہور ہے)۔ (تجلیات الہیہ ص ۶۳) "انت منی بمنزلة ولدی" (مرزا تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے)۔ (حقیقۃ الوحی ص ۸۲)

یہ الہام اس خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتے جو قرآن اور محمد ﷺ کا خدا ہے۔ جس نے قرآن شریف میں: ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ فرمایا ہو۔ اور مرزا صاحب تو وہی ہیں جو براہین احمدیہ میں مسیح کا دوبارہ آنا تسلیم کر چکے ہیں۔ دیکھو: "براہین احمدیہ، مصنفہ مرزا صاحب" اصل عبارت یہ ہے کہ: "اور جب حضرت مسیح اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و قطار میں پھیل جائیگا"۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۸)

پھر اسی کتاب کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۵۰۵ نمبر ۳ میں لکھتے ہیں: "وہ زمانہ بھی آنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریںگے"......(الخ)۔

مرزائی صاحبان جواب دیں۔ بہر حال وہی الہام خدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی کے موافق ہے۔

اب دو الہام ہیں: **ایک الہام** قرآن شریف اور انجیل اور اجماع امت کے موافق ہے۔ اور **دوسرا الہام** انجیل و قرآن شریف اور اجماع امت کے برخلاف ہے۔ پس جو مسلمان ہے اور جس کا دعویٰ ہے کہ وہ مومن **کُتُب اللہ** اور **رُسُل اللہ** ہے۔ اور جو حضرت خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اور ختم نبوت کا منکر نہیں وہ تو ہرگز ہرگز آسمانی کتابوں اور اجماع امت کے برخلاف یقین نہیں کرسکتا کہ مرزا غلام احمد کا الہام خدا کی طرف سے ہے اور مسیح فوت ہو چکا ہے، وہ نہیں آسکتا اور انکے رنگ میں مرزا غلام احمد آگیا۔ کیونکہ اگر کوئی بد بخت یہ مان لے تو ذیل کے باطل عقائد اسکو تسلیم کرنے پڑینگے:

اوّل: ختم نبوت کا منکر ضرور ہوگا جو کہ باجماع امت کفر ہے۔

دوم: مرزا صاحب کو نبی و رسول بھی یقین کرتا ہوگا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی و رسول تھے۔ جب غیر عیسیٰ کوئی آئیگا تو جدید نبی بعد از حضرت خاتم النبیین ﷺ آئیگا اور یہ کفر ہے۔

سوم: مرزا غلام احمد کو خاتم الانبیاء ماننا پڑیگا، کیونکہ اس صورت میں آخر الانبیاء وہی ہونگے۔

چہارم: امت محمدیہ آخر الامم نہ رہے گی، کیونکہ پھر جدید نبی کی امت آخرین امم ہوگی۔

پنجم: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اکمل البشر و افضل الرسل نہ رہیں گے، کیونکہ پھر محل نبوت کی تکمیل مرزا صاحب سے ہوگی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ششم: قرآن شریف آخر الکتاب نہ رہے گا، کیونکہ آخر الکتاب مرزا غلام احمد کی وحی ہوگی جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: شعر

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم — از خطایا ہمیں ست ایمانم

ہفتم: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ناقص نبی ثابت ہوں گے، کیونکہ کامل کے بعد ناقص نہیں آتا۔ ناقص کے بعد کامل اس لئے آتا ہے کہ اسکے نقائص کی تکمیل کرے۔

ہشتم: دین اسلام ناقص ثابت ہوتا ہے، کیونکہ جب نبی آتا ہے تو ضرورت ثابت ہوتی ہے اور ضرورت تب ہی ہوتی ہے کہ سابقہ دین ناقص ہوتا ہے۔

نہم: وفات مسیح تسلیم کرنے سے کفر لازم آتا ہے، کیونکہ نص قرآنی ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ سے ثابت ہے اصالۃً نزول اشراط الساعۃ سے ایک شرط ہے۔ جب علامتِ قیامت سے انکار ہوگا تو اصل قیامت سے بھی انکار ہوگا، کیونکہ جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہوتا ہے اور قیامت کا منکر کافر ہے۔

دہم: اگر نزول مسیح بروزی رنگ میں درست تسلیم کرلیں تو جتنے کاذب مسیح گذرے ہیں سب سچے تسلیم کرنے پڑینگے، کیونکہ وہ بھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

کیسا بدبخت اور گمراہ کن بے ادب گستاخ دشمن جناب رسالت مآب ﷺ ہے وہ شخص کہ حضور علیہ السلام کو جھٹلائے اور تمام افراد امت سے الگ ہو کر یہ اعتقاد بنا لے کہ حضرت سرور کائنات خلاصہ موجودات ﷺ کو (نعوذ باللہ) قرآن شریف سمجھ میں نہیں آیا تھا اور آپکا ذہن ایسا ناقص تھا کہ وفات مسیح ۳۰ دفعہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں فرمائی اور وہ نہ سمجھے اور ہر ایک حدیث میں جو کہ ستر کے قریب ہیں، سب میں عیسیٰ ابن مریم ہی فرماتے رہے۔ ایک جگہ بھی بروز مثیل کا لفظ نہ فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے بھی ۱۳ سو برس تک امت محمد ﷺ کو گمراہ رکھا کہ بروزی نزول نہ بتایا، حالانکہ سلسلہ نزول وحی جاری تھا۔ اور خدا کا وعدہ بھی تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ قرآن کا سمجھانا ہمارا کام ہے۔ مگر خدا نے اپنا وعدہ پورا نہ فرمایا اور آنحضرت ﷺ کو نہ سمجھایا بلکہ مرزا صاحب کو بھی "براہین احمدیہ" کے لکھنے کے وقت تک وفات مسیح کا معتقد رکھا اور بقول مرزا صاحب مشرک رکھا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے: شعر

سر بسر قول ترا اے بت خود کام غلط　　دن غلط رات غلط صبح غلط شام غلط

مرزا صاحب قادیانی کا تمام کارخانہ غلط ہے۔ مسلمان ٹھوکر سے بچیں اور صراط مستقیم پر قائم رہیں۔

اب ذیل میں مولوی محمد بشیر صاحب کے وہ زبردست دلائل درج کرتا ہوں جو انہوں نے مباحثہ دہلی میں پیش کئے اور مرزا صاحب سے کوئی انکا جواب نہ بن آیا، اسلئے مرزا جی مباحثہ نامکمل چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مرزا صاحب نے بڑی بھاری غلطی یہ کی ہے کہ اپنے الہام کے مقابل انجیل وقرآن شریف اور احادیث نبوی واجماع امت کو بے اعتبار بتایا ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھدیا ہے کہ جو حدیث میرے الہام کے مطابق نہ ہو وہ ردّی ہے۔ حالانکہ ہر اسلامی فرقہ کا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک الہام قرآن شریف کے پیش کرنا چاہئے۔ اگر وہ اسکے مطابق ہے تو اس پر عمل کرنا چاہئے ورنہ وسوسۂ شیطانی سمجھ کر ردّ کر دینا چاہئے۔ مگر مرزا صاحب الٹا قرآن شریف اور احادیث نبوی کو ردّ کرتے ہیں۔ قرآن شریف نے صاف فرمادیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اب ظاہر ہے کہ رفع اسی کا ہوا جس کو قتل سے بچایا اور قتل سے جسم بچالیا گیا۔ کیونکہ روح کو نہ تو کوئی صلیب دے سکتا ہے اور نہ قتل کر سکتا ہے۔ پس جس جسم کا رفع ہوا اسی کو قتل سے بچایا گیا اور جب ایک شخص قتل نہیں ہوا تو زندہ اٹھنا اسکا اظہر من الشمس ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مرزا صاحب اور انکے مرید مسلمانوں کو ایک سخت دھوکا دیتے ہیں کہ ہم وفات مسیح اس واسطے ثابت کرتے ہیں تاکہ عیسائیوں کا خدا مارا جائے اور عیسویت کا کامل رد ہو۔ صرف وفات مسیح کا ہی ایک مسئلہ ہے جو عیسویت کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ مگر یہ انکا کہنا سراسر غلط ہے، کیونکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب مسلمانان قرونِ اولیٰ و تابعین و تبع تابعین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے تھے اور حیات مسیح کے قائل تھے تب تو لاکھوں اور کروڑوں عیسائی مسلمان ہوتے تھے اور جب سے مرزا صاحب نے یہودیانہ روش اختیار کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنی شروع کی اور انکی وفات ثابت کرنے لگے تو عیسائیوں نے مسلمان ہونا تو در کنار لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہو گئے۔ پس یہ سراسر غلط ہے کہ مرزائی وفاتِ مسیح، عیسویت کا ردّ کرنے کے واسطے ثابت کرتے ہیں۔ اگر عیسائیوں کا ردّ مقصود ہوتا تو نزول سے بھی انکار کرتے کیونکہ یہ خصوصیت مسیح کو کیوں حاصل ہو۔

اصل مقصد مرزا صاحب کا یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کا یہ اعتقاد رہا کہ مسیح زندہ ہے اور حسب ارشاد رسول کریم ﷺ وہ اصالتاً نازل ہوگا میں دوسرے مدعیان مسیحیت کی طرح ہرگز سچا مسیح نہیں ہوسکتا، اس واسطے مرزا صاحب نے تمام آسمانی کتابوں کے برخلاف اور اجماع کے برعکس یہ الہام تراشا کہ مسیح تو فوت ہوگیا ہے اور وعدے کے موافق مسیح کے رنگ میں ہو کر تو آیا ہے۔ دوسرا اس پر جھوٹ یہ بولا کہ قرآن شریف سے صریح طور پر مسیح کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔ تیسرا جھوٹ یہ تراشا کہ وعدہ کے موافق تو (یعنی مرزا) آیا ہے۔ یہ تینوں جھوٹ ایسے تھے کہ عمر بھر مرزا جی انہی کے ثابت کرنے میں لگے رہے، مگر وفات ثابت نہ ہوئی۔ صرف عقلی ڈھکوسلے لگاتے رہے کہ مسیح چونکہ مر چکا ہے اور مردے دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے اس لئے مسیح کے رنگ میں بروزی طور پر امت محمدی ﷺ میں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی شخص مسیح موعود بنایا جائے گا، مگر چونکہ یہ جاہلانہ منطق ہے، کیونکہ حدیثوں میں صاف لکھا کہ آنیوالا نبی اللہ اور رسول اللہ ہے اور حضرت خاتم النبیین کے بعد کوئی جدید نبی ہونہیں سکتا۔ اسلئے مرزا صاحب نے نبی و رسول ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور ''اخبار بدر'' مارچ ۱۹۰۸ء میں بلا کسی جھجک کے صاف لفظوں میں لکھدیا کہ ''میں خدا کے فضل سے نبی و رسول ہوں''۔ اور اسی سال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور ختم نبوت کے منکر ہونے کے باعث اپنے ہی فتویٰ سے کافر ہو کر امت محمدیہ ﷺ سے خارج ہوئے۔ اُنکے اصلی الفاظ یہ ہیں: ''مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا دعویٰ کروں''۔ (دیکھو حمامۃ البشریٰ، صفحہ ۷۹، مصنفہ مرزا صاحب)

افسوس! مرزا جی نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے مسیح موعود تو بن بیٹھے تھے مگر فرشتہ اجل نے اسی سال آدبوچا اور دنیا فانی سے کوچ کر کے اپنے بھائیوں سے جا ملے، یعنی مسیلمہ کذاب سے لیکر مرزا صاحب تک جس قدر کاذب مدعیان نبوت گذرے ہیں۔ مرزا جی کے بعد آپ کے مرید ایڑی چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح مرزا صاحب سچے مسیح ثابت ہوں، اسلئے ہر ایک شہر اور جلسہ میں وفات مسیح پر بحث کرتے ہیں اور کوئی دلیل شرعی پیش نہیں کر سکتے۔ غیر متعلق اور بے محل آیات قرآن کریم پیش کر کے نادم ہوتے ہیں اور آج تک کسی مسلمان کے مقابل جلسۂ مناظرہ میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب خود مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلہ پر شکست کھا کر بھاگے، یہ کتاب بھی اسی واسطے لکھی ہے تا کہ مسلمان مرزائیوں کی غلط بیانیوں میں آ کر گمراہ نہ ہوں کیونکہ یہ بالکل غلط اور دروغ بے فروغ ہے کہ وفات مسیح قرآن شریف سے ثابت ہے۔ **الحمد** سے **والناس** تک دیکھ جاؤ آپ کو ایک آیت بھی نہ ملے گی جسمیں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہو چکی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ جس قدر آیتیں مرزائی صاحبان پیش کرتے ہیں سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک انسان کے واسطے مرنا ضروری ہے، جس سے کسی انسان کو انکار نہیں۔ ایسے ہی مسیح کے ہمیشہ زندہ رہنے کو کوئی مسلمان تسلیم نہیں کرتا، ہر ایک کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور بموجب حدیث **"ثم یموت فیدفن معی فی قبری"** مدینہ منورہ میں دفن کیے جائیں گے۔ ساری بحث تو وفات قبل نزول میں ہے جو مرزا صاحب اور اسکے مرید قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے، بلکہ قرآن کریم کی ذیل کی آیات سے حیات مسیح ثابت ہے: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ ﴿وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ﴾ ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾** ثبوت حیات کا مفصل بیان کتاب ہذا میں آئیگا۔

لہذا مسیح باش از اعجاز لافیا میزان میان دعویٰ و حجت ہزار فرسنگ است۔ خاکسار پیر بخش (مولف کتاب ہذا)

حیات مسیح پر دلائل

(از مولوی محمد بشیر صاحب سہوانی)

دلیل اوّل: حیات مسیح علیہ السلام کے باب میں "سورۂ نساء" کی یہ آیت ہے: **﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾**

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "و نباشد ہیچکس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردنِ عیسیٰ علیہ السلام و روزِ قیامت باشد عیسیٰ علیہ السلام گواہ بر ایشاں"۔ فائدہ میں یہ لکھا ہے: مترجم "گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزولِ عیسٰی را البتہ ایمان آرند"۔

شاہ رفیع الدین نے ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اسکے پہلے موت اسکی کے۔ اور دن قیامت کے ہوگا گواہ اوپر ان کے"۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے: "اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سے سو اسپر یقین لائیں گے اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا انکا بتانے والا"۔ "فائدہ" میں یہ لکھا ہے: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو مارینگے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لائینگے کہ یہ مرے نہ تھے"۔

یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ "حیاتِ مسیح" پر ہے بیان اسکا یہ ہے کہ **موتہ** کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں: **ایک** یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ **دوسرا** یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے، کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کو خواہ خالص مستقبل کے لئے لیجئے، اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے سب نحویوں کا۔ اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا اور ماضی کے معنی میں لینا بالبداہت باطل ہے کیونکہ ایسا مضارع کہ جسکے اول میں "لام تاکید" اور آخر میں "نون تاکید" ہو بمعنی ماضی نہیں آتا ہے **ومن یدعی خلافہ فعلیہ البیان**۔ اور ایسا ہی **بہ** کی ضمیر کو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگرچہ اول ہی صحیح ہے، مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔ مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطلوب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔ دوسرے قول پر یعنی اگر ضمیر **مَوْتِہٖ** کی اہل کتاب کی طرف پھیری جائے تو بھی ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ بہٖ کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے؟ اگر آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہو تو یہ باطل ہے تین وجوہ سے:

اوّل: یہ کہ سب ضمیریں واحد کی، جو اسکے قبل و بعد میں آئی ہیں، بالاجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بہٖ کی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو "**فان النصوص تحمل علی ظواھرھا وصرف النصوص عن ظاھرھا بغیر صارف قطعی الحاد**" اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے **ومن یدعی فعلیہ البیان**۔

دوم: ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت ﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں وہ یہ ہیں **﴿یَسْئَلُکَ﴾**، **﴿اَنْ تُنَزِّلَ﴾**، **﴿اِلَیْکَ﴾**، **﴿مِنْ قَبْلِکَ﴾**. اگر یہ ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا "**لیؤمنن بک**" علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جائے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے اس لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں، وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں وہ یہ ہیں: "**فعفونا، اٰتینا، رفعنا، قلنا، اخذنا، حرمنا، اعتدنا، سنؤتیھم**".

دوم: اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا: "**لیؤمنن بی**" یا "**لیؤمنن بنا**" اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہے، **ومن یدعی فعلیہ البیان۔**

سوم: اس تقدیر پر اس آیت میں کچھ ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہ ہوگا، حالانکہ قبل و بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور اجنبی محض کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی فائدہ نہیں ہے، **ومن یدعی فعلیہ البیان۔** پس ثابت ہوا کہ بہ کی ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی، **موتہ** کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر **مَوتہ** بھی راجع ہو طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں۔ **ومن یدعی فعلیہ البیان۔** پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا، اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لازم آیا۔ یہ محذور اس سے ناشی ہوا کہ ضمیر **موتہ** کی کتابی کی طرف پھیری گئی۔ پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر **موتہ** کا طرف کتابی کے باطل ہے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر **موتہ** کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ **وھو المطلوب۔**

دوسری وجہ اس بات کی کہ **موتہ** کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے، یہ ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو **لَیُؤْمِنَنَّ** میں ہے کیا مراد ہے؟ آیا وہ ایمان جو نزہوق روح کے وقت ہوتا ہے اور جو شرعاً غیر معتد بہ وغیر نافع ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اسکے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے، اسلئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل زندگی روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتد بہ اور نافع ہے۔ مگر یہاں قرینہ صارفہ قطعیہ سے چند مقامات بطور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نظیر لکھے جاتے ہیں: ''سورۂ بقرہ ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾۔ ایضاً ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾۔ ایضاً ﴿لَایُؤْمِنُوْنَ﴾۔ ایضاً ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰہِ﴾ ﴿وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾۔ ایضاً ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾۔ ایضاً ﴿وَاِذَاقِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ﴾۔ ایضاً ﴿وَاِذَالَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا﴾۔ ایضاً ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْافَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ﴾۔ ایضاً ﴿وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ﴾۔ ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ﴾۔ ایضاً ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾۔ ایضاً ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا﴾۔ ایضاً ﴿اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾۔ ایضاً ﴿قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِہٖٓ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾۔ ایضاً ﴿وَلَوْاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا﴾۔ ایضاً ﴿لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْم بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ﴾۔ ایضاً ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾۔ ایضاً ﴿وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ﴾۔ ایضاً ﴿وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾۔ ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا﴾۔ ایضاً ﴿وَ لَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ﴾۔ ایضاً ﴿وَ لَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ﴾۔ ایضاً ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾۔ ایضاً ﴿مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ﴾۔ ایضاً ﴿اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾۔ ایضاً ﴿قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا﴾۔ ایضاً ﴿وَلَایُؤْمِنُ بِاللّٰہِ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا﴾۔ ایضاً ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾۔ ایضاً ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾۔ ایضاً ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾۔ پس ظاہر ایمان سے مراد وہ ایمان ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ **ومن یدعی فعلیه البیان.** علاوہ اسکے اس وقت لفظ "**قبل**" کو ظاہر معنی سے صرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لینا پڑے گا اور کوئی صارف قطعی یہاں موجود نہیں۔ **ومن یدعی فعلیه البیان.** اس وقت بجائے **قبل موته** کے **عند موته** یا **حین موته** یا **وقت موته** کہنا مقتضائے حال تھا۔ اس سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یا مراد **لیؤمنن** میں ایمان سے وہ ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یا یہ حکم عام ہے ہر کتابی کے لئے، تو حق تعالیٰ کے کلام میں کذب صریح لازم آتا ہے کیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہا ہزارہا اہل کتاب مرتے ہیں اور اپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی جو معتد بہ اور نافع ہے نہیں لاتے۔ **تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرا.** اور اگر کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب کے لئے یہ حکم ہے تو قید **قبل موته** کی لا طائل ہوتی ہے، یہ کلام تو بعینہ ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ آج میں نے اپنی موت سے پہلے نماز پڑھ لی۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے کھانا کھالیا۔ آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھ لیا۔ آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے۔ **تعالی اللہ عما یقوله الظالمون۔**
مرزا صاحب خود بھی اپنی کتاب "توضیح المرام" اور "ازالۃ الاوہام" کے چند مواضع میں ضمیر **موته** کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اسکی وجہ بیان کریں کہ "توضیح المرام" اور "ازالۃ الاوہام" میں کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری۔ اب بدلیل تحقیقی و الزامی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثابت ہو گیا کہ مرجع ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح علیہ السلام قطعاً ثابت ہوا۔ ''فتح البیان'' میں ہے کہ ''سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں''۔ ''فتح الباری'' میں ہے: ''ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو ترجیح دی ہے''۔ حدیث بخاری و مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اسکے خلاف جو روایت اُن سے ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ ''فتح الباری'' وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و عبد الرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا یہی قول ہے اور یہی حق ہے۔

مرزا صاحب کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے: **ایک** یہ کہ یہ آیت ذو الوجوہ ہے۔ چند احتمالات مفسرین نے اسکے معنی میں لکھے ہیں۔ پس یہ آیت کیسے قطعیۃ الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ **اسکا جواب** دیا گیا ہے کہ آیت کا ذو الوجوہ ہونا اور اسکے معنی میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیت نہیں ہے، کیونکہ ہم نے سب وجوہ و احتمالات مخالفہ کو دلیل الزامی و قطعی سے باطل کر دکھایا۔ دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ اثر ابن عباس و قرأت ابی بن کعب اس پر دال ہے کہ مرجع موتہ کا کتابی ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ **اسکا جواب** خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ اثر و قرأت مجروح ہیں احتجاج کے لائق نہیں ہیں چہ جائیکہ صارف قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابو حذیفہ ہے یہ ابو حذیفہ یا موسیٰ بن مسعود ہے یا یحیٰ بن ہانی بن عروہ کا شیخ ہے پہلا سیئ الحفظ ہے۔ دوسرا مجہول ہے اور اسی طریق میں عبد اللہ بن ابی نجیح یسار المکی ہے وہ مدلس ہے اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہیں ہے۔ دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے وہ ضعیف ہے۔ تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر و خصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کے خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد طیالسی ہے وہ کثیر الغلط ہے ہزار احادیث کی روایت میں اس نے خطا کی ہے۔ قرأت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب وتضعیف واقع ہیں۔ عبارات ان راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں، من شاء فلیراجع الیه۔

دلیل دوم: "سورۂ نساء" کی یہ آیت ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ شاہ ولی اللہ صاحب اسکے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "وبیقین نه کشته اند اورا بلکه برداشت اور خداتعالیٰ بسوئے خود وهست خدا غالب استوار کار"۔

شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں: "اور نہ مارا اسکو بیقین بلکہ اٹھالیا اسکو اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ غالب حکمت والا"۔

شاہ عبد القادر صاحب لکھتے ہیں: "اور اُسکو مارا نہیں بیشک بلکہ اُسکو اٹھالیا اللہ نے طرف اپنے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا"۔ فائدہ میں لکھتے ہیں: "فرمایا کہ اُسکو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے اسکی ایک صورت ان کو بنادی اس صورت کو سولی پر چڑھایا"۔ (انتہی ملخصا)

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع **رفعه** کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہے اور مراد مرجع سے قطعا روح مع الجسد ہے، کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ﴾ ﴿وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا﴾ سے بھی مراد قطعا روح مع الجسد ہے اور جسکے قتل کا یہود دعویٰ کرتے تھے اُسی کے قتل وصلب کی نفی اور رفع کا اثبات حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ **رفعه** سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفع کی ضمیر صرف روح کی طرف عائد کرنا یا مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا بل **رفع روحه** صرف نص کا ظاہر سے ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر متحقق ہے۔**ومن یدعی فعلیه البیان.** اور مؤید اسکی یہ بات ہے کہ ﴿**بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ**﴾ میں **بل** اضراب کا ہے، پس وہ رفع مراد ہونا چاہیے جو مقابل ہو قتل کا، یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور رفع روحانی قتل کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ عموماً اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں اُنکے لئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ **وهو المطلوب.**

اور یہ بات بھی اسکی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے: **ایک** حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے رفع روحانی کو تو کچھ ان دو نبیوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے، یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عامۂ صالحین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما جسکے رجال صحیح ہیں حکماً وہ مرفوع ہے رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے اُسکی عبارت آئندہ نقل کی جائیگی۔ فانتظر

مرزا صاحب نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں اس کے وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے: ﴿**يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ**﴾ گویا مرزا صاحب نے آیۃ ﴿**يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ**﴾ کو صارف ٹھہرایا ظاہر معنیٰ ﴿**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ**﴾ سے، لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ **توفی** سے مراد قطعاً موت ہو اور یہ متوقف اس پر ہے کہ حقیقی معنی **توفی** کے موت کے ہوں، بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ **توفی** کا استعمال جس جگہ معنی موت قرآن مجید میں آیا ہے، وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اخذ الشيء وافيا" کے ہیں، یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگرچہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے مگر اب میری رائے یہ ہے کہ یہ آیۃ بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

تیسری دلیل: ''سورۂ آل عمران'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَاللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ، اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب) "وبد سگا لیدند کافران و بدسگالید خدا و خدا قوی تر است از همه بدسگالان آنگاه که گفت خدا اے عیسیٰ هر آئینه من برگیرندۂ تو ام و بردارندۂ تو ام بسوئے خود و پاك کنندۂ تو ام از صحبتِ کسانیکه کافرشدند و گردانندۂ تابعانِ تو ام بالائے کفران تا روز قیامت"۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی، اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے، اور کرنے والا ہوں اُن لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر اُن لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر صاحب): ''اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں کے اوپر قیامت کے دن تک''۔ **فائدہ:** ''یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتا تا ہے۔ اُس نے لوگ بھیجے کہ اُنکو پکڑ لائیں۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یار وہاں سے چلے گئے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ایک صورت انکی رہ گئی اُسی کو پکڑ لائے پھر سولی پر چڑھایا''۔ (انتہیٰ)

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ **توفی** کے اصلی وحقیقی معنی **''اَخذُ الشيء وافیا''** کے ہیں جیسا کہ بیضاوی وقسطلانی وفخر رازی وغیرہم نے لکھا ہے، عبارات انکی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ اور موت **توفی** کے مجازی معنی ہیں نہ کہ حقیقی۔ اسی واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اسکی تحریر چہارم میں کی گئی ہے اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں، اس لئے اصل وحقیقی معنی یعنی **''اَخذُ الشيء وافیا''** مراد لئے جائیں گے اور انسان کا **''وافیا''** لینا یہی ہے کہ مع روح وجسم کے لیا جائے۔ **وھو المطلوب**۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مرزا صاحب اور انکے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح علیہ السلام پر سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسکا قطعیۃ الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرادیا۔ **وللہ الحمد علی ذالک**۔

اگر کہا جائے کہ **توفی** اس وقت عین رفع ہوئی تو قول اللہ تعالیٰ کا **وَرَافِعُکَ** تکرار ہوگا، تو جواب اسکا یہ ہے کہ **توفی** کا لفظ چونکہ بمعنی ''موت ونوم'' بھی آتا ہے اس لئے لفظ **رَافِعُکَ** سے تعیین مراد مقصود ہے، اب تکرار نہ ہوئی۔ جیسا کہ آیت ﴿**ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ**﴾ میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ بعث اغماء ونوم سے بھی ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ﴿**حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ**﴾ میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

چوتھی دلیل: ''سورہ مائدہ'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "و بودم بر ایشاں نگہبان مادامیکہ درمیانِ ایشاں بودم پس وقتیکہ بر گرفتی مرا تو بودی نگہبان بر ایشاں"۔ اور فائدہ میں لکھتے ہیں: ''یعنی بر آسمان بردی''۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): '' اور تھا میں اوپر انکے شاہد جب تک رہا میں بیچ انکے، پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر انکے''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر): ''اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا انکی''۔ (بحی)

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیت میں گذری، یعنی معنی حقیقی **توفی** کے "**اخذ الشیء وافیا**" ہیں اور صرف حقیقت سے طرف مجاز کی بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے، بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا یعنی **رَافِعُکَ** آیت سابقہ میں موجود ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حق تعالیٰ نے آیت ﴿اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ میں "**توفی**" و "**رَفع**" کو جمع کیا ہے اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ میں رفع پر قصر کیا ہے، اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ "**توفی**" و "**رَفع**" ایک چیز ہے مقصود زیادتِ لفظ "**رَفع**" سے صرف یقین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے حیاتِ مسیح پر۔ مرزا صاحب اور انکے اتباع اس آیت کو بھی قطعیۃ الدلالۃ وفات پر سمجھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ حیاتِ مسیح پر ہونا اس ہیچمدان پر ظاہر فرمادیا ہے۔ (والحمد للہ)

پانچویں دلیل: ''سورۂ آل عمران'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "و سخن گوید بامردمان در گھوارہ و وقت معمری و باشد از شائستگان"۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر صاحب): ''اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے''۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک تیس (۳۰) ہے اور بعض کے نزدیک بتیس (۳۲) اور بعض کے نزدیک تینتیس (۳۳) اور بعض کے نزدیک چالیس۔ قسطلانی نے ''شرح صحیح بخاری'' میں لکھا ہے: **''وقال فی اللباب الکھل من بلغ من الکھولۃ و اولھا ثلثون او اثنتان وثلثون او ثلث وثلثون او اربعون و اخرھا خمسون اوستون ثم یدخل فی سن الشیخوخۃ''** (انتہی)۔ شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے: **''و اول من الکھولۃ ثلثون وقیل اثنان وثلثون وقیل اربعون و آخر سنھا خمسون وقیل ستون ثم یدخل الانسان فی سن الشیخوخۃ''** (انتہی)۔ اور ہم مامور ہیں اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رد کریں۔ **قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾** موافق اسکے اب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں تو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **''لایفنی شبابُہٗ''** (رواہ مسلم) اور حدیث ابو سعید و ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا: ''کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا **ان لکم ان تشبو فلا تھرموا ابدا''** (رواہ مسلم)۔ اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ۳۳ برس کی عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کے ثبوت کے لئے ''تفسیر ابن کثیر'' کی یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عبارت کافی ہے: "فانّه رفع وله ثلٰث وثلثون سنة فی الصحیح وقد ورد فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة آدم و میلاد عیسٰی ثلٰث وثلثون سنة" نیز "تفسیر ابن کثیر" میں سورۂ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت کریمہ: ﴿اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ﴾ کے مرقوم ہے: وروی الطبرانی واللفظ له من حدیث حماد بن سلمة عن علی بن زید بن جُدْعان عن سعید بن المسیّب عن أبی هُرَیرة قال: قال رسول اللهﷺ "یدخل اهلُ الجنةِ الجنةَ جُرْدا مُرْدا بیضا جِعادا مکحلین أبناء ثلاث وثلاثین وهم علی خلق آدم ستون ذراعا فی عرض سبعة اذرع".

وروی الترمذی من حدیث أبی داؤد الطیالسی عن عمران القطان عن قتادة عن شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل أن رسول الله ﷺ قال: "یدخل اهل الجنة الجنة جُردا مُردا مکحلین أبناء ثلثین، أو ثلٰث وثلثین سنة" ثم قال حسن غریب.

وقال ابن وهب: أخبرنا عمرو بن الحارث أن درّاجًا أبا السمح حدّثه عن أبی الهیثم عن أبی سعید قال: قال رسول الله ﷺ "من مات من أهل الجنة من صغیر أو کبیر، یُرَدون بنی ثلاث وثلاثین فی الجنة، لا یزیدون علیها أبدًا وکذالک أهل النار" ورواه الترمذی عن سُوَید بن نصر عن ابن المبارک عن رشدین بن سعد عن عمرو بن الحارث به.

وقال أبوبکر بن ابی الدنیا: حدثنا القاسم بن هاشم حدثنا صفوان بن صالح حدثنا روّاد بن الجراح العسقلانی حدثنا الأوزاعی عن هارون بن رئاب عن أنس قال: قال رسول اللهﷺ "یدخل أهل الجنة الجنة علی طول آدم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ستین ذراعًا بذراع الملک علی حسن یوسف وعلی میلاد عیسٰی ثلٰث و ثلاثین سنة وعلی لسان محمد جُردٌ مُردٌ مُکَحَّلُوْن.

وقال أبو بکر بن أبی داؤد: حدثنا محمود بن خالد وعباس بن الولید قالا حدثنا عمر من الأوزاعی عن هارون بن رئاب عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ یُبعث أهل الجنة علی صورة آدم فی میلاد ثلٰث وثلٰثین جُردًا مُردًا مکحلین ثم یذهب بهم الٰی شجرة فی الجنة فیکسون منها لاتبلی ثیابهم ولایفنی شبابهم" (انتهی)۔

اورحافظ عبدالعظیم منذری ''ترغیب وترہیب'' میں لکھتے ہیں: ''وعن المقدام أن رسول الله ﷺ قال: ما من أحد یموت سقطا ولا هرما وإنّما الناس فیما بین ذالک إلا بعث ابن ثلٰث وثلٰثین سنة فإن کان من أهل الجنة کان علی مسحة آدم وصورة یوسف وقلب ایوب ومن کان من أهل النار عظموا وفخموا کالجبال رواه البیهقی باسناد حسن. (انتهی)۔ پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ ۳۳ برس کا سن سنِ شباب ہے نہ سنِ کہولت، ورنہ فنا شباب اہل جنت لازم آتا ہے۔ وهو خلاف ما ثبت بالاحادیث الصحیحة۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سنِ شباب میں اُٹھائے گئے، نہ کہ سنِ کہولت میں۔ علاوہ اسکے اصل معنی ''کہل'' کے "من وخطه الشیب ورأیت له بجالة" ہیں جیسا کہ قاموس وصحاح وغیرہما میں لکھا ہے، یعنی ''کہل وہ شخص ہے جسکے بالوں میں سپیدی مخلوط ہو جائے اور دیکھی جائے اسکے لئے بزرگی''۔ اور اقوال مختلفہ جو اول سنِ کہولیت میں منقول ہیں وہ فی الوقوع مختلف نہیں ہیں بلکہ یہ اختلاف مبنی ہے اختلاف قوی اشخاص پر جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے اسکا اول سن کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے اور جو اوسط درجہ قوت رکھتا ہے اسکا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اول کہولت ۳۲ یا ۳۳ برس ہوتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے اسکا اول کہولت بعد ۳۰ کے ہوتا ہے۔ اختلاف زمانہ کو اختلاف قویٰ میں بہت دخل ہے جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں، اس پر مشاہدہ ونصوص قرآنیہ وحدیثیہ ناطق ہیں، ان میں سے ہے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو مرفوع اور متفق علیہ ہے: "فلم ینزل الخلق ینقص بعدحتی الآن" یہ عمدہ صورت ہے اقوال مختلفہ میں توفیق کی۔

اس تمہید کے بعد میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے تجاوز کر گئی تھی لیکن آپ کے سر مبارک اور ریش شریف میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری ومسلم میں انس سے روایت ہے: "وتوفاه الله علی رأس ستین سنة ولیس فی راسه ولحیته عشرون شعره بیضاء۔ وعن ثابت قال سئل أنس عن خضاب رسول الله ﷺ فقال إنه لم یبلغ ما یخضب لو شئت ان اعد شمطاته فی لحیته. وفی روایة لوشئت ان اعد شمطات کن فی رأسه فعلت" (متفق علیہ) وفی روایة المسلم "قال إنما کان البیاض فی عنفقته وفی الصدغین وفی الراس". مخفی نہ رہے کہ حدیث اول میں جو ستین کا لفظ آیا ہے، دوسری احادیث میں اُسکے خلاف آیا ہے، بعض میں "ثلث وستین" اور بعض میں "خمس وستین" ہے۔ قال العلماء: "الجمع بین الروایات ان من روی خمسا وستین عد سنتی المولد والوفاة ومن روی ثلث وستین لم یعدهما ومن روی ستین لم یعد الکسور" (کذا فی تهذیب الاسماء)۔ اور آنحضرت ﷺ کے اس قدر بالوں کا اس عمر میں سپید ہو جانا اصحاب رسول اللہ ﷺ خلاف عادت سمجھتے تھے چنانچہ اس پر یہ حدیث دال ہے: "عن أبی جحیفة قال قالوا یارسول الله ﷺ قد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

شبت قال شیبتنی ہود واخواتھا (رواہ الترمذی)۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے اور ظاہر ہے کہ اُس زمانہ کے قویٰ بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہونگے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ ۳۳ برس کی عمر میں جو صحیح روایت "رفع" کے باب میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں میں سپیدی مخلوط ہوگئی ہو، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اس وقت بال انکے بالکل سیاہ ہوں گے۔ تو تعریف "کہل" کی ان پر صادق نہ آئی اور مؤید اسکا ہے وہ لفظ جو اثر صحیح ابن عباس رضی اللہ عنہما میں کہ حکماً مرفوع ہے وارد ہے: **"فقام شاب من احدثھم سناً"**۔ ماسوا اسکے عبارت "فتح الباری" سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب اربعین کا قول راجح وقوی ہے اور دیگر اقوال ضعیف ہیں۔ عبارت "فتح الباری" کی یہ ہے: **"قال ابوجعفر النحاس ان ھذا لایعرف فی اللغۃ وانما الکحل عندھم من ناھز الاربعین أو قاربھا وقیل من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین"** (انتھی)۔ پس موافق اس قول راجح کے "کہل" ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبل "رفع" ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں لیکن ادلہ ظنیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے اور یہ قول بعض مفسرین کا کہ یہ استدلال ضعیف ہے، خطاء بین ہے کیونکہ ہم نے اوپر حدیث صحیح سے ثابت کردیا کہ جس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے ہیں وہ سنِ شباب تھا نہ کہ سنِ کہولت۔

مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ آپ "کہل" کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ "صحیح بخاری" اور "قاموس" و "تفسیر کشاف" وغیرہ میں "کہل" کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ **اسکا جواب** خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ "صحیح بخاری" میں تو یہ ہے: **"وقال مجاھد الکحل الحلیم"** جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا صاحب نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو **یبلغ**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اسکا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلّم ہے کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ﴾ اور غلام کے معنی کودک صغیر کے ہیں۔ **کما فی الصراح**۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم سے، جو آہستگی اور بردباری کے معنی میں ہے۔ اسکا جواب مرزا صاحب نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں کہتا ہوں کہ حافظ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے: **"وقد قال ابو جعفر النَّحاس: إن هذا لايُعرف فی اللُّغة وإنّما الكهل عندهم مَن ناهز الاربعين أو قاربها وقيل من جاوز الثلثين و قيل ابن ثلث وثلثين انتهى. والذی يظهر أن مجاهدا فسَّرهٗ بلازمه الغالب، لأنّ الكهل يكون غالبا فيه وقار وسكينة"** (انتهى)۔ قسطلانی لکھتا ہے: **"لعل مجاهدا فسره بلازمه الغالب لأنّ الكهل غالبا يكون فيه وقار وسكينة"** (انتهى)۔ قاموس میں ہے: **''الكهل من وخطه الشيب ورأيت له بجالة أو من جاوز الثلثين أو أربعا وثلثين الٰى احدیٰ و خمسين''** (انتهى)۔ کشاف میں ہے: **''ومعناه أن يكلم الناس فی هاتين الحالين كلام الانبياء من غير تفاوت بين حال الطفولة وحال الكهولة التی يستحكم فيها العقل ويستنبأ فيها الانبياء''** (انتهى)۔

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ ''کہل'' کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس میں اور نہ کشاف میں۔ اور ''کہل'' کے معنی جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں، حالانکہ شباب اور کہولۃ میں تضاد ہے۔ ''مصباح المنیر'' میں ہے: **''شب الصبی يشب من باب ضرب شبابا شبيبة وهو شاب وذلك قبل من الكهولة''** (انتهى)۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

چھٹی دلیل: ''سورہ زخرف'' کی یہ آیت ہے: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "و هر آئینه عیسٰی نشانه است قیامت را پس شبیه مکیند در قیامت و بگو یامحمد پیروی من کنید این است راه راست".

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): ''اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے۔ پس مت شک کرو ساتھ اسکے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی''۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر): ''اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے''۔ فائدہ: حضرت عیسٰی کا آنا نشان ہے قیامت کا۔ (انتہی)۔

''تفسیر ابن کثیر'' میں ہے: "وقوله سبحانه وتعالٰى: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ تقدم تفسیر ابن اسحٰق: أن المراد من ذلک: ما بُعث به عیسٰی علیہ السلام من إحیاء الموتی وإبراء لأکمه والأبرص وغیر ذلک من الأسقام. وفی هذا نظر. وأبعد منه ما حکاه قتادة عن الحسن البصری وسعید ابن جبیر: أن الضمیر فی ﴿وَاِنَّهٗ﴾ عائد علی القرآن بل الصحیح أنه عائد علی عیسٰی علیہ السلام فإن السیاق فی ذکره ثم المراد بذلک نزوله قبل یوم القیٰمة کما قال تبارک وتعالٰی: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ أی قبل موت عیسٰی (علیه الصلاة والسلام) ثم ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ ویؤید هذا المعنی القراءة الأخری: "وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ" أی أمارة ودلیل علی وقوع الساعة، قال مجاهد: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ أی آیة للساعة خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیٰمة. وهکذا روی عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ وابن عباس وأبی العالیة وأبی مالک وعکرمة والحسن وقتادة

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

والضحاک وغیرهم. وقد تواترت الأحادیث عن رسول الله ﷺ أنه أخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامة اماما عادلاً وحکما مقسطا“. (انتہی)۔

اور اسی میں ہے: ”وقال الامام أحمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شیبان عن عاصم بن ابی النجود عن أبی رزین عن أبی یحییٰ مولی ابن عقیل الانصاری قال: قال ابن عباس: لقد علمت آیة من القرآن ما سألنی عنها رجل قط فما أدری أعلمها الناس فلم یسألوا عنها أم لم یفطنوا لها فیسألوا عنها. (فی حدیث طویل فی آخره) قال: فانزل الله: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾ قلت: ما یصدون؟ قال: یضحکون، ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال: هو خروج عیسیٰ ابن مریم قبل القیٰمة“۔

”معالم“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ﴾ یعنی عیسیٰ علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یعنی نزوله من أشراط الساعة یعلم به قربها، وقرأ ابن عباس وأبوهریرة وقتادة ”وَاِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ“ بفتح اللام والعین أی أمارة وعلامة. وروینا عن النبی ﷺ لیوشکن أن ینزل فیکم ابن مریم حکما عادلاً یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة، وتهلک فی زمانه الملل کلها اِلاَّ الاسلام“(انتہی)۔

”فتح البیان“ میں ہے: ”﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال مجاهد والضحاک والسدی وقتادة ان المراد المسیح وان خروجه أی نزوله مما یعلم به قیام الساعة أی قربها لکونه شرطا من اشراطها لأن الله سبحانه ینزله من السماء قبیل قیام الساعة کما أن خروج الدجال من أعلام الساعة وقال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

الحسن وسعید بن جبیر المراد القرآن لأنه یدل علی قرب مجیء الساعة وبه یعلم وقتها واهوالها واحوالها وقیل المعنی أن حدوث المسیح من غیر أب واحیاء ہٗ الموتٰی دلیل علی صحة البعث وقیل الضمیر لمحمد ﷺ والأول أولٰی. قال ابن عباس ای خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیٰمة واخرجه الحاکم وابن مردویه عنه مرفوعا وعن أبی هریرة نحوہٗ أخرجه عبد بن حمید" (انتہی)۔

سیوطی ''اکلیل'' میں لکھتے ہیں: ''فیه نزول عیسٰی علیہ السلام قربها روی الحاکم عن بن عباس رضی اللہ عنہما فی قوله: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال خروج عیسٰی علیہ السلام '' (انتہی)۔

'' کشاف'' میں ہے: ''﴿وَاِنَّهٗ﴾ وان عیسٰی علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ أی شرط من أشراطها تعلم به، فسمی الشرط علمًا لحصول العلم به. وقرأ ابن عباس: "لَعَلَم" وهو العلامة وقرئ "للعلم" وقرأ أبیّ: لذکر، علی تسمیة ما یذکر به ذکرًا، کما سمی ما یعلم به علمًا. وفی الحدیث: أن عیسٰی علیہ السلام ینزل علی ثنیة بالأرض المقدسة: یقال لها افیق وعلیه ممصرتان، وشعر رأسه دهین، وبیده حربة، وبها یقتل الدجال، فیأتی بیت المقدس والنّاس فی صلوة الصبح والامام یؤم بهم، فیتأخر الامام فیقدّمه عیسٰی علیہ السلام ویصلی خلفه علی شریعة محمد ﷺ ثم یقتل الخنازیر ویکسر الصلیب ویخرب البیع والکنائس ویقتل النصارٰی الاّ من آمن به".

''بیضاوی'' میں ہے: ''﴿وَاِنَّهٗ﴾ وانّ عیسٰی علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ لأن حدوثه أونزولهٗ من أشراط السّاعة یعلم به دنوها، أو لأن احیاء الموتٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

يدل على قدرة الله تعالٰى عليه وقُرِئَ "لعَلَم" أى لعلامة ولذكر على تسمية ما يذكر به ذكرًا، وفى الحديث: ينزل عيسٰى علیہ السلام على ثنية بالأرض المقدسة".

"تفسیر ابوالسعود" میں ہے: "﴿وَإِنَّهُ﴾ وإنَّ عيسٰى ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ أى انّهُ بنزوله شرط من أشراطها وتسميته عِلمًا لحصوله به أو بحدوثه بغير أب أو باحيائه الموتٰى دليل على صحة البعث الذى هو معظم ما ينكره الكفرةُ من الأمور الواقعة فى الساعة".

"جلالین" میں ہے: "﴿وَإِنَّهُ﴾ اى عيسٰى علیہ السلام ﴿لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ تعلم بنزوله".

"جمل" میں ہے: "والمعنى وأن نزوله علامة على قرب الساعة" (انتهى)۔

"مدارک" میں ہے: "أى وان نزوله علم الساعة" (انتهى)۔

"جامع البیان" میں ہے: "وانه عيسٰى لعلم للساعة أى علامتها فان نزوله من اشراطها" (انتهى)۔

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ "انّهُ" کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں: ایک یہ کہ وہ عائد ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ دوسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف قرآن مجید کے۔ تیسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف آنحضرت ﷺ کے۔ احتمالین اخیرین بالبداہۃ باطل ہیں، کیونکہ قرآن مجید و آنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے، بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے، کہ انکا ذکر قبل و بعد موجود ہے۔ پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع "انّهُ" کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اب یہاں تین احتمالات ہیں یا نزول مقدر مانا جائے یا معجزات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یا حدوث۔ احتمالین اخیرین صحیح نہیں ہیں اور انکی عدم صحت کی وجہ تحریر اول خاکسار میں موجود ہے اور مرزا صاحب نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ علاوہ اسکے یہ دونوں احتمال **غیر ناشی عن الدلیل** ہیں اور نزول کے مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے:

اول: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ جس کو امام احمد نے موقوفاً اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

دوم: حدیث حذیفہ بن الاسید غفاری رضی اللہ عنہ **"قال اطلع النبی علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انھا لن تقوم حتی تروا قبلھا عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربھا ونزول عیسٰی بن مریم.** (رواہ مسلم)

ودیگر احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما کہ جو بکثرت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں اور یہی قول ابن عباس وابو ہریرہ ومجاہد وابو العالیہ وابو مالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یہ دلیل اگر قطعی نہیں ہے تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے۔

مرزا صاحب نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے شکی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جائے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے، نشانِ قیامت ٹھہرایا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخر زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا، اب تم باوجود اتنے بڑے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ، شک مت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرو، ہم نے پختہ دلیل قیامت کے آنے کی بیان کردی"۔

میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول سے شکلی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ آنحضرت ﷺ و ابن عباس و ابو ہریرہ و مجاہد وابو العالیہ و ابو مالک و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی رضی اللہ عنہم و سائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سمجھا ہے، جہالت کا الزام لگانا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ "اگر نزول مسیح مراد لیا جائے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا...... (الی آخر ما قال)"۔ نہایت ہنسی کے لائق ہے۔ مرزا صاحب آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ "**فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا**" میں جو فاء سببیہ آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبّب۔ پس نزول عیسیٰ کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا قیامت میں نہ شک کرنے کا۔ اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہوا۔ پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ قیامت میں شک نہ کرو۔

جواب: اسکا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسیٰ علیہ السلام قطع نظر اس سے کہ حق تعالیٰ نے اسکے "**عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ**" ہونے کی خبر دی ہے، کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہاں حق تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام "**عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ**" ہے، البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر قیامت کا وقوع ہی نہ ہو تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کا "**عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ**" ہونا باطل ہو جاتا ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا "**عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ**" ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اسکی خبر دی ہے بے شک سبب ہے عدم امتراء بالقیامۃ کا اور اسکے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سببیت کا بنظر نفس ذات اپنی کے سبب نہیں ہے مابعد کا، لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالیٰ نے اُس ماقبل کی خبر دی ہے وہ سبب ہے مابعد کا۔ "سورۂ بقرہ" میں ہے: ﴿**اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ**﴾ یہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مراد استقبال کعبہ کا حق ہونا ہے اور یہ بغیر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہو سکتا۔ "سورۂ آل عمران" میں ہے: ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ "سورۂ نساء" میں ہے: ﴿اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَةٌ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّکُمْ﴾ "سورۂ شعراء" میں ہے: ﴿اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ. فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ "سورۂ فاطر" میں ہے: ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾ "سورۂ حم السجدہ" میں ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ "سورہ تغابن" میں ہے: ﴿زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ. فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا﴾ "سورۂ کوثر" میں ہے: ﴿اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾۔

ساتویں دلیل: "سورۂ حشر" کی آیت ہے: ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ترجمہ (شاہ ولی اللہ صاحب): "وهرچه بد هد شمارا پیغامبر بگیرید و هرچه منع کند شما را ازاں باز ایستید"۔

ترجمہ (شاہ رفیع الدین صاحب): "اور جو کہ دیوے تم کو رسول پس لے لو اسکو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو"۔

ترجمہ (شاہ عبدالقادر صاحب): "اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو"۔

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں جسکا تواتر مرزا صاحب نے "ازالۃ الاوہام" کے صفحہ ۵۵ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تسلیم کیا ہے ان میں سے ہے حدیث متفق علیہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی "قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لایقبله أحد حتی تکون السجدة الواحدة خیرًا من الدّنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة رضی اللہ عنہ فاقرؤا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ الآیة. "ترجمہ: کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول مقبول ﷺ نے قسم ہے اسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے البتہ بیشک قریب ہے یہ کہ اتریگا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہوکر پھر توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا سور کو اور موقوف کریگا جزیہ اور بہے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اسکو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا و مافیہا سے پھر کہتے تھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پس پڑھو تم اگر چاہو تو یہ آیت: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ الآیه. یعنی "اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ تحقیق وہ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے مرنے ان کے سے"۔

تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ قرآن مجید واحادیث میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں، مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے، "والنصوص تحمل علی ظواهرها وصرف النصوص عن ظواهرها بغیرصارف قطعی الحاد" اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ پس ان احادیث سے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔ اگر کہا جائے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول عیسیٰ ابن مریم ثابت ہوتا ہے اور مقصود ثبوت حیات تھا۔ پس تقریب تمام نہ ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود بالعرض ہے۔ پس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگر نزول موقوف حیات پر ہے اور مستلزم ہے حیات کو، تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہو گیا۔ پس حیات ثابت ہوئی، **وھو المطلوب**۔ اور اگر نزول حیات کو مستلزم نہیں ہے تو اگرچہ حیات اس دلیل سے ثابت نہ ہوئی لیکن جو مقصود بالذات تھا یعنی نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ وہی ثابت ہو گیا جسکے لئے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کی جاتی تھی، لہٰذا اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

آٹھویں دلیل: "صحیح بخاری" کی یہ حدیث ہے: "**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خطب رسول اللہ ﷺ فقال یا أیھا الناس انکم محشورون الی اللہ حُفاۃً عُراۃً غُرلا ثم قال: ﴿کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُہٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ﴾ الی آخر الآیۃ. ثم قال: ألا و ان اوّل الخلائق یُکسٰی یوم القیٰمۃ ابراھیمُ ألا و انّہ یُجاءُ برجال من أمّتی فیُؤخذ بھم ذات الشّمال فاقول یاربّ أصیحابی، فیُقالُ انّک لاتدری ما أحدثوا بعدک، فاقول کما قال العبد الصّالح ﴿وَکُنْتُ عَلَیْہِمْ شَہِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ﴾ فیُقالُ انّ ھؤلآء لم یزالوا مرتدّین علی أعقابھم منذ فارقتھُم**"۔ ترجمہ: روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے، پس فرمایا اے لوگو بیشک تم جمع کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کئے، پھر پڑھی یہ آیت ﴿کَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ﴾ (الآیۃ) پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ اور بیشک لائے جائیں گے چند مرد میری امت میں سے پھر لے جائیں گے انکو بائیں طرف۔ پھر کہوں گا میں اے رب میرے یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔ پس کہا جائے گا بیشک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں انہوں نے بعد تیرے۔ پس کہوں گا میں مانند اسکی کہ کہا بندہ صالح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾(الآیہ) یعنی پس کہا جائیگا کہ بیشک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑ تو نے انکو"۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی ساتھ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یہ نہیں فرمایا کہ **"فاقول ما قال العبد الصالح"** یعنی "پس کہوں گا میں جو کہا بندہ صالح نے" اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغائرت ہوتی ہے نہ عینیت۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے **توفی** اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے **توفی** میں مغائرت ہے نہ عینیت اور آنحضرت ﷺ کے **توفی** تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی **توفی** بذریعہ موت کے نہیں ہوئی بلکہ بذریعہ رفع واصعاد کے ہوئی جو مشابہ و ہمشکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل: اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے جو حکماً مرفوع ہے، "فتح البیان" میں ہے: **"خرج سعيد بن منصور والنسائي وابن ابي حاتم وابن مردويه عن بن عباس قال لما اراد الله أن يرفع عيسٰى الى السماء خرج الى أصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين فخرج عليهم من عين في البيت ورأسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بي اثنى عشر مرة بعد ان آمن بي ثم قال أيكم يلقى عليه شبهي فيقتل مكاني فيكون معي في درجتي فقام شاب من أحدثهم سنًا فقال له اجلس ثم اعاد عليهم ثم قام الشابّ فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشابّ فقال لنا فقال انت ذاك فالقى عليه شبه عيسٰى ورفع عيسٰى من روزنة في البيت الى السمآء قال و جاء الطلب من يهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشر مرة بعد أن آمن به و افترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة كان الله فينا ماشاء ثم صعد الى السمآء**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فهٰؤلاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن اللہ ماشاء ثم رفعه اللہ الیه وهٰؤلاء النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبداللہ ورسوله وهٰؤلاء المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة فقتلوها فلم یزل الاسلام طامسا حتی بعث اللہ محمد ﷺ فانزل اللہ علیه ﴿فَآمَنَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیلَ﴾ یعنی الطائفة التی آمنت فی زمن عیسٰی ﴿وَكَفَرَتْ طَّائِفَةٌ﴾ یعنی التی کفرت فی زمن عیسٰی ﴿فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ فی زمن عیسٰی باظهار محمد دینهم علی دین الکافرین. قال ابن کثیر بعد أن ساقه بهذا اللفظ عند بن أبی حاتم قال ثنا أحمد بن سنان ثنا أبومعاویة عن الأعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکره وهذا اسناد صحیح الی ابن عباس وصدق ابن کثیر فهٰؤلاء کلهم من رجال الصحیح و اخرجه النّسائی من حدیث أبی کریب عن أبی معاویة نحوه".

ترجمہ: ''روایت کیا سعید بن منصور ونسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے: جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف، نکلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے حواریوں میں سے، پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے انکے پانی ٹپکتا تھا، پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا مجھ پر، پھر فرمایا کہ کون تم میں ہے کہ ڈالی جائے اس پر شبیہ میری پھر قتل کیا جائے وہ میری جگہ اور ہو میرے ساتھ میرے درجہ میں۔ پس کھڑا ہوا ایک جوان نوعمروں میں سے، پس فرمایا واسطے اسکے بیٹھ جا، پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان، پھر فرمایا کہ بیٹھ جا پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا، پھر کھڑا ہوا وہی جوان، پس کہا اس نے میں۔ پس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمایا کہ تو وہی ہے پس ڈالی گئی اسپر شبہ عیسیٰ کی اور اٹھائے گئے عیسیٰ روشندان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف۔ کہا اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے، پس پکڑ لیا انہوں نے شبہ کو، قتل کیا اُسکو، پھر سولی پر چڑھایا اُسکو۔ پس کفر کیا ساتھ اُنکے بعض انکے نے بارہ بار بعد اسکے کہ ایمان لایا ان پر اور متفرق ہو گئے تین فرقے۔ پس کہا ایک فرقہ نے "رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف" پس یہ یعقوبیہ ہیں۔ اور کہا ایک فرقہ نے "تھا ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھالیا اسکو اللہ نے اپنی طرف" اور یہ نسطوریہ ہے۔ اور کہا ایک فرقہ نے "تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اسکا" یہ اُس زمانہ کے مسلمان تھے۔ پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر، پس قتل کیا انکو۔ پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو۔ پس اتاری اللہ نے ان پر یہ آیت ﴿فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ﴾ یعنی "پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے" یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اُس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ پس تائید کی ہے ان لوگوں کی کہ ایمان لائے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ انکے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اسکے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے، نزدیک ابن ابی حاتم کے۔ کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے، حدیث کی ہم کو ابو معاویہ نے اعمش سے، اُنہوں منہال بن عمرو سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس سے، پس ذکر کیا اسکو۔ اور یہ سند صحیح ہے ابن عباس تک۔ اور سچ کہا ابن کثیر نے پس یہ کل رجال رجال صحیح میں سے ہیں۔ اور روایت کیا اسکو نسائی نے حدیث ابی کریب سے، انہوں نے معاویہ سے مثل اُسی کے"۔

کہتا ہوں میں کہ اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا جو سب رجال بخاری ومسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ہیں، سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے اور اس اثر کے حکماً مرفوع ہونے پر یہ عبارت بخاری کی دال ہے: "قال شیخنا فیه ان ابا هریرة لم یکن یاخذ عن اهل الکتاب وان الصحابی الذی یکون کذلک اذا اخبر بما لا مجال للرائی والاجتهاد فیه یکون للحدیث حکم الرفع" (انتہی)۔ وهذا یقتضی تقیید الحکم بالرفع بصدوره عن من لم یأخذ عن أهل الکتاب (انتہی)۔ اور بھی اس میں ہے: "واصرح منه منع ابن عباس له ای للکعب ولو وافق کتابنا وقال انه لاحاجة وکذا نهٰی عن مثله ابن مسعود و غیره من الصحابة"۔ (انتہی)۔

دسویں دلیل: حدیث مرسل حسن کی ہے۔ "تفسیر ابن کثیر" میں ہے: "وقال ابن أبی حاتم حدثنا أبی حدثنا حمد بن عبد الرحمن حدثنا عبد الله بن أبی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن أنس عن الحسن أنه قال فی قوله تعالٰی ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ یعنی وفاة المنام رفعه الله فی منامه. قال الحسن: قال رسول الله ﷺ للیهود: انّ عیسٰی لم یمُتْ وانّهٗ راجع الیکم قبل یوم القیٰمة.

ترجمہ: "کہا حسن نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور بیشک وہ رجوع کرنیوالے ہیں تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے"۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے:

اوّل: یہ کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ "تفسیر ابن کثیر" میں ہے: "وقال ابن جریر حدثنی یعقوب حدثنا ابن عُلَیّة حدثنا أبو رجاء عن الحسن: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مَوْتِہٖ﴾ قال: قبل موت عیسٰی. واللہ انہ لحیٌّ الآن عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون". (انتہی). پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل، حسن کے نزدیک قوی ہے، والاّ قسم نہ کھاتے۔

دوم: "تہذیب" میں ہے: "وقال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ ﷺ وانک لم تدرکہ قال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیءٍ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما أخبرتک انّی فی زمان کما تری وکان فی عمل الحجاج کل شیء سمعتنی أقول قال رسول اللہ ﷺ فھو عن علی ابن أبی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع أن أذکر علیا". (انتہی). اور "تہذیب" میں ہے: "قال محمد ابن احمد بن محمد ابن ابی بکر المقدمی سمعت علی بن المدینی یقول مرسلات یحیی بن ابی کثیر شبہ الریح ومرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح اقل مایسقط منھا". (انتہی). "خلاصہ" میں ہے: "قال أبوزرعہ کل شیء قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ وجدت لہ أصلا ملیا خلا أربعۃ احادیث". (انتہی). "جامع ترمذی" کی کتاب العلل میں ہے: "حدثنا سوار بن عبد اللہ العنبری قال سمعت یحیٰی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ ﷺ الا وجدنا لہ اصلا الاّ حدیثا أوحدیثین". (انتہی).

سوم: یہ مرسل معتضد ہے ساتھ تین آثار ابن عباس کے۔ ایک بیان میں کیفیت رفع عیسٰی علیہ السلام کی۔ دوسرا تفسیر آیت کریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ﴾ میں۔ تیسرا تفسیر آیت کریمہ ﴿وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ﴾ میں، (کما تقدم)۔ اور ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آثار میں سے دو کے رجال رجال صحیح ہیں اور ایک حکماً مرفوع ہے اور ایک کو بعض محدثین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے ساتھ اثر ابو ہریرہ کے جو سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو سنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے ساتھ آیت کریمہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور دیگر آیاتِ شریفہ کے جو اثبات حیات کے لئے بیان کی گئی ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔ "الفیہ" میں ہے: **"لكن اذا صح لنا مخرجه بمسند او مرسل يخرجه من ليس يروى عن رجال الاول نقبله"**۔ سخاوی "فتح المغیث" میں لکھتے ہیں: **"وكذا يعتضد بما ذكر مع مذهب الشافعي كما سيأتي من موافقة قول بعض الصحابي او فتوى عوام اهل العلم"**۔ پس اس مرسل کے قوی و قابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ **تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ**۔ یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے وقت سے لیکر اس زمانہ تک صحابہ و تابعین و تبع تابعین و فقہاء اہل حدیث و عامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ مع الجسد موجود ہیں، یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ اگر چہ اہل اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور یہی صحیح ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد اٹھالیا۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں۔ پس جو مذہب مرزا صاحب نے احداث کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔ (الحق الصریح فی حیات المسیح مؤلفہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسکے بعد چند احادیث درج کی جاتی ہیں جن سے بالوضاحت حیات مسیح ثابت ہے

اثبات حیات مسیح بالا حادیث

"عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال خروج عيسٰى عليه السلام" (الحديث) "رواه الحاكم فى المستدرك قال الحاكم صحيح على شرط شيخين".

ترجمہ: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ایمان لائیگا ساتھ اُسکی پہلے موت اُسکی کے۔ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی مراد نکلنا عیسیٰ علیہ السلام کا ہے"۔ روایت کیا اسکو حاکم نے بیچ مستدرک کے اور کہا حاکم نے صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔

"وروى ابن جرير وابن أبى حاتم عن الربيع قال انّ النّصارٰى اتوا النّبى ﷺ فخاصموا فى عيسٰى ابن مريم الى ان قال لهم النبى ﷺ أ لستم تعلمون أنّ ربّنا حىٌّ لايموت وانّ عيسٰى عليه السلام يأتى عليه الفناء" (الحديث)

ترجمہ: "روایت کی ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع سے کہا اس نے تحقیق نصاریٰ آئے حضرت ﷺ کے پاس پس جھگڑا کیا انہوں نے ساتھ حضرت ﷺ کے بیچ عیسیٰ ابن مریم کے، یہاں تک کہ فرمایا انکو نبی ﷺ نے کیا نہیں تم جانتے کہ تحقیق رب ہمارا زندہ ہے اور تحقیق عیسیٰ علیہ السلام آئے گی اس پر فنا"۔

"وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لقيت ليلة أسرى بى ابراهيم و موسٰى و عيسٰى فتذاكروا أمر السّاعة فردّوا أمرهم الى ابراهيم فقال لا علم لى بها فردّوا الأمر الى موسٰى فقال لا علم لى بها

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فردّوا الأمر الی عیسٰی فقال أمّا وجبتها فلا یعلمها أحدٌ الّا اللہ ذلک وفیما عهد الی ربّی عزّوجلّ أنّ الدّجّال خارجٌ قال ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرّصاص فیهلکه اللہ اذا رآنی" (الحدیث). (رواہ احمد وابن شیبة وسعید بن منصور والبیهقی وابن ماجه والحاکم ایضاً ولفظه فذکر خروج الدجال قال فانزل وقتله)

ترجمہ: "عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ملا میں معراج کی رات ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ علیہم السلام کو، پس ذکر کیا انہوں نے قیامت کا، پس پھیرا اُس نے اپنا مسئلہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف، پس کہا اس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اسکے۔ پھر موڑا انہوں نے اپنا مسئلہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف پس کہا اُس نے نہیں خبر مجھ کو ساتھ اسکے۔ پھر پھیرا انہوں نے اپنا کام عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پس کہا عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں جانتا اسے کوئی اللہ کے سوا۔ مگر جب دجال نکلے گا تو میرے ساتھ قتل کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ عہد ہے کہ میں بعد نزول دجال کو قتل کروں گا"۔

اب ہم ذیل میں سلف صالحین کا مذہب لکھتے ہیں اور ہر ایک بزرگ کا بمعہ حوالہ کتاب تحریر کرتے ہیں تاکہ مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو جائے کہ مرزائی بالکل جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور انکا آنا بروزی رنگ میں مرزا غلام احمد میں ہوا۔ کیونکہ وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں امت میں سے ایک شخص بھی پیش نہیں کر سکتے جسکا یہ مذہب ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے انکا نزول اصالتاً نہ ہوگا اور انکے عوض کوئی ایک شخص امت محمدی میں نبوت و رسالت کا ذبہ کا مدعی ہو کر مسیح موعود ہوگا اگر کسی صاحب مذہب کا یہ عقیدہ ہو تو مرزائی پیش کریں۔ پیش کنندہ کو ہم ایک سو روپیہ انعام دینگے۔

طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ا.....حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کنزالعمال، جلد ۷، ص ۲۰۳): جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جماعت صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کے پاس تشریف لے گئے اور کچھ کچھ علامتیں ابن صیاد میں دجال کی پائی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اجازت فرماتے ہیں کہ میں اسکو قتل کردوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا قاتل عیسیٰ ابن مریم ہے تو اسکا قاتل نہیں۔ (رواہ احمد عن جابر)

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کبار کا بھی یہی مذہب تھا کہ دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول قتل کریں گے اور عیسیٰ بن مریم سے مراد مسیح ناصری رسول اللہ صاحب کتاب (انجیل) ہی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا مفہوم تھا۔ کیونکہ اگر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کا یہ مذہب ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوکر کشمیر میں مدفون ہیں تو آپ یہ نہ فرماتے کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کہ جنکی فراست اور تدین ایسا تھا کہ وحی الٰہی انکی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ سے یہ سنکر کہ دجال کا قاتل عیسیٰ بن مریم ہے خاموش رہنا کامل دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بحالت حیات ہوا اور نزول بھی جسمانی ہوگا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ ایسا اعتقاد کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت تک زندہ رہیں گے شرک ہے، آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم دجال کا قاتل ہے جبکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور مدت دراز گزر چکی ہے۔

سوم: دوسری جماعت صحابۂ کرام کی خاموشی بھی اسی بات کو ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانا برحق تھا اور دجال کا قاتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کیا جس سے رفع جسمانی واصالتاً نزول ثابت ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام کی جماعت سے کوئی ایک تو عرض کرتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ یارسول اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے اگر اب تک زندہ آسمان پر ہیں تو اس میں آپ کی ہتک ہے۔ مسیح ناصری نبی تو زندہ تا قیامت آسمان پر رہے اور حضور زمین پر ہیں اور یہ بھی آپ کی کسر شان ہے کہ اس جتنی عمر بھی آپ کو نہ ملے۔ مگر کسی صحابی نے دم نہ مارا۔ اور فرمانِ نبوی کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابن صیاد کو چھوڑ کر چلے آئے۔ جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا جو ہم مسلمانوں کا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نازل ہوں گے اور وہی سچے مسیح موعود ہوں گے۔ جھوٹے مسیح تو بہت آئے اور آتے رہیں گے جیسا کہ مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کی پیشگوئی ہے۔

۲......حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسد اللہ الغالب (کنز العمال، جلد ۷، ص ۲۶۷، حدیث نمبر ۲۹۹۸):
"اخرج ابن المناری فی مسندہ عن علی بن أبی طالب قال یقتلہ اللہ تعالیٰ بالشام علی عقبة یقال لها عقبة رفیق لثلاث ساعات یمضین من النهار علی یدی عیسیٰ ابن مریم" (کتاب الاشاعۃ، ص ۲۰۷)۔ یعنی دجال کو اللہ تعالیٰ قتل کرے گا عیسیٰ ابن مریم کے ہاتھ سے۔

۳......ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (تکمیل تعالی ...، ص ۳۹): **"اخرج أحمد و ابن ابی شیبة عن عائشة قال فینزل عیسیٰ فیقتل الدجال"**. یعنی عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ ایک دوسری حدیث "منتخب کنز العمال، حاشیہ مسند امام احمد، جلد ۲، ص ۵۷" میں درج ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول خدا ﷺ سے عرض کی کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ ﷺ کے بعد زندہ رہوں گی۔ پس آپ اجازت فرمائیں کہ آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے میری قبر اور ابوبکر و عمر اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر کے کسی کی گنجائش نہیں۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، مرے نہیں اور بعد نزول اصالتاً دجال کو قتل کریں گے پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔

۴......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (مشکوۃ، مترجم جلد ۴، ص ۱۲۷-۱۲۸، باب نزول عیسیٰ بن مریم): **"عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويقبض المال حتى لا يقبله احد وتكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها ثم يقول أبو هريرة رضی اللہ عنہ فاقرؤا إن شئتم: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ الآية"**: ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق اتریں گے تم میں عیسیٰ بیٹے مریم کے دراں حالیکہ حاکم عادل ہوں گے پس توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور بہت ہوگا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اسکو کوئی اور ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر ایک چیز سے جو دنیا میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر اسمیں شک ہو تو پڑھو قرآن کی یہ آیت کہ: "نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر وہ ایمان لائے گا عیسیٰ علیہ السلام پر پہلے مرنے عیسیٰ علیہ السلام کے اور ان پر عیسیٰ علیہ السلام دن قیامت کے گواہ ہوں گے"۔

(روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں انکا مذہب بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور اصالتاً نزول فرما کر دجال کو قتل کرینگے اور پھر فوت ہوں گے اور قرآن کی آیت سے تمسک کرکے فرمایا کہ **"قَبْلَ مَوْتِهِ"** سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۵......عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ، مصری جلد ۲، ص ۲۶۸): "عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

السلام سے ملا اور قیامت کے متعلق ذکر کیا، پہلے ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا! انہوں نے کہا کہ "لاعلم لیْ"۔ پھر یہ امر موسیٰ علیہ السلام کے حوالے کیا گیا، انہوں نے کہا کہ "لاعلم لیْ" پھر آخر میں یہ امر عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالا گیا، انہوں نے کہا کہ اصل علم تو خدا کے سوا کسی کو نہیں مگر میرے ساتھ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میں نازل ہوں گا اور اسکو قتل کردوں گا...... (الخ)۔ اس حدیث سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب معلوم ہوا کہ وہ اصالتاً نزول عیسیٰ بن مریم ناصری کے قائل تھے۔

۶...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کبّل آسانی، حصہ اول، ص ۴۷) **"أخرج ابن أبی شیبة عن ابن عمر قال ینزل المسیح ابن مریم فاذا راه الدجال ذاب کما یذوب الشحمة فیقتل الدجال"**۔

۷...... عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ (درمنثور، جلد ۲، ص ۲۴۵) **"أخرج البخاری فی تاریخه عن عبد الله ابن سلام رضی اللہ عنہ قال یدفن عیسیٰ مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبرا رابعا"**۔ یعنی "عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا دفن ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام ساتھ رسول اللہ ﷺ اور ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی"۔ اس حدیث سے بھی حیاتِ مسیح ثابت ہے کیونکہ اب تک قبر کی جگہ خالی ہے۔

۸...... عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (تفسیر درمنثور، جلد ۲، ص ۳۶) **"أخرج ابن عساکر واسحق بن بشر وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قوله تعالیٰ عزّوجلّ ﴿یا عیسٰی إنّی مُتَوَفّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ قال إنّی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان"**۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب تھا کہ "پہلے میں اپنی طرف اٹھاؤں گا اور یہود کی ضرر رساں اور گندی صحبت سے پاک کرونگا اور پھر اخیر زمانہ میں بعد نزول وقتل دجال تم کو موت دوں گا"۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس جگہ مرزائی سخت دھوکہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "مُمِیْتُکَ" کے معنی کیے ہیں مگر آگے پیچھے کی عبارت ہضم کر جاتے ہیں۔یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب جو تقدیم و تاخیر کا ہے۔اسکو چھپاتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ مذہب ہے کہ "اے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے تم کو اُٹھا لونگا اور بعدِ نزول موت دونگا"۔مگر مرزائی صرف ایک حصہ "مُمِیْتُکَ" تو بیان کرتے ہیں اور دوسرا حصہ "ثم مُتَوَفِّیْکَ فی اٰخر الزمان" کو ظاہر نہ کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وفات کے قائل تھے۔حالانکہ وہ وفات بعدِ نزول فی آخرالزمان کے قائل ہیں۔اس واسطے انہوں نے **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ** کے معنی **رَفَعْتَنِیْ** کے کیے ہیں۔یعنی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ جب تو نے مجھ کو آسمان پر اُٹھا لیا تو تُو ہی انکا نگہبان تھا۔ہم مفصل فیصلہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دربارۂ حیات مسیح علیہ السلام درج کرتے ہیں: **"اخبرنا هشام بن محمد ابن السائب عن ابيه عن أبي صالح عن ابن عباس** رضی اللہ عنہما **قال كان بين موسٰى ابن عمران وعيسٰى ابن مريم الف سنة وتسعة مائة سنة فلم تكن بينهما فترة وان عيسٰى** علیہ السلام **حين رُفع كان ابن اثنين وثلاثين سنة اشهر وكانت نبوته ثلاثون شهرا وان الله رفعهٗ بجسده وانّه حيٌّ الآن وسيرجع الى الدّنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس"**. (طبقات کبریٰ، جلد اول، ص۳۶)

یعنی "خبر دی ہم کو ہشام بن محمد بن السائب نے اپنے باپ صالح سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ درمیان حضرت موسیٰ بیٹے عمران اور حضرت عیسیٰ بیٹے مریم کے ایک ہزار نو سو برس اور چھ ماہ کے کوئی خالی زمانہ نبوت سے نہیں رہا اور تحقیق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُٹھائے گئے اُنکی عمر ۳۳ برس کی تھی اور انکی نبوت کا زمانہ تیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مہینہ کا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا حضرت عیسیٰ کو ساتھ جسم کے درانحالیکہ وہ زندہ تھے اور تحقیق وہ جلد آنے والے ہیں دنیا میں اور ہوں گے بادشاہ پھر مریں گے جس طرح کہ مرتے ہیں لوگ ہو۔ (صفحہ ۲۶، طبقات الکبریٰ، جلد اول)

اس روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے:

اوّل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا جس سے مرزا جی کا رفعِ روحانی ڈھکوسلا باطل ہوا۔

دوم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع تینتیس (۳۳) برس کی عمر میں ہوا۔ جس سے فسانہ قبر کشمیر، ایجاد کردہ مرزا صاحب باطل ہوا۔

سوم: زندہ اٹھایا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثابت ہوا۔ کیونکہ "**حیٌّ**" کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ مرے نہیں زندہ اٹھائے گئے۔ جس سے وفاتِ مسیح کا مسئلہ جو کہ مرزا صاحب کی مسیحیت و مہدیت کی بنیاد ہے غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "مسیح زندہ بجسدِ عنصری اٹھایا گیا"۔

چہارم: "**فسیرجع الی الدنیا**" سے ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر اُٹھائے گئے تھے وہی اصالتاً واپس آئیں گے۔ کیونکہ "**یرجع**" کا لفظ بتا رہا ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ واپس آئیں گے۔

پنجم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً آنا اور بادشاہ حاکم عادل ہو کر آنا ثابت ہوا جیسا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جزیہ معاف کر دیں گے اور جزیہ وہی معاف کر سکتا ہے جو بادشاہ ہو۔

ششم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تا نزول زندہ رہنا ثابت ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کی تعریف مرزا صاحب نے خود کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچازاد بھائی تھے اور حضور علیہ السلام نے انکے حق میں قرآن فہمی کی دعا کی تھی۔ پس حضرت ابن عباس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رضی اللہ عنہما نے جب صاف صاف فرمایا کہ "ثم یموت کما یموت الناس" یعنی "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے جس طرح اور لوگ فوت ہوتے ہیں"۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے نبیوں اور رسولوں اور انسانوں کی طرح فوت ہو گئے اور یہ امر بھی ثابت ہوا کہ "مُمِیْتُکَ" کے معنی جو مارنے والا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کئے ان کا مطلب یہ تھا کہ مسیح بعد نزول طبعی موت سے مریں گے اور "مُمِیْتُکَ" وعدہ ہے کہ اے عیسیٰ نہ تم صلیب دیئے جاؤ گے اور نہ یہود کا ہاتھ تم تک پہنچے گا اور نہ کوئی عذاب تم کو یہود دے سکیں گے۔ اس میں صرف تقدیم وتاخیر ہے یعنی پہلے تیرا رفع کروں گا اور یہود کی صحبت گندی اور تکلیف رساں سے پاک کردوں گا اور تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر غالب کروں گا۔ اس تقدیم وتاخیر کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "مُمِیْتُکَ" معنی کئے۔ کہا جاتا ہے کہ تقدیم وتاخیر کلام الٰہی میں نہیں ہوسکتی اور مرزا جی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی خفا ہو گئے اور اپنا مطلب فوت ہوتا دیکھ کر (نعوذ باللہ) انکو بھی گالیاں دینے لگے اور الحاد وکفر ویہودیت ولعنت کے مورد وغیرہ الفاظ انکے حق میں استعمال کئے۔ (دیکھو ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صاحب جس کا ذکر آگے آئیگا)۔ صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب نہیں، بلکہ تقدیم وتاخیر کے اور بزرگانِ دین بھی معتقد ہیں جن سب کے حق میں مرزا جی نے بدزبانی کر کے اپنی دینداری اور خانگی محبت کا ثبوت دیا ہے۔ مفصلہ ذیل بزرگانِ دین بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیساتھ تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں:

اوّل: "تفسیر درمنثور، جلد دوم، ص ۳۶": "**اخرج ابن عساکر واسحق ابن بشیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ: ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ قال رافعک الی ثم متوفیک فی اخر الزمان**". یعنی "اے عیسیٰ پہلے تجھ کو اپنی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اٹھالونگااور پھر تجھ کو آخر زمانہ میں فوت کرونگا"۔

دوم: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے "تفسیر اتقان (اردو) جلد۲، ص۲۲" مروی ہے کہ: "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ میں تقدیم وتاخیر ہے"۔ ایسا ہی تفسیر ابن کثیر جلد۲، ص۲۲۹ میں ہے۔

سوم: حضرت ضحاک تابعی، "تفسیر معالم التنزیل، جلد اول، ص۱۶۲۔۱۹۳": "قال الضحاک وجماعة انّ فی ھذہ الآیة تقدیما وتاخیرًا". یعنی اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔

چھارم: الفراء: "فتح القدیر قلمی، جلد۱: "قال الفراء انّ فی الکلام تقدیمًا وتاخیرًا تقدیرہ ﴿اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ متوفیک بعد انزالک" یعنی "پہلے تجھے اٹھاؤں گا اور پاک کروں گا سے اور بعد نازل ہوئے تیرے کے تجھ کو ماروں گا"۔

پنجم: "جلالین، ص۵۰": "وفی البخاری قال ابن عباس ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ مُمِیْتُکَ بعد انزالک من السمآء فی آخر الزمان". یعنی "اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرے مارنیوالا ہوں بعد نزول کے آسمان سے آخر زمانہ میں۔ پس یہ وعدہ ہے وفات کا نہ کہ وقوعہ وفات کا"۔

ششم: "مجمع البحار، جلد۳، ص۴۵۴": "﴿مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ علی التقدیم والتاخیر". یعنی مصنف مجمع البحار کے نزدیک بھی تقدیم وتاخیر ہے۔

ھفتم: "تفسیر تنویر المقیاس" بحاشیہ درمنثور، جلد اول، صفحات ۱۷۷ و ۱۷۸: "مقدم ومؤخر یقول انّی رافعک الیّ ثم متوفیک قابضک بعد النزول". یعنی "پہلے تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤنگا اور بعد میں تجھ کو زمین پر اتاروں گا پھر قبض کروں گا"۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہشتم: ''تفسیر مدارک، جلداول، ص۱۲۳'': "ای ممیتک فی وقتک بعد النزول من السّمآء". یعنی'' تجھے مارنے والا ہوں آسمان سے نازل ہونے کے بعد''۔

نہم: ''تفسیر کبیر، جلد۲، ص۴۶۵'': "لاتقضی بالترتیب فلم یبق الّا اَنْ یقول فیھا تقدیم وتاخیرہ والمعنی: انّی رافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالی ایّاک فی الدنیا". یعنی''ترتیب الفاظ باقی نہ رہی بلکہ تقدیم وتاخیر ہوگی اور معنی یوں ہوئے کہ میں تجھ کو (عیسٰی) اٹھانیوالا ہوں طرف اپنی اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو کفار سے اور پھر تجھ کو دنیا میں اُتار کر فوت کرنیوالا ہوں''۔

دہم: ''تفسیر خازن، جلداول، ص۲۴۹'': "انّ فی الآیۃ تقدیما وتاخیرا. تقدیر: وانّی رافعک الیّ ومطھّرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد انزالک الی الأرض". یعنی'' آسمان سے زمین پر نازل کرنے کے بعد تجھ کو وفات دوں گا''۔

ناظرین! حوالے تو بہت ہیں مگر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ایماندار طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہیں اور نہ ماننے والے کے واسطے ہزار حوالے بھی کافی نہیں۔ غرض سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے بعد حضرت خلاصۂ موجودات افضل الرسل محمد رسول اللہ ﷺ "ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ یمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری" ......(الخ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اترے گا عیسٰی ابن مریم زمین کی طرف پس نکاح کریگا اور اولاد ہوگی اسکی اور جیتا رہے گا پینتالیس برس پھر مرے گا۔ پس دفن کیا جائے گا میرے مقبرہ میں میرے ساتھ''۔

(رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفا کذا فی المشکوٰۃ)

آنحضرت ﷺ کی اس حدیث سے بعبارۃ النص ثابت ہے کہ'' حضرت عیسٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور آخیر زمانہ میں نازل ہوں گے، نکاح کرینگے اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے"۔ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں فوت ہوئے تو ثابت ہے بلکہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر بزرگان دین کو ناحق گالیاں دیں اور برا کہا۔

اب ہم ذیل میں قرآن شریف کی آیات درج کرتے ہیں تا کہ مرزائی صاحبان خوفِ خدا کریں اور مرزا صاحب کی ہر ایک بات کو جو خلاف قرآن کریم ہے تسلیم نہ کریں:

پہلی آیت: ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُوراً﴾ (النساء)۔ کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ اس آیت میں ترتیب ہے اور داؤد علیہ السلام جو سب سے بعد مذکور ہوئے میں انکو زبور تورات اور انجیل کے بعد دی گئی اور داؤد علیہ السلام پہلے تھے۔

دوسری آیت: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ○ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ﴾ (سورۂ ص، پارہ ۲۳، آیت ۱۲، ۱۳)۔ اس میں قوم نوح کے بعد عاد و ثمود ہوئے انکے بعد اصحاب ایکہ پھر قوم لوط اور بعد اسکے فرعون ذوالاوتاد ہوا۔ اس آیت میں بھی ترتیب نہیں۔

تیسری آیت: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾ (سورۂ ق، پارہ ۲۶)۔ اس آیت میں بھی ترتیب نہیں کیونکہ زمین پہلے بنی اور آسمان بعد میں بنا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ (پارہ ۲۴ رکوع ۱۹)۔

ناظرین! چونکہ اختصار منظور ہے لہٰذا انہی تین آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ اور بہت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

سی آیات ہیں جن میں تقدیم وتاخیر موجود ہے۔ یہ مرزائیوں کی محض خودغرضی ہے کہ آیت ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ اِلَیَّ﴾ میں تقدیم وتاخیر نہیں مانتے۔ مگر جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آدھے قول کو تو مانا جاتا ہے یعنی "مُمِیْتُکَ" جو انہوں نے کہا ہے وہ تو درست ہے اور جو وہ تقدیم وتاخیر کہتے ہیں یہ غلط ہے! کیوں صاحب ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ کے یہی معنی نہیں تو اور کیا ہیں؟

مگر افسوس! مرزائی صاحبان کو یہ سمجھ نہیں کہ جو مذہب انہوں نے اختیار کیا ہے۔ اس میں بھی تو ترتیب نہیں۔ کیونکہ تطہیر پہلے ہوا اور رفع اسکے ۸۷ برس بعد کشمیر میں ہوا۔

دوم: غلبہ عیسائیوں کا پہلے ہوا اور تطہیر حضرت محمد ﷺ کے وقت چھ سو برس بعد ہوئی۔ چنانچہ مرزا صاحب قبول کرتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی گواہی سے تطہیر ہوئی۔

(دیکھو مسیح ہندوستان میں، ص۵۹، مصنفہ مرزا صاحب)

پھر مرزا صاحب اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے ص۵۲ پر لکھتے ہیں:

"اور "مُطَهِّرُکَ" کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان الزاموں سے مسیح کو پاک کریگا اور وہ زمانہ یہی ہے"۔ مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ تطہیر ۱۹ سو برس کے بعد ہوئی اور رفع بقول مرزا صاحب واقعہ صلیب کے ۸۷ برس بعد ہوا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مسیح کی تطہیر کا وعدہ پہلے تھا اور عیسائیوں کا غالب آنا بعد میں تھا اور اب بقول مرزا صاحب عیسائیوں کو غلبہ پہلے ہوا اور تطہیر بعد میں مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوئی۔

مرزا صاحب اپنی کتاب "رازِ حقیقت" کے حاشیہ ص۳ میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہٖ تعالیٰ نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گذاری"۔ جب ۳۳ برس کی عمر میں واقعہ صلیب پیش آیا اور بقول مرزا صاحب حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسیح نے صلیب سے نجات پا کر بفضلہٖ تعالیٰ یہودیوں کے پنجہ سے نجات پائی اور ان کی گندی اور تکلیف رساں صحبت سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو پاک کیا تو یہ تطہیر پہلے ہوئی۔ کیونکہ صاف لکھا ہے کہ ﴿مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ یعنی ''اے عیسیٰ میں تم کو تمہارے منکروں کی تکلیفوں اور شرارتوں سے پاک کروں گا''۔ جب صلیب سے بچالیا اور کشمیر کی طرف خدا تعالیٰ مسیح کو لے آیا اور بقول مرزا جی امن کی جگہ ٹیلے پر کشمیر میں جگہ دی تو یہ تطہیر پہلے ہوئی اور ''توفی'' کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا یعنی پہلے ''توفی'' کا وعدہ تھا۔ گویا بقول مرزا صاحب ''پہلے مسیح کی موت ہونی تھی اور پھر رفع ہونا تھا اور پھر تطہیر ہونی تھی''۔ مگر ہوا اسکا الٹ کہ پہلے بذریعہ صلیب عذاب دیئے گئے اور کوڑے پٹوائے گئے۔ منہ پر تھوکا گیا لمبے لمبے کیل اس کے اعضاء میں ٹھونکے گئے جس سے خون جاری ہوا۔ مگر بقول مرزا صاحب کے خدا کا فضل شامل حال رہا اور جان نہ نکلی اور خدا تعالیٰ نے اسکو یہودیوں کی صحبت سے نکال لیا اور تطہیر کر کے کشمیر لے گیا تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ''توفی'' یعنی وفات کا وعدہ ابھی پورا نہ کیا اور نہ دوسرا وعدہ رفع کا پورا کیا۔ مگر تیسرا وعدہ تطہیر کا پہلے پورا کر دیا کیونکہ بقول مرزا صاحب ''مسیح ۸۷ برس کشمیر میں زندہ رہا'' تو ثابت ہوا کہ تطہیر ۸۷ برس پہلے رفع اور وفات کے ہوئی۔ پس اس سے ترتیب قائم نہ رہی پھر چوتھا وعدہ تھا کہ تیرے منکروں پر تیرے ماننے والوں کو غالب کروں گا۔ یہ وعدہ واقعہ صلیب کے تین سو برس بعد پورا ہوا یعنی عیسائی یہودیوں پر غالب آئے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود بحوالہ ڈریپر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کے بعد ۳۰۵ء میں سلطنت قائم ہوگئی۔ حالانکہ یہ وعدہ تطہیر کے بعد پورا ہونا تھا مگر مرزا صاحب خود مانتے کہ تطہیر کا زمانہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ ہے یا مرزا صاحب کا زمانہ؟ اب کوئی مرزائی بتادے کہ ترتیب کہاں گئی اور مرزا صاحب کے معانی و تشریح کس طرح درست ہوئی۔ اس سے بھی تقدیم و تاخیر ثابت ہوئی تو کیا مرزا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب اور مرزائی بھی اسی خطاب کے مستحق ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و دیگر سلف صالحین کو دیئے گئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''حال کے متعصب ملاں جن کو یہودیوں کی طرز پر ''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ'' کی ہے''۔ آگے لکھتے ہیں: ''جنہوں نے بے حیائی اور شوخی کی راہ سے ایسی تحریف کی ہے اور شبہ نہیں کہ ایسی کاروائی سراسر الحاد اور صریح بے ایمانی میں داخل ہوگئی...... (الخ)'' (ازالہ اوہام، حصہ دوم، ص ۹۲۲، ۹۲۰، مصنفہ مرزا صاحب)

برادرانِ اسلام! مرزا صاحب کی یہ بدزبانی اور گالی کس کے حق میں ہیں جو تقدیم و تاخیر کا قائل ہو اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور صحابی تھے۔ یہ مرزا صاحب کا ناپاک جھوٹ ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے لکھا ہے کہ ''حال کے متعصب ملاں تقدیم و تاخیر کرتے ہیں''۔ حالانکہ حال کے ملاں نہیں، بلکہ صحابہ کرام و تابعین کے طبقہ کے حضرات ہیں جن کے نام نامی اوپر درج ہوئے اور یہ وہی حضرات مفسرین ہیں جن کا سہارا مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے لیکر تعریف کرتے ہیں۔

سنو! انہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں کیا لکھتے ہیں: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی دعا بھی ہے۔ (ازالہ اوہام، حصہ اول، ص ۲۴۷)

یہ مرزا صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف اس وقت کی جبکہ انہوں نے ''مُتَوَفِّیْکَ'' کے معنی ''مُمِیْتُکَ'' کے کیے۔

مگر جب اسی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور یہ وعدہ وفات کا بعد نزول ظہور میں آئیگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اصالتاً ان کا نزول اسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جسم سے ہوگا جسکے ساتھ وہ آسمان پر گئے تھے۔تو وہی مرزا صاحب ہیں کہ حضرت ابن عباس، قتادہ وضحاک وابواللیث سمرقندی ودیگر مفسرین وصحابہ کرام واولیاء عظام جو کہ حیات مسیح واصالتاً نزول عیسیٰ علیہ السلام وتقدیم وتاخیر کے قائل ہیں سب کو ملحد و یہودی کہتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔"یہ ہے مرزا صاحب اور مرزائیوں کا ایمان"۔

جس طرح ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً نزول ہوگا مرزائیوں میں سے بھی کوئی مرزائی سلف صالحین میں سے کسی ایک کا نام بتائیں جو اصالتاً نزول کا منکر اور بروزی بروز کا معتقد ہو۔ ورنہ محال عقلی اور فلسفی دلائل سے تو قیامت کا ہونا اور مردوں کا قبروں سے نکلنا بھی خاک ہو گئے ہیں، محال عقلی ہے۔کیا مرزائیوں کو قیامت سے بھی انکار ہے۔ کیونکہ وہ بھی محالات عقلی میں سے ہے۔ جیسا کہ حیاتِ مسیح محال عقلی ہے۔

۹.....عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ (کنز العمال، جلد ۷، ص۲۹۹، حدیث نمبر ۲۰۹۳) "اخرج الطبرانی عن عبد اللہ بن مغفل قال ینزل عیسٰی بن مریم مصدقا بمحمد علی ملته امامًا مهديا وحكما عدلا فيقتل الدجّال" یعنی "حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور امام و حاکم عادل ہوں گے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مصدق ہوں گے"۔

۱۰.....عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ (بجلی آسمانی، ج۱، ص۴۲) حدیث بہت طول لیے دجال کے قصہ میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ "فيصلى امير المؤمنين بالناس ويصلى عيسٰى خلفهٗ"۔

۱۱.....ابی سعید رضی اللہ عنہ (بجلی آسمانی، ج۱، ص۴۱) "اخرج أبونعيم فی الحلية عن أبی سعيد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم فیقول امیر المھدی تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علٰی بعض آمرًا"۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام الگ ہوں گے اور امام مہدی الگ ہونگے اور مرزائیوں اور مرزا صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔

۱۲......امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ، باب قتل الدجال ونزول عیسٰی، ج ۲، ص ۲۹۷۔ اور کنز العمال، ص ۷، ص ۱۹۲): ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نازل ہونگے اور مسلمانوں کا امام انکو کہے گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ آگے ہوکر نماز پڑھائیں مگر وہ مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ یہ ہے خلاصہ حدیث کا۔

۱۳......نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ (مسلم، ج ۲، ص ۴۰۲۔ ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۲۵): "**قال قال رسول اللہ ﷺ فیبعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق**"۔ یعنی "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جامع دمشق کے شرقی منارہ پر اتریں گے"۔ مرزا صاحب نے قادیان میں منارہ بنا کر جیسے خود بروزی و نقلی عیسٰی بنے ویسا ہی بروزی و نقلی منارہ بھی بنایا۔ مگر چونکہ یہ بناوٹ انسانی تھی مرزا صاحب نازل پہلے ہو پڑے اور منارہ بعد میں تعمیر ہونا شروع ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تھا کہ دمشق کے شرقی منارہ پر نازل ہوں گے۔ اب یہ کہنا کہ قادیان میں مرزا صاحب پیدا ہوئے اور بعد میں جو منارہ بنایا گیا یہی منارۂ دمشق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ شرقی منارہ کے لفظ سے ثابت ہے چاروں مناروں سے جو شرقی منارہ ہے، اس پر حضرت مسیح کا نزول ہوگا۔ مگر تابعدار رسول اللہ ﷺ ہونے کے مدعی کہتے ہیں کہ "نہیں، رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) سمجھ نہ تھی، اصل مراد یہ تھی کہ قادیان جو دمشق کے شرق کی طرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے اسمیں مسیح پیدا ہوگا''۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صریح مخالفت نہیں تو کیا ہے؟ اللہ انکی حالت پر رحم کرے۔

۱۴......جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ([illegible]) ''**عن جابر بن عبدالله عن النّبی ﷺ قال: ینزل عیسٰی ابن مریم فیقول أمیرھم: تعال صل لنا فیقول: لا انّ بعضکم علی بعض أمیر تکرمة اللہ لھذه الأمة**''۔

یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھائیں تو وہ فرمائینگے کہ نہیں تم سب ایک دوسرے کے امیر ہو، اس امت کی بزرگی کے لئے''۔

۱۴......حذیفہ بن سعید الغفاری رضی اللہ عنہ (مسلم، ج۲، ص۳۹۲ اور کنز العمال، ج۷، ص۱۵۸): ''**عن حذیفة بن سعید الغفاری قال اطّلع النّبی علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذاکرون؟ قالوا نذکر السّاعة قال انّھا لن تقوم حتی ترونَ قبلھا عشر آیات. فذکر الدُّخان والدّجال والدّابة وطلوعِ الشّمس من مَغرِبھا ونزولَ عیسٰی ابن مریم**''. یعنی ''ہم قیامت کے بارے میں ذکر کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ظاہر ہوئے اور پوچھا کیا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی کہ قیامت کا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی جب تک یہ دس نشان نہ دیکھو اور ذکر کیا دھواں، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکلنا اور اترنا عیسیٰ علیہ السلام کا......(الخ)۔ اس حدیث سے پورا پورا اجماع، امت کا ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ گویا بہت سے صحابی جمع تھے اور سب کا یہی مذہب تھا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً ہوگا۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے کہ یارسول اللہ! عیسیٰ تو مر چکے ہیں وہ کس طرح آسکتے ہیں؟ حضرت ﷺ نے جو دس نشان قیامت کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرمائے سب کے سب خلاف قانون قدرت ومحالات عقلی میں سے ہیں۔

کیا سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع کرنا محال عقلی نہیں؟ کیا دابۃ الارض نکلنا محال عقلی نہیں؟ کیا دھواں کا آسمان پر ظاہر ہونا محال عقلی نہیں؟ کیا دجال کا نکلنا اور اسکی صفات علامات سب محال عقلی نہیں؟ جب ہم سب مسلمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سچا مخبر یقین کرتے ہیں اور خود قیامت کے آنے کو بھی برحق سمجھتے ہیں جو بجائے خود محالات عقلی سے ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کیونکر انکار کر سکتے ہیں صرف اس بنا پر کہ وہ محالاتِ عقلی سے ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ انسان آسمان پر جائے اور پھر اترے لیکن جب ہم اللہ تعالیٰ کو محالات عقلی پر قادر سمجھتے ہیں اور دوسری علامات قیامت کو برحق جانتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ہم کو کیوں اعتراض ہے؟ کیا صرف اس واسطے کہ اس سے مرزا صاحب کے دعویٰ کا بطلان ہوتا ہے؟ مرزا صاحب کا ایک دعویٰ نہیں ہزار اور لاکھ دعوے ہوں، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے برخلاف ہیں، تو ہم انکو باطل سمجھیں گے اور فرمانِ آنحضرت ﷺ کو سچا سمجھیں گے اور مرزا صاحب کو جھوٹا مفتری اور کذاب۔ کیونکہ کسی مسلمان سے یہ نہیں ہوسکتا کہ مرزا جی کو تو سچا سمجھے اور آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوگا، سورج مغرب سے نکلے گا۔ دابۃ الارض اور دجال ظاہر ہوں گے، تب قیامت آئیگی۔ مگر مرزا صاحب کہیں کہ نہیں مغرب سے آفتاب کے نکلنے سے اسلام کا مغرب سے ظاہر ہونا۔ دابۃ الارض علماء ہیں اور دجال پادریوں کی قوم ہے اور عیسیٰ ابن مریم میں ہوں، تو کون عقل کا اندھا تسلیم کرکے جہنم کی آگ اپنے لئے تجویز کرسکتا ہے کیونکہ یہ تاویلات بالکل غلط ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت پادری بھی تھے اور علمائے اسلام بھی تھے۔ اسلام بھی مکہ اور مدینہ کی مغرب کی جانب ظاہر ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ تاویل نہ فرمائی۔ اب جو مرزا صاحب تاویلات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تراشیں تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہوں گے اور مخالف نبی کا جہنمی ہے۔ مسلمانوں کو فلسفی دلائل سے کیا کام اگر فلسفی دلائل سے ڈر کر نزول عیسیٰ علیہ السلام سے انکار ہے تو کل جملہ مسلمات دین اور قیامت سے انکار ہوگا اور محالات عقلی کے اعتراضات ہم کو دہریت اور الحاد کی طرف لیجائیں گے۔ خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ (آمین)

۱۶.....حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): **"وعصابة تكون مع عيسٰى بن مريم"۔**

۱۷.....حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): **"ينزل عيسٰى ابن مريم عند المنارة البيضاء دمشق"۔**

۱۸.....حضرت کیسان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۰۲): **"ينزل عيسٰى ابن مريم عند المنارة البيضاء دمشق"۔**

۱۹.....حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷، ص۲۶۷): **"اخرج حكيم ابو عبد الله الترمذي في نوادر الاصول عن عبدالرحمن بن سمرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ والذي بعثني بالحق ليجدن ابن مريم في امتي خلفاء من حواريه"۔**

یعنی "قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا کہ ابن مریم میرے خلفاء میں سے ہوگا"۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اس قسمیہ بیان کے مقابل مرزا صاحب کا الٹا منطق غلط ہے کہ امتی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے نبی اللہ و رسول اللہ ہوگا۔ مطلب صاف ہے کہ رسول امتی محمد رسول اللہ ﷺ ہوگا نہ کہ ایک جھوٹا مدعی نبوت امت محمدی میں سے عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ہوگا۔ یہ کسی زبان کا محاورہ نہیں۔ آنے والے کی جب تمیزی صفات بیان کی جائیں تو وہ تمیزی صفات کوئی اپنے اوپر چسپاں کر کے مدعی بن بیٹھے۔ جب کہا جائے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ڈاکٹر رحیم خان دہلی میں آئینگے تو اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہوسکتے کہ رحیم خان دہلی میں پہلے آئیگا اور بعد میں مدعی ہوگا کہ چونکہ آنیوالا ڈاکٹر ہے اس لئے میں ڈاکٹر ہوں۔ ڈاکٹر تو اسکی صفت ہے جو اسکی ذات کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی آنیوالا ابن مریم نبی اللہ ورسول اللہ وروح اللہ ہے۔ ایک امتی کبھی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ آنیوالا نبی اللہ اور رسول اللہ وروح اللہ ہے اسلئے میں ہی مسیح موعود ہوں اور میں ہی نبی اللہ ورسول اللہ وروح اللہ ہوں۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قسمیہ بیان کے مقابل مرزا صاحب کا امتی ہو کر رسول اللہ ونبی اللہ بننا باطل ہے۔

۲۰......حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ (مجمع الزوائد ج ۱ص ۳۰۶): **"أخرج البزار والطبرانی عن سمرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم مصدقا لمحمد وعلی ملته فیقتل الدجّال ثم انما هو قیام السّاعة"**. یعنی "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسٰی بیٹا مریم کا نازل ہوگا اور محمد ﷺ کی تصدیق کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا، پھر قیامت ہوگی۔

۲۱......مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ (ترمذی ترجمہ اردو، ج ۲، ص ۱۲۱ و کنز العمال، ج ۷، ص ۲۰۲، مرقاۃ، ج ۵، ص ۱۹۸): **"عن مجمع ابن جارية الانصاری قال سمعت النّبی یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ"**.

۲۲......حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج ۷، ص ۱۸۶): **"أخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی معاجمه عن واثلة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لاتقوم السّاعة حتی تکون عشر ایات خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب والدجّال ونزول عیسٰی ویاجوج وماجوج"**.

۲۳......حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج ۷، ص ۱۸۵): **"أخرج ابن جریر عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول اللہ ﷺ ان أوّل الأیات الدجّال ونزول**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیسٰی علیہ السلام”.

۲۴۔۔۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۶،ص۱۲۶): “أخرج الدیلمی عن أنس رضی اللہ عنہ قال کان طعام عیسٰی علیہ السلام الباقلاء حتی رفع ولم یأکل عیسٰی علیہ السلام شیئا غیرته النار حتی رفع”.

۲۵۔۔۔۔ابی شریحہ رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷،ص۱۸۵): “اخرج ابن عساکر والطبرانی والبغوی عن أبی شریحة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ عشر یدی السّاعة خسف بالمغرب وخسف بالمشرق وخسف بجزیرة العرب والدخان ونزول عیسٰی ابن مریم”.

۲۶۔۔۔۔عروۃ ابن رویم رضی اللہ عنہ (کنز العمال، ج۷،ص۲۰۲): “أخرج الحکیم عن عروة قال قال رسول الله ﷺ خیر هذه الأمّة أوّلها وآخرها أوّلها فیهم رسول الله وآخرها فیهم عیسٰی ابن مریم علیہ السلام”.

۲۷۔۔۔۔یحیٰی ابن عبد الرحمٰن الثقفی رضی اللہ عنہ (درمنثور، ج۲،ص۲۵): “أخرج ابن أبی حاتم عن یحیٰی ابن عبد الرحمن الثقفی قال انّ عیسٰی علیہ السلام کان سائحا ولذلک سمّی المسیح کان یمسی بأرض ویصبح بأخری وانّه لم یتزوج حتی رفع”.

۲۸۔۔۔۔حاطب ابن ابی طلتعہ رضی اللہ عنہ (خصائص الکبریٰ،ج۲،ص۱۲): “أخرج البیهقی عنه انّ الله تعالٰی رفع عیسٰی علیہ السلام فی السّماء”. مرزائی کہا کرتے ہیں آسمان کا لفظ دکھاؤ۔ اس حدیث میں آسمان کا لفظ بھی ہے۔

۲۹۔۔۔۔حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ (درمنثور،۵،ص۳۴۴): “أخرج ابن أبی شیبة عن سفینة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ فینزل عیسٰی علیہ السلام فیقتله (أی الدّجال) الله عند عقبة أفیق”.

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرات تابعین رحمہم اللہ

۳۰.....محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ (درمنثور ج۲ص۲۴۱) اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ عن محمد بن علی بن ابی طالب هو ابن الحنيفة: انّ عيسٰی لم يمت وانّه رفع الی السّمآء وهو نازل قبل انْ تقوم السّاعة......(الخ) یعنی عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ زندہ اٹھائے گئے طرف آسمان کی اور وہی اتریں گے قیامت سے پہلے"۔

لو حکیم صاحب! یہ تو حضرات تابعین میں سے ہیں جو حیات مسیح کے قائل ہیں اور وفات مسیح کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہی عیسیٰ نبی ناصری اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

۳۱.....امام اعظم نعمان بن ثابت، یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (فقہ اکبر ص۱۹): "خروج الدجّال وياجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسٰی علیہ السلام من السمآء وسائر علامات يوم القيمة علی ما وردت به الأخبار الصحيحة حق كائن"۔

یہ امام صاحب اس قدر صاحب فراست وفضیلت ہیں کہ مرزا صاحب انکے حق میں لکھتے ہیں:

"امام اعظم اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں آئمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل اور اعلیٰ تھے اور انکی خداداد قوت اور قدرت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور انکی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک دستگاہ تھی"۔ (دیکھو "ازالہ اوہام" جلد دوم، ص۵۳۰۔۵۳۱)

لیجئے حکیم صاحب آپ کے مرشد مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ علیہ فہم وفراست میں دوسرے تین اماموں سے افضل واعلیٰ تھے۔ جب ایک بات کو اعلیٰ شخص مان لے تو یقین ہو سکتا ہے کہ دوسرے تین امام بھی اسی مذہب پر تھے۔ کیونکہ اعلیٰ شخص مان گیا تو ادنیٰ ضرور مانیں گے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں امام اس اعتقاد پر تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونگے۔ اور سورج بھی واقعی ان دنوں مغرب کی طرف سے نکلے گے، وغیرہ وغیرہ۔

۳۲......امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (مسند امام احمد ا،ص ۳۱۸): ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ یہ عیسیٰ ابن مریم کا قبل روزِ قیامت نکلنا ہے''۔

۳۳......امام محمد بن ادریس الشافعی رضی اللہ عنہ یہ صاحب امام مالک اور امام محمد رحمہما اللہ کے شاگرد تھے جو کہ شاگرد تھے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے۔ جن کا مذہب اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ کل اماموں کا یہی مذہب تھا جو امام اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا، ورنہ اختلاف نہ کرنا دلیل موافقت کی ہے۔

۳۴......امام حسن بصری رضی اللہ عنہ (فتح الباری ۱۳،ص ۳۸۱، درمنثور ۲،ص ۲۴۱): ''اخرج ابن جریر عن الحسن ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ قال قبل موت عیسیٰ علیہ السلام والله إنّه الآن حيٌّ عند الله، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون''.

اس سے حیات مسیح ثابت ہے۔

۳۵......کعب الاحبار رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری ۷،ص ۵۴۳): اخرج ابونعیم فی الحلیته عن کعب الاحبار: فيرجع إمام المسلمين المهدى فيقول عيسى ابن مريم تقدم. اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ اور مہدی الگ الگ دو شخص ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

۳۶......ربیع ابن انس رضی اللہ عنہ (درمنثور ۲،ص ۳۔ کبیر ج ۲،ص ۳۹۴۔ ابی السعود ج ۲،ص ۵۸): اخرج ابن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جریر وابن أبی حاتم عن الربیع قال: انّ النصاری أتوا النّبی فخاصموا فی عیسیٰ ابن مریم أن قال لھم النّبی ألستم تعلمون أنّ ربنا حیٌّ لا یموت وانّ عیسیٰ یأتی علیه الفناء؟ یعنی رسول اللہ ﷺ کے پاس نصاری آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بحث ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ زندہ اور لا یموت ہے، یعنی اللہ کو موت نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئیگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بزرگ بھی حیات مسیح کے بموجب اس حدیث کے قائل تھے، ورنہ رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت "مات" فرماتے "یأتی علیه الفناء" نہ فرماتے، کیونکہ "یأتی علیه الفناء" سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں، بعد نزول ان پر فنا وارد ہوگی۔

۳۷..... حریث بن مخشی رضی اللہ عنہ (درمنثور۲، ص۳۶) اخرج حاکم فی المستدرک عن الحریث ابن مخشی قال ولیلة أسری بعیسٰی یعنی رفع الی السماء. یہاں بھی آسمان کا لفظ مذکور ہے۔

۳۸..... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (درمنثو ر۲۳۸) اخرج ابن جریر ومنع الله نبیه ورفعه الیه.

۳۹..... حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ (درمنثور) اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن مجاھد فی قوله تعالٰی ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ قال: صلبوا رجلاً غیر عیسٰی ورفع الله الیه عیسٰی حیًّا. یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے اور ان کا غیر صلیب دیا گیا۔

۴۰..... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن، ۴۱۔۴۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۱..... حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن، ۴۱۔۴۲): مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۴۲......ابو مالک رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن ۱۔۴۲)؛ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۳......ابو العالیہ رضی اللہ عنہ (تفسیر ترجمان القرآن ۱۔۴۲)؛ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کرنا قیامت کا نشان ہے۔

۴۴......وہب ابن منبہ رضی اللہ عنہ (درمنثور ۱/ص ۳۶)؛ **اخرج ابن عساکر وحاکم عن وھب ابن منبۃ قال اماتَ اللّٰہ عیسٰی ثلاث ساعات ثم أحیاہ ورفعہ.** یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین ساعت تک مارے رکھا، پھر زندہ کیا اور پھر اسکو اٹھالیا۔ یہ تفسیر اناجیل مروجہ کے مطابق ہے۔

۴۵......عطاء ابن ابی رباح رضی اللہ عنہ (تفسیر فتوحات الہیہ ۱/ص ۵۳۵)؛ **قال عطاء اذا نزل عیسٰی الی الأرض لایبقٰی یھودی ولانصارٰی الاّ آمن بعیسٰی.** یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے تو کوئی یہودی اور نصاریٰ نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔ اس سے بھی آسمان سے اترنا ظاہر ہے، بلکہ **نزل عیسٰی الی الأرض** لکھا ہے۔

۴۶......امام جعفر رضی اللہ عنہ

۴۷......امام باقر رضی اللہ عنہ۔

۴۸......امام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔

۴۹......امام حسن رضی اللہ عنہ (مشکوۃ المصابیح ۲/ص ۶۱)؛ **اخرج رزین عن جعفر الصادق عن أبیہ محمد باقر عن جدہ امام حسن ابو زین العابدین قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کیف تھلک امۃ أنا أوّلھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا.** یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جسکے اوّل میں ہوں اور درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ناظرین! اب تو مرزاجی کا تمام طلسم ٹوٹا۔اب تو روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مہدی الگ ہے اور مسیح موعود وہی نبی اللہ ہے، نہ کہ کوئی امتی جو کہ بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے۔

۵۰......حسین بن الفضل رضی اللہ عنہ (تفسیر خازن ا،ص۲۴۲۔ کبیر ۲،ص۴۵۶): **قول الحسین ابن الفضل ان المراد بقوله ﴿ وَكَهْلاً ﴾ بعد انْ ينزل من السمآء فى آخر الزمان وَيُكَلِّمُ النَّاس ويقتل الدجال.** یہی مضمون تفسیر فتح البیان ج ۲،ص۴۴ میں ہے۔

گروہ محدثین رحمہم اللہ

۵۱......حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (صحیح بخاری، نزول عیسیٰ ابن مریم، کتاب ذکر الانبیاء ج ا،ص ۴۹۰): **عن أبى هريرة قال قال رسول الله والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب و يفيض المال حتى لايقبل احد وتكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة فاقرؤا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾**

(ب)......(درمنثور ج ۲،ص ۲۴۵): **اخرج البخارى فى تاريخه عن عبد الله ابن سلام قال يدفن عيسٰى مع رسول الله وابى بكر وعمر ويكون قبرًا.**

ناظرین! یہ وہی بخاری ہے جسکو مرزا صاحب بھی اصح الکتب بعد قرآن شریف کے مانتے ہیں،اس میں قرآن مجید کے حوالہ سے حیات مسیح واصالتاً نزول مسیح ثابت ہے اور مدینہ منورہ میں فوت ہوکر دفن ہونا بھی ثابت ہے۔

۵۲......امام حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مسلم ا،ص ۹۳،۹۶): **عن جابر أن رسول الله ﷺ قال: عرض علىَّ الأنبياءُ فاذا موسٰى ضَرْبٌ من الرِّجالِ**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

كأنّه من رِجال شنُونة ورأيْتُ عيسٰى ابن مريم فاذا أقرب مَنْ رايت به شبهًا عروة بن مسعود.

......(صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۰۲) عن ابن عمرقال رسول الله ﷺ يخرج الدجّال في اُمتي فيمكث أربعين 'لا أدرى أربعين يومًا أو شهرًا أو عامًا' فيبعث الله عيسٰى ابن مريم كأنّه عروةُ بنُ مسعودٍ فيطلبه فيهلكه. ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات عیاں ہے کہ آنیوالا مسیح وہی عیسٰی ابن مریم ناصری ہوگا، جسکو رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں دیکھا تھا۔ نہ مرزا صاحب کہ جو اُس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

۵۳......ابو عبدالرحمن محمد ابن ماجہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۵) عن نواس ابن سمعان ان المسيح ينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق...... (الخ)

۵۴......حافظ ابو عیسٰی محمد بن محمد علی الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ (سنن الترمذی ج ۲ ص ۴۷) عن نواس ان المسيح ينزل عند المنارة البيضاء دمشق...... (الخ)

۵۵......سلیمان ابن اشعب سجستانی رحمۃ اللہ علیہ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۶) عن ابی هريرة عن النّبی ﷺ قال ليس نبی بيني و بينه. أی عيسٰى وأنّه نازل...... (الخ)

۵۶......محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (حجج آسانی ج ۱ ص ۴۴) اخرج ابن ابی شيبة فی مصنفه عن ابن شبر قال المهدی من هذه الامّة وهو الذی يوم عيسٰى ابن مريم.
اس سے بھی ثابت ہے کہ عیسٰی اور مہدی الگ الگ ہیں۔

۵۷......ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال ۷، ص ۲۰۲) اخرج ابو داؤد طيالسی فی مسند عن أبی هريرة عن النّبی ﷺ قال لم يسلط على الدجال الا عيسٰى ابن مريم.

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۵۸......ابوعبداللہ محمد المعروف بحاکم رحمۃ اللہ علیہ (عون المعبود شرح ابوداؤد ۴، ص ۲۰۵): اخرج الحاکم عن أبی ھریرۃ عن النّبی قال لیھبطن عیسٰی ابن مریم حکما عدلا، وماما مقسطا.

۵۹......امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (درمنثور ۶، ص ۲۰): اخرج عبد الرزاق عن قتادۃ ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ قال نزول عیسیٰ للسّاعۃ (الخ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول نشان قیامت ہے۔

۶۰......ابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ۶۱......ابن مرویہ رحمۃ اللہ علیہ، ۶۲......عبد ابن حمید رحمۃ اللہ علیہ، ۶۳......سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ، ۶۴......طبرانی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر درمنثور" میں مذکور ہے کہ یہ محدثین حضرات ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ کی تفسیر کرتے ہیں کہ قیامت کے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔

۶۵......ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ (آسمانی کجلی ا،ص ۳۸): اخرج ابو نعیم عن عبداللہ بن مسعود فی الحدیث الطویل حتّٰی ینزل علیھم عیسٰی ابن مریم فیقاتلون مع الدجّال......(الخ)

اخرج اسحٰی ابن بشیر و ابن العساکر طویل حتّٰی ینزل علیھم عیسٰی ابن مریم فیقاتلون مع الدجال. الخ

۶۶......اسحاق بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ، ۶۷......ابن العساکر رحمۃ اللہ علیہ "کنز العمال ۷، ص ۲۶۸" میں ہے: اخرج اسحق بن بشیر و ابن العساکر عن ابن عباس عن النّبی ﷺ فعند ذلک ینزل أخی عیسٰی ابن مریم من السماء......(الخ)

۶۸......ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ (کجلی آسمانی ج ا،ص ۴۹): اخرج ابن ابی شیبۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ فینزل عیسٰی فیقتل الدجال......(الخ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۶۹......ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (مشکوۃ، باب نزول عیسیٰ ابن مریم ۴،ص ۱۴۹): **اخرج ابن جوزی فی کتاب الوفاء عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له یمکث خمسا واربعین سنة**......(الخ) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے۔ پھر شادی کریں گے اور انکی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس رہیں گے پھر فوت ہونگے اور مدینہ میں مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ تمام حدیث کا مضمون ہے۔ (اس حدیث کو مرزا صاحب نے اپنی کتاب "نزول مسیح" میں صحیح سمجھ کر ذکر کیا ہے اور اپنا نکاح آسمانی اسی "**یتزوج**" سے ثابت کیا ہے۔ مگر افسوس نہ نکاح ہوا اور نہ بچے مسیح ہوئے۔

۷۰......ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (اسعاف الراغبین بر حاشیہ مشارق الانوار مطبوعہ مصر ص ۱۳۴): **اخرج ابن حبان مرفوعا ینزل عیسیٰ فیقول امیر المهدی تعال صل بنا فیقول له انّما بعضکم ائمة علٰی بعض تکرمةً لهذه الامّة**......(الخ)

۷۱......ابوعبدالرحمٰن احمد شعیب نسائی (سنن النسائی، کتاب الجہاد، ص ۲۹۶): **عن ثوبان عن النّبی قال قال رسول اللہ ﷺ عصابتان من اُمّتی اَحرزهما اللہ من النّار عصابةٌ تغزُو الهِنْدَ وعصابةٌ تکونُ مع عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام.**

۷۲......دیلمی رحمۃ اللہ علیہ (کنز العمال ۷، ص ۱۲۶): **اخرج الدیلمی عن أنس قال کان طعام عیسیٰ الباقلاء حتی رفع ولم یأکل عیسیٰ شیئا غیرته النار حتی رفع.**

۷۳......بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۱): **عن أبی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذ نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم.** یہاں بھی لفظ آسمان ہے۔

۷۴......بزار رحمۃ اللہ علیہ (تجلی آسمانی ، ص ۲۶): **اخرج البزار عن ابن مسعود قال قال**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم مصدقا لمحمد وعلی ملتہٖ فیقتل الدجال ثم انما ھو قیام الساعۃ.

۷۵......احمد بن علی ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ (حجج الکرامہ ص۴۲۱): **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لیدرکن رجال من امتی عیسٰی ابن مریم ویشھد انّ قتال الدجال.**

(رواہ ابو یعلی)

ناظرین! قتال دجال کب ہوا اور مرزا صاحب نے کب دجال کو قتل کیا تا کہ سچے مسیح موعود ثابت ہوتے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام امت میں سے نہ ہوگا، بلکہ وہی عیسٰی ابن مریم نبی اللہ ہوگا۔ پس مسئلہ بروز بھی غلط ہوا۔

۷۶......رزین رحمۃ اللہ علیہ (مشکوٰۃ ج۲، ص۵۸۳، باب ثواب ہذہ الامۃ)

طبقۂ مفسرین

۷۷......ابو جعفر محمد ابن جریر طبری شافعی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابن جریر، ج۱۰، ص۱۷ اور ج۲۸ ص۵۴): ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ جب عیسٰی علیہ السلام اتریں گے تو کل دین ان کے تابع ہو جائیں گے۔

ناظرین فرمائیے کہ ایسا ہوا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ عیسائیوں اور آریوں کا غلبہ ہوا۔

دوم: ”تفسیر ابی السعود بحاشیہ کبیر ج۱، ص۱۳۷: اخبار الطبری کی **”ان اللہ رفع عیسٰی من غیر موت“**. یعنی عیسٰی علیہ السلام کا رفع بغیر موت کے ہوا۔

۷۸......حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابن کثیر بحاشیہ فتح البیان، مطبوعہ مصر، ج۲، ص۲۲۰) **نجاہ اللہ من بینھم، ورفعہ من رَوْزَنَۃِ ذلک البیت الی السّمآء.** (ج۳، ص۲۳۲): **وبقاء حیاتہ (ای عیسٰی) فی السماء وانّہٗ سینزل الی الأرض قبل یوم القیٰمۃ.**

۷۹......امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر کبیر): **﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ رفع عیسٰی الی**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

السمآء ثابت بهذه الآية (ب۳،ص ۴۴۱) فمثل عروج النّبی الی المعراج وعروج عیسٰی الی السماء.

۸۰......امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ۸۱......امام جلال الدین محلّی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر جلالین و اتقان صفحات ۳۳،۳۳) ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللهُ﴾ بانّ الله تشبه عیسٰی علی من قصد قتلهٗ ورفع عیسٰی الی السماء. (خصائص الکبرٰی ۲،ص ۸۴): واوفی رفع الی السماء.

۸۲......محمد طاہر گجراتی رحمۃ اللہ علیہ (مجمع البحار ۱،ص ۱۶): فبعث الله عیسٰی ای ینزل من السماء. یعنی عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

۸۳......قاضی نصیر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر بیضاوی ۲،ص ۸۲): روی انّ عیسٰی ینزل من السمآء حین یخرج الدجّال فیهلكه......(الخ)

۸۴......حافظ ابو محمد حسین البغوی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر معالم التنزیل ۱،ص ۲۶۳): ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ عیسٰی الی السماء.

۸۵......سید معین الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر جامع البیان ص ۱۰۱) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ بالرفع الی السماء.

۸۶......شیخ الاسلام ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابوسعود بحاشیہ کبیر ۳،ص ۴۹۹) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ فلما رفعتنی الی السمآء. یعنی اٹھایا مجھ کو طرف آسمان کی۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا۔

۸۷......علاؤ الدین خازن رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر خازن ۱،ص ۵۳۱): ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ فلما رفعتنی الی السماء.

۸۸......ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر مدارک التنزیل ۱،ص ۲۰۶): روی ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیسٰی ینزل من السماء فی آخر الزمان.

۸۹۔۔۔محمد بن عمر زمخشری (تفسیر کشاف ا، ص ۳۰۹): **رافعک الی سمائی.**

۹۰۔۔۔شیخ زین الدین (تفسیر تیسیر المناف تجبیر الرحمٰن ا، ص ۱۱۳): **رافعک الی سمائی.**

۹۱۔۔۔شیخ سلیمان جمل (تفسیر فتوحات الہیہ ا، ص ۱۵۸): **﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ أی اخذ شیٔ وافیا باالرفع.**

۹۲۔۔۔صاحب تنویر (تفسیر تنویر المقیاس بحاشیہ درمنثور ا، ص ۳۷۸): **رفعتنی من بینهم یعنی یهود**

۹۳۔۔۔شیخ کمال الدین (تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین ص ۵۰): **ان الله رفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء.**

۹۴۔۔۔امام زاہدی (تفسیر زاہدی قلمی، ورق ۹۴، ص ۲): **رفع الله عیسٰی حیًّا الی السماء.**

۹۵۔۔۔قاضی حسین بن علی (تفسیر حسینی ۲، ص ۷۸): **چوں کار بر موملناں تنگ آید حق سبحانہٗ.**

۹۶۔۔۔مولانا احتشام الدین (تفسیر اکسیر اعظم، ج ۲، ص ۳۰)

خدا نے عیسٰی کو آسمان پر اٹھالیا۔

۹۷۔قاضی شوکانی یمنی (تفسیر روح البیان، ج ا، ص ۱۵۷)

تواترت الاحادیث بنزول عیسٰی جسماً.

ناظرین! یہاں جسم کا لفظ بھی ہے۔

۹۸۔شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی: (تاویل الاحادیث مترجم رموز القصص الانبیاء ص ۹۰)

جو کہ مجدد زمان تھے اور لاہوری مرزائی جماعت ان کو مجدد مانتی ہے۔ اب طریق ایمان دار یہ ہے کہ ان کا فیصلہ قبول کریں۔ وہو ہٰذا۔

واجمعوا علی قتل عیسٰی و مکروا و مکر الله والله خیر الماکرین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فجعل له فيه مشابهة و رفعه الى السماء. یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہوئے پس مکر کیا انہوں نے اور تدبیر فرمائی اللہ نے اور اللہ غالب تدبیر فرمانے والا ہے۔

پس اللہ نے شبیہ عیسیٰ علیہ السلام کی ڈال دی ایک برابرا ٹھالیا اس کو یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو طرف آسمان کی۔ یہ مضمون مطابق ہے انجیل برنباس کے۔ دیکھو انجیل برنباس فصل ۱۱۲، آیت ۱۳ تا ۱۶۔ ''اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالے گا۔'' ۱۴۔ ''اور اس بنا پر پس مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے قتل کیا جائے گا۔'' ۱۵۔ ''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک خیال کرے گا کہ میں ہوں۔'' ۱۶۔ مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کرے گا۔''

(انجیل برنباس اردو، فصل ۱۱۲، آیت ۱۳ تا ۱۶، ص ۲۱۸، مطبوعہ ۱۹۱۶)

پھر دیکھو فصل ۲۱۶: (۱) اور یہوداذ ور کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوگا جس میں یسوع اٹھالیا گیا تھا۔ (۲) اور شاگرد سب کے سب سور ہے تھے۔ جب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا بولی اور چہرہ میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع۔ (۴۔۵) لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تا کہ دیکھے کہ معلم کہاں ہے۔ (۶) اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا: اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ (۷) پس تو ہم کو بھول گیا۔ (۸) مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا: کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخر یوطی کو نہیں پہچانتے۔ (۹) اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا، سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

(انجیل برنباس اردو، فصل ۲۱۶، آیت ۱ تا ۹، ص ۳۵۸، مطبوعہ ۱۹۱۶)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی انجیل برنباس کے مطابق حضرات مفسرین نے شبہ لھم کی تفسیر کی ہے۔ پس وہ مذہب مفسرین کے ہیں یا تو صلیب پر فوت ہو کر بعد تین ساعت یا دن کے زندہ کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا یا یہودا کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بدل دی اور صلیب سے بال بال بچا کر اٹھا لیا۔ اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشگوئی تھی کہ مقدس رسول محمد ﷺ آ کر میرے سے یہ بدنام کا دھبہ اٹھا لے گا۔

قرآن مجید نے ماقتلوہ وما صلبوہ فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب نہ دیئے جانے اور عذاب سے بچ جانے کا ارشاد فرمایا۔ اور جو بدنامی ایک نبی اللہ کی ہو رہی تھی کہ وہ صلیب دیا گیا اور لمبے لمبے کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکے گئے اور وہ معذب ہوا، اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔

حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کا یہ بیان اجماع امت کے مطابق ہے۔ اب مرزا قادیانی بھی مجدد ہونے کا دعویٰ کر کے تمام امت کے برخلاف کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ صلیب دیا گیا اور فوت ہو گیا۔ کوئی سند شرعی ہے تو پیش کرو۔ ورنہ خدا کے عذاب سے ڈرو اور سوچو کہ وہ مجددوں میں سے یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مرزا قادیانی میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے جس مجدد کی تحریر اجماع امت و اناجیل و قرآن و حدیث کے مطابق ہے وہی سچا ہے اور مرزا قادیانی چونکہ سب کے برخلاف جاتے ہیں اس لئے جھوٹے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بزرگان دین وعلمائے کرام کا طبقہ

۹۹۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

اللہ عزوجل عیسیٰ را بآسمان برداشت (مدارج النبوت، ج۱،ص۱۱۲)

فرو آید عیسیٰ از آسمان بزمین (لمعات ج۴،ص۳۴۴)

۱۰۰۔حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی:

حضرت عیسیٰ که از آسمان نزول خواهد فرمود و متابعت شریعت خاتم الرسل خواهد نمود۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، حصہ ہشتم، مکتوب نمبر ۱۱،ص۳۰۵)

۱۰۱......شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (تلخیص الحبیر ۲،ص۳۱۹) **واما رفع عيسى فاتفق اصحاب الأخبار والتفسير على أنه رفع ببدنه حيا۔** یعنی اہل تفسیر واحادیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اسی جسم کے ساتھ اٹھائے گئے۔

کیوں جی مرزائی صاحبان! اب تو آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ بزرگ شہادت دیتے ہیں کہ اہل تفسیر وحدیث کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن اور جسم کے ساتھ اٹھائے گئے۔ آپ تو ضعیف سے ضعیف حدیث طلب کرتے ہیں۔ یہاں تو تمام صحیح حدیثوں اور تفسیروں کا اتفاق ہے کہ اسی بدن کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ہوا اور یہ مرزا صاحب اور آپ کا ڈھکوسلہ غلط ہوا کہ انکا رفع روحانی ہوا۔ چونکہ یہ بزرگان دین مرزا صاحب سے کئی سال بلکہ صدیوں پہلے گذرے ہیں۔ یہ بالکل قیاس نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے عداوت سے ایسا لکھا ہے۔ جیسا کہ آپ حال کے علماء کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب سے عداوت کے باعث حیات مسیح اور اصالتاً انکے نزول پر زور دیتے ہیں۔

۱۰۲......سید بدرالدین علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۱۱،ص۳۷۱): **ان عيسى**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یقتل الدجال بعد ان ینزل من السماء......(الخ)۔

(ب)...... (۷،ص۳۵۳): ان عیسٰی دعا اللہ لما رأی صفۃ محمد وأمتہ أن یجعلہ منھم فاستجاب اللہ دعائہ وابقاہ حیا حتی ینزل فی آخر الزمان ویجدد أمر الاسلام۔

(ت)...... (۷،ص۴۲۷): القول الصحیح بأنّ عیسٰی رفع وھو حیٌّ......(الخ)

لو ناظرین! اب تو عیسٰی علیہ السلام کا زندہ اور رفع بجسد عنصری ثابت ہوا۔ یہ صحیح بخاری کی شرح اس بزرگ نے انجیل برنباس کے مطابق کی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ دیکھو اصل عبارت انجیل برنباس: ''اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی، تو اپنے خادم (عیسٰی) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمد ﷺ) کی امت میں ہونا نصیب فرما''۔ (فصل ۲۱۲، صفحہ ۲۹۴، انجیل برنباس)

یہ وہ انجیل ہے جس کو مرزا صاحب صحیح مانتے ہیں۔ اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام تا نزول زندہ ہیں اور حدیث کے معنی جو مرزا صاحب کرتے ہیں غلط ہیں۔

۱۰۳......علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۵،ص۴۱۹): ینزل عیسٰی من السماء الی الارض۔

(ب)...... (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۷،ص۱۱۴): ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ أی بالرفع الی السماء۔

ناظرین! اب تو مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹا کہ وہ توفیتنی سے وفات مسیح ثابت کرتے ہیں، اور بخاری کی حدیثوں کے غلط معنی کرتے ہیں۔

۱۰۴......حافظ شمس الدین ابن قیم (ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری،ص۱۰۴): ان المسیح نازل من السماء فیکم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۰۵......علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقاۃ ج ۵، ص ۱۶۰) **ینزل عیسٰی من السماء علی منارۃ مسجد دمشق.**

(ب) (مرقاۃ ج ۵، ص ۲۲۳ اور رسالہ مہدی ص ۱۵): **ان عیسٰی رفع به الی السماء و عمرہٗ ثلاث و ثلاثون سنة.**

۱۰۶......شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (فتوحات مکیہ مصر باب ۳۶۷): حدیث معراج میں فرماتے ہیں: **فلما دخل اذا بعیسٰی بجسدہٖ عینه فانّهٗ لم یمت الی الآن ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ الٰی ھذہ السماء.**

مرزائی دوستو! اب بھی کوئی عذر کرو گے؟ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود نبی و رسول ہے اور آپ کا اور آپ کے امیر مولوی محمد علی صاحب اور تمام جماعت کا اعتقاد ہے کہ مرزا نبی و رسول نہیں۔ اور چونکہ وہ نبی و رسول نہیں تو پھر مسیح موعود بھی نہیں۔

۱۰۷......امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (الیواقیت والجواہر جلد ۲، ص ۱۹۱، بحث ۶۵ ویں): **والحق ان المسیح رفع بجسدہٖ الی السماء والایمان بذلک واجب، قال اللّٰه تعالٰی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾.**

۱۰۸......علامہ ابوطاہر قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (الیواقیت والجواہر، جلد ۳، ص ۱۵۱) **قال ابو طاھر قزوینی واعلم ان کیفیة رفع عیسٰی ونزوله و کیفیة مکثه فی السمآء الی أن ینزل من غیر طعام و لاشراب ھما یتقاصر عن درکه العقل.**

۱۰۹......امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر ابوالسعود): **قال القرطبی والصحیح أنّ اللّٰه رفع عیسٰی من غیر موت.**

۱۱۰......خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوب ۔، دفتر سوم): **حضرت**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خواجه محمد پارسا در کتاب فصول سته نقل معتمد ...... حضرت عیسیٰ بعد از نزول عمل بمذہب امام ابی حنیفة خواهد کرد.

۱۱۱......یحییٰ بن اشرف محی الدین علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ (نووی شرح مسلم، جلد۲،ص ۴۰۳): **فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم ای یُنزله من السّمآء حاکمًا بشرْعنا.** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائیگا، یعنی آسمان سے اتار کر ہماری شریعت کا حاکم امام بنائیگا۔

۱۱۲......علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (شرح عقائد نسفی، صفحہ ۱۴۲): **اخبر النبی ﷺ من اشراط الساعة ان من علامتها خروج الدجّال ودابة الأرض ویاجوج وماجوج ونزول عیسیٰ من السمآء وطلوع الشمس من مغربها.**

۱۱۳......ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' میں بہت احادیث لکھی ہیں، دیکھو باب نزول عیسیٰ علیہ السلام۔

ناظرین! یہ عقائد کی کتاب ہے اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اعتقاد رکھے کہ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے نشانات میں سے ایک نشان ہے۔

۱۱۴......شیخ محمد بن احمد الاسفرائینی الحنبلی نے اپنی کتاب ''لوائح الانوار البہیۃ'' جلد۲، ص۸۹ پر لکھا ہے: **من علامات الساعة العظیمة العلامة الثالثة أنْ ینزل من السمآء عیسیٰ ابن مریم ونزوله ثابت بالکتاب والسنة واجماع الامة.** اس بزرگ کی بھی شہادت یاد رکھو کہ اجماع الامت اسی پر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت ضلالت پر کبھی جمع نہ ہوگی''۔ پس ثابت ہوا کہ یہی اعتقاد درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے اور وہی قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور مرزا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب ایسا ہی جھوٹا ہے جیسا کہ پہلے یحییٰ ابن فارس اور باقی آٹھ جھوٹے مدعیان مسیحیت گذرے ہیں۔

۱۱۵......حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کشف المحجوب'' کے اردو ترجمہ مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرقع رکھتے تھے جسے وہ آسمان پر لے گئے''۔

فرمایئے مرزائی صاحبان! اب بھی جسد عنصری سے رفع جسمانی ثابت ہوا ہے یا نہیں؟ کیا روح بھی مرقع (گوڈری) پہنا کرتا ہے؟ اور حضرت گنج بخش صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحیح سنت کے طریقوں میں آیا ہے۔ یعنی داتا صاحب نے حدیثوں سے تحقیق کر کے لکھا ہے۔

۱۱۶......حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۷......حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (انیس الارواح، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ص۹) **محمد بن عبداللہ یعنی امام مهدی پیروں آید ازمشرق تا عرب عدل وے بگیرود حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید۔**

۱۱۸......قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ (صحیح مسلم ج۲، ص۴۰۳ حاشیہ نووی): **قال القاضی نزول عیسیٰ و قتل الدجال حق وصحیح عند اهل السنة بالاحادیث الصحیحة.**

(عون المعبود، ص۲۰۳۲)

۱۱۹......شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی: آپ کی کتاب ''علامات قیامت'' کا اردو ترجمہ ص ۱۰۰: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

۱۲۰......شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی: (قرآن مجید مترجمہ شاہ صاحب مطبوعہ کریمی بمبئی ص ۱۳۸): (فائدہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

موضح القرآن): حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں، جب یہود میں دجال پیدا ہوگا، تب اسی جہان میں آ کر اس کو ماریں گے۔

۱۲۱.....مولانا عبدالحق صاحب حقانی (عقائد الاسلام، مطبوعہ مطبع اکمل المطابع ص ۱۸۷): بوقت رات ملائکہ حضرت مسیح کو آسمان پر لے گئے تھے اور آپ آسمان پر زندہ ہیں۔

۱۲۲.....نواب صدیق حسن خان صاحب (تفسیر ترجمان القرآن ج ۲، ص ۱۰۲): اس بات پر خبریں متفق ہیں کہ عیسیٰ نہیں مرے۔ بلکہ آسمان میں اسی حیات دنیوی پر باقی ہیں...... (الخ)

۱۲۳.....نواب قطب الدین دہلوی (مظاہر حق ج ۴، ص ۳۳۹): جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس وقت ۳۳ برس کے تھے۔

۱۲۴.....ابوالحسن محمد بن حسین الاسلوی الخسعی (رسالہ مہدی ص ۳۳۵ اور فتح الباری ج ۱۳، ص ۲۸۲): **قال ابو الحسن الخَسْعِیّ الآبدیّ فی مناقب الشافعیّ: تواترت الأخبار بأنّ المَهْدِیّ من هذه الأمّة و أنّ عیسٰی ابن مریم یصلی خلفه.** اس سے ثابت ہے کہ مہدی الگ ہے اور عیسیٰ الگ ہے۔

۱۲۵.....حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (علامہ دمیری کی کتاب "حیات الحیوان" ج ۱، ص ۳۰۶): **عن ابو نعیم قال سمعت معروف کرخی یقول: فأوحی الله عزّوجل الی جبریل ارفع عبدی الیّ.** یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کی جبرئیل کی طرف کہ میرے بندے کو میری طرف اٹھا لے...... (الخ)

۱۲۶.....مورخ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ کامل ج ۱، ص ۱۰۹): **فرفع عیسٰی الی السماء من تلک الروزنة.**

۱۲۷.....مورخ خادم علی فاروقی (تاریخ جدولیہ، ص ۵۰۹): حضرت عیسیٰ ۵۲۱۷ ہبوط آدم میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ الخ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۲۸......مورخ ابن خلدون (تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۲۰۷): **ان المهدی الاکبر الذی یخرج فی اخر الزمان وان عیسٰی یکون صاحبه ویصلی خلفهٗ.**

۱۲۹......مورخ مسعودی (تاریخ مروج الذہب بحاشیہ ابن الاثیر ۱ ص ۵۸): **رفع الله عیسٰی وھو ابن ثلاث و ثلاثین سنة......**(الخ)

۱۳۰......ابوالقاسم اندلسی (علامہ عینی کی عمدۃ القاری ۱۱ ص ۳۱۴): **قال ابو القاسم اندلسی لاشک ان عیسٰی فی السماء وھو حیٌّ.** اس سے حیاتِ مسیح ورفع بجسد عنصری ثابت ہے۔

۱۳۱......حضرت مولانا جلال الدین رومی (مثنوی معنوی ج اول ص ۸): **جسم خاك از عشق بر افلاك شد بآیة کریمه که سورة النساء امت درشانِ حضرت عیسٰی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ یعنی برداشت او را خدابسوئے خود......**(الخ)

۱۳۲......مولوی اسمٰعیل دہلوی (تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، باب دوم) قیامت کے دن حضرت عیسٰی خدا کے آگے یوں عرض کریں گے میرے آسمان پر جانے کے بعد ان لوگوں نے مجھ کو اور میری ماں کو پوجا اور پرستش کی جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا۔ الخ

۱۳۳......علامہ مناوی (مشارق الانوار ص ۱۹): **قال الامام المناوی فی جواھر العقدین وفی مسلم خروج الدجّال فیبعث الله عیسٰی فیطله ویھلکه.**

۱۳۴......علامہ نفراوی (مشارق الانوار ص ۱۱۰): **ان جبریل ینزل علی عیسٰی بعد نزول عیسٰی من السماء......**(الخ)

۱۳۵......علامہ زرقانی (شرح مواہب لدنیہ): **فاذا نزل سیدنا عیسی فانه یحکم بشریعة نبینا.**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۳۶......امام تورپشتی (المعتمد فی المعتقد): بعد از ظهور دجال وفساد در زمین نزول عیسیٰ نه آسماں۔

۱۳۷......شیخ محمد اکرم صابری (اقتباس الانوار ص ۷۲): در اکثر احادیث صحیح ومتواتر از حضرت رسالت پناه ﷺ درود یافته که مهدی از بنی فاطمه خواهد بود وعیسیٰ باد اقتدا کرده نماز خواهد گزارد وجمع عازماں صاحب تمکین برایں متفق اند۔

یہ وہی شیخ محمد اکرم صابری ہیں جنکی نسبت مرزا صاحب نے جھوٹ لکھ دیا ہے کہ وہ **لامهدی الا عیسیٰ** کے قائل تھے۔ افسوس! مرزا صاحب اسی راستی پر مسیح موعود بنتے ہیں۔ شیخ نے جو لکھا تھا کہ ''ایں مقدمہ بغایت ضعیف است'' چھوڑ دیا اور **لامهدی الا عیسیٰ** یعنی ''روح عیسیٰ درمہدی بروز کند'' لکھ دیا۔ مرزا صاحب کی اسی راستی کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ انکی زندگی پر نظر ڈالو اور نبی مانو۔ اجی حضرت کبھی جھوٹا آدمی بھی نبی ہوا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری تو کہہ رہا ہے کہ ''تمام عارف لوگ صاحب مرتبہ اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ الگ الگ ہیں'' مگر مرزا صاحب کی راستی دیکھئے ''ازالہ اوہام'' میں اسی بزرگ پر جھوٹ باندھا۔

۱۳۸......علامہ دمیری (حیات الحیوان ا، ص ۲): **ینزل عیسیٰ الی الأرض وکان راسه یقطر الماء**......(الخ)۔ یعنی حضرت عیسیٰ زمین کی طرف اتریںگے اور انکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔

۱۳۹......شیخ محمد رحمت اللہ مہاجر مکی (ازالۃ الشکوک ا، ص ۱۵۴): آسمان کی طرف عیسیٰ کی روح مع بدن اٹھائی گئی کوئی فقط روح کو بغیر بدن کے نہ سمجھے......(الخ)۔ یہاں رفع روحانی کی صاف تردید ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۴۰......آل حسن (استفسار برحاشیہ ازالہ اوہام مطبوعہ سید المطابع ص ۴۵۸): عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

۱۴۱......رضی الدین حسن بن الحسن صغانی (مشارق الانوار مصری ص ۱۱۰): ان عیسیٰ حیّ فی السمآء الثانیة لایأکل ولایشرب......(الخ)

۱۴۲......شیخ محمد حیان (اسعاف الراغبین برحاشیہ مشارق الانوار مصری ص ۱۲۷): ان عیسیٰ یقتل الدجال بباب لُدّ بأرض فلسطین. یعنی حضرت عیسیٰ دجال کو اس بیت المقدس میں مقام لدّ پر قتل کریں گے۔ اس سے مرزا صاحب کی تاویل کہ لدّ سے لدھانہ مراد ہے، بالکل غلط ثابت ہوئی۔ کیونکہ لدھانہ پنجاب میں ہے نہ کہ بیت المقدس میں۔

۱۴۳......مولانا خرم علی جونپوری (تحفۃ الاخیار اردو ترجمہ مشارق الانوار ص ۳۴۶): قیامت کے قریب امام مہدی کیوقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریںگے اور نصرانی دین کو مٹائیں گے۔

۱۴۴......مولانا محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۱): حضرت عیسیٰ حافظ انجیل باتفاق شیعہ وسنی آسمان چہارم پر زندہ موجود ہیں۔

۱۴۵......شیخ شرقاوی (مشارق الانوار مصری ص ۱۰۷): قال شیخ شرقاوی ان عیسیٰ ینزل فی زمان المهدی بالمنارة البیضاء شرقی دمشق.

۱۴۶......محمد بن عبداللہ (عون الودود شرح ابوداؤد ج ۴ ص ۲۰۳): تواترت الأخبار عن النبی فی نزول عیسیٰ من السماء بجسده العنصری الی الأرض عند قرب الساعة. (ب) ان عیسیٰ حیّ فی السمآء ینزل فی آخر الزمان بذاته الشریف. (ج) اتفاق اهل السنة وان عیسیٰ الآن حیّ فی السمآء لم یمت بتیقن......(الخ)

۱۴۷......مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (صحیح بخاری مطبع احمدی ج ۲ ص ۶۶۵، کتاب التفسیر حاشیہ) ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي﴾ بالرفع الی السمآء. (ب ص ۱۴۰، حاشیہ ۱۰): لاشک ان عیسیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فی السمآء وھو حیّ. (ج ص۱۰۵۵ حاشیہ): **ان عیسٰی یقتل الدجّال بعد أن ینزل من السمآء فیحکم بشریعة المحمدیه**......(الخ)

۱۴۸......مولانا محمود حسن دیوبندی (شرح ابوداؤد ۲، ص۲۳۵): حاشیہ **(ان عیسٰی یقتل الدجّال) ان عیسٰی یقتل الدجال بعد أن ینزل من السمآء یحکم بشریعة المحمدیّة.**

۱۴۹......مولانا صدرالدین بروذوی (عقائد اسلام ص۱۲): عیسٰی چوتھے آسمان سے اتر کر امام مہدی کی مدد کرینگے۔

۱۵۰......مولانا نجم الغنی صاحب بریلوی (مذاہب الاسلام، ص ۶۵): دجال اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا اور یاجوج کا خروج کرنا اور حضرت عیسٰی کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے اترنا اور تین خسفوں کا ہونا۔ یہ سب باتیں ہونیوالی ہیں۔

۱۵۱......مولانا وحید الزمان دکنی (بالمتقطات علی ترجمہ مشکوۃ ۴، ص۹۹): قیامت کے قریب امام مہدی کے وقت میں عیسٰی آسمان سے اترینگے۔

۱۵۲......مولانا حافظ حاجی احمد حسین صاحب دکنی (مقدمہ احسن التفاسیر، ج۲ص۴۷): عیسٰی کی شبیہہ قتل کی گئی اور وہ زندہ ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے نزدیک اترینگے۔

۱۵۳......مولانا فخر الدین صاحب (تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی ۲، ص۴۰۱): اور بیشک عیسٰی نشانی واسطے قیامت کے ہے، کیونکہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حضرت عیسٰی کا اترنا ہے۔

۱۵۴......علامہ کاشفی (معارج النبوۃ قلمی، ۱، ورق۵۳ صفحہ اول): **عیسٰی را بآسمان چهارم بردند که ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْه﴾** (ب، ورق ص۲۴۱): **اول عیسٰی را باندا خداوند تعالیٰ بآسمان رفت.**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۵۵......محمد بن نصیر الدین بن جعفر: ان کی کتاب ''بحر المعانی'' میں ہے: **ینزل عیسٰی من السّمآء الرابع**......(الخ)

۱۵۶......مولانا عبدالحی لکھنوی: انکی کتاب ''جر الناس'' کے ص ۸۵ پر ہے: **یاتی عیسٰی ابن مریم فی آخر الزمان علی شریعة محمد وھو نبی**......(الخ)

۱۵۷......حافظ محمد صاحب لکھنوی کے (احوال الآخرت صفحہ ۳۰): شعر

اساناں تھیں حضرت عیسٰی موڑ بے ملکاں آوے   اور منارے شرقی مسجد جامع آں ملاوے

۱۵۸......مولانا محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی (مظہر عقائد، صفحہ ۱۹، ۲۲): عیسٰی آخیر زمانہ میں آسمان سے اتر ینگے۔

۱۵۹......علامہ قنوی (حاشیہ قنوی علی البیضاوی ۶، ص ۱۳۵): **قولهٗ لان حدوث عیسٰی ای نزول عیسٰی من اشراط السّاعة**......(الخ)

۱۶۰......مولوی فیروز الدین ڈسکوی (لغات فیروزی، ص ۳۰۰): خدا نے عیسٰی کو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک مسیح پھر اتر ینگے۔

۱۶۱......علامہ عبدالرحمٰن بن علی الربیع ایشبیانی الزبیدی الشافعی (تیسیر الوصول الی جامع الاصول، مطبوعہ مصر ۴، ص ۲۱۷ کتاب القیامت فصل ۴): **اخرج مسلم عن جابر عن النّبی ﷺ قال فینزل عیسٰی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا**......(الخ)

۱۶۲......علامہ مجدالدین فیروز آبادی (قاموس جلد اول، ص ۳۲۸): **یقتل عیسٰی الدجّال عند باب لُدّ**......(الخ)

۱۶۳......امام عثمان بن حسین (درة الناصحین ۲، ص ۷۰): **نزول عیسٰی فی الشام فی المنارة البیضاء ویقتل الدجّال**......(الخ)

۱۶۴......قاری حافظ خلیل الرحمٰن صاحب سہارنپوری (قصص الکاملین، ص ۴۳): عیسٰی قریب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قیامت کے آسمان سے نزول فرما کرامت حبیب خدا میں داخل ہوں گے۔

۱۶۵...... محمد بن عبدالرسول برزنجی ثم المدنی (اشراط الساعۃ ص ۲۸۰): **اولها خروج المهدى وانّه يأتى فى آخر الزمان من ولد فاطمة يملأ الارض عدلاً كما مُلئت ظلمًا وانّه يقاتل الروم وينزل عيسٰى ويصلى خلفه......**(الخ) مختصراً۔

۱۶۶...... شیخ فریدالدین عطار (مثنوی عطار ص ۲۰): شعر

عشق عیسیٰ را بگردوں می برد یافتہ ادریس جنت از صد

۱۶۷...... عثمان بن ابی العاص (درمنثور ۲، ص ۲۴۳): **اخرج ابن ابى شيبة واحمد والطبرانى والحاكم عن عثمان قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسٰى عليه السلام عند صلوة الفجر فيقول له أمير الناس تقدم يارسول الله فصل بنا فيقول انكم معشر هذه الامّة امراء بعضكم على بعض تقدم انت فصل بنا فيقوم فيصلى بهم فاذا انصرف اخذ عيسٰى حربة نحو الدجّال.**

۱۶۸...... ابی الطفیل (درمنثور ۲، ص ۲۴۳): **اخرج الحاكم عن ابى الطفيل ان عيسٰى ابن مريم يقتل الدجال ويهزم اصحابهٗ**

۱۶۹...... سیدالطائفہ شیخ سیدعبدالقادر جیلانی (غنیۃ الطالبین ۲، ص ۴۸): **والتاسع رفع الله عزّوجل عيسٰى ابن مريم الى السمآء فيه.**

۱۷۰...... شرف الدین ابی عبداللہ محمد بن سعید (شرح ابن حجر علی متن الہمزیۃ فی مدح خیر البریۃ، ص ۳۲):

ولما رفع عيسٰى الى السماء وكانت مريم بعمرسنة ۵۳......(الخ)

۱۷۱...... شیخ محمد الحفنی (ایضا کتاب حاشیہ ص ۳۲): **وحكمة نزول عيسٰى دون غيره من الأنبياء الرد على اليهود فى زعمهم أنّهم قتلوه فبيّن الله كذبهم.**

ناظرین لیجئے! یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خصوصیت بھی بتادی ہے، جو آپ اعتراض

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیا کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں دوبارہ آئیں گے؟ اسکی حکمت یہ ہے کہ یہود کا رد مقصود ہے، کیونکہ وہ کہتے تھے ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مار دیا ہے۔

۱۷۲.....خطیب شیرمنی (عرائس البیان ا، ص۸۴): **وقیل یکلم الناس فی المهد صبیًا وعند نزوله من السمآء کهلاً.**

۱۷۳.....علامہ شیخ فیض اللہ فیضی (سواطع الالہام ص۱۴۰): **وحول ظله کظلل روح الله وصعد روح الله مصاعد السمآء وهذا کوصول الظلل.**

۱۷۴.....شاہ رؤف احمد مجددی (رونی ا، ص۲۸۷): حق تعالیٰ نے عیسیٰ کو رات کے وقت آسمان پر پہنچایا تھا۔

۱۷۵.....امام نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن ۲، ص۱۹): **ثم منبه یقول وکان الله عزیزا حکیما......ان الی قدرته سهل.**

۱۷۶.....مصنف عجائب القصص (عجائب القصص ص۲۸۶): اور حضرت عیسیٰ آسمان پر چلے گئے۔

۱۷۷.....امام ابی حیان (بحر المحیط ۳، ص۶۱): **أن الأخبار تظافرت برفعه حیاً، وأنه فی السماء حیّ وأنه ینزل ویقتل الدجال.**

۱۷۸.....مصنف تفسیر المصر الماد (المصر الماد ۳، ص۶۱): **وتظافرت الأخبار الصحیحة عن رسول الله ﷺ أنه فی السمآء حیّ وأنّه ینزل ویقتل الدجّال.**

۱۷۹.....مصنف تفسیر خلاصة التفاسیر (خلاصة التفاسیر ا، ص۲۷۳): بلکہ خدا نے اسے (عیسیٰ) کو اپنی حضوری بلایا اور آسمان پر اٹھایا۔

۱۸۰.....امام ابی الحسن علی ابن احمد الواحدی (کتاب الوجیز ا، ص۲۲۹): **ای قبضتنی و رفعتنی الیک أی الی السمآء.**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۱۸۱......شیخ محمد نوری (مراح لبید، ص۱۸۳): قال کثیر المتکلمین انّ الیهود لما قصد قتله رفعه الله الی السمآء۔

۱۸۲......یوسف بن اسمٰعیل النبہانی (حجۃ اللہ علی العالمین ص۳۹۳): انّ الله تعالٰی رفع عیسٰی الی السمآء وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة۔

۱۸۳......مصنف سراج المنیر (سراج المنیر ا،ص۱۴۱): رفع عیسٰی الی السمآء وکان عمره ۳۳ سنة۔

۱۸۴......مصنف تحفۃ الباری (تحفۃ الباری ۔ص۲۰۹): باب نزول عیسٰی أی من السمآء الی الأرض۔

۱۸۵......ابن عربی (فتوحات مکیہ ۳، ص۳۴۱، باب ۳۶۷): فانّ عیسٰی لم یمت الی الآن بل رفعه الله الی هذه السمآء۔

۱۸۶......مصنف نزہۃ المجالس (۲، ص۶۸): رفع الله عیسٰی الی السمآء۔

۱۸۷......مصنف توضیح العقائد (ص۱۳۵): عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ پر دوفرشتوں کے بازؤوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عیسٰی آسمان سے اتریں گے۔

ناظرین! یہ ایک سوستاسی (۱۸۷) نام ہیں۔ انکے علاوہ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی بھی شہادت لکھتے ہیں، جو انکی الہامی کتاب "براہین احمدیہ" میں اب تک موجود ہے اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ (بلفظ براہین احمدیہ ص۴۹۸۔۴۹۹)

مگر کوئی مرزائی کہدے کہ اس میں تو دوبارہ آنے کا ذکر ہے آسمان پر جانے کا ذکر نہیں تو اسکے جواب میں بھی مرزا صاحب کی شہادت پیش کی جاتی ہے۔ (دیکھو حاشیہ در حاشیہ نمبر۳، مندرجہ صفحہ ۳۶۱ "براہین احمدیہ" مصنفہ مرزا صاحب) جس سے حیات مسیح اور صعود مسیح ثابت ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وھو ھذا۔

''حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔''

مرزا صاحب کی شہادت سے بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نزول مسیح کا عقیدہ ایک ایسا مسئلہ اجماعی عقیدہ تھا کہ مرزا صاحب کے آباؤ اجداد اور وہ خود بھی پہلے اسی عقیدہ پر تھے، حالانکہ اس وقت بھی مرزا جی وحی الٰہی کے مدعی تھے اور ''براہین احمدیہ'' جس میں مسیح کا دوبارہ آنا لکھا ہے اُن کے زعم میں الہامی کتاب ہے تو اب ثابت ہوا کہ یہ ایسا اجماعی عقیدہ ہے کہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و صوفیائے کرام و اولیائے عظام اس پر متفق الرائے ہیں بلکہ مرزا صاحب اور ان کے خدا کا بھی اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری اصالتاً نازل ہوں گے۔ ''براہین احمدیہ'' میں لفظ ''دوبارہ'' ہے جس سے نزول مسیح بجسد عنصری ثابت ہوتا ہے اور جب مرزا صاحب پہلے خدا تعالیٰ کے الہام سے لکھ چکے کہ مسیح دوبارہ آئینگے تو ثابت ہوا کہ یہی عقیدہ درست ہے۔ کیونکہ الہام و کشف وہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتا ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو ورنہ شیطانی وسوسہ ہے اور اس پر اجماع امت ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی معجزہ نمایاں کرے۔ ہوا پر اڑے اور دریا پر سے خشک پاؤں گذرے، اگر اسکا الہام شریعت کے برخلاف ہے تو شیطانی وسوسہ ہے۔ مرزا صاحب نے بعد میں جو عقیدہ ایجاد کیا وہ غلط ہے۔ خدائی الہام نہیں کیونکہ قرآن حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (سورۂ نساء) ترجمہ: ''اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی ہو اور پھر چلے مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرے راستہ پر تو ہم اُسکو چلائے جائینگے اُسی راستہ پر اور اسکو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جگہ ہے''۔اس فرمانِ خداوندی سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہیں:

اوّل: رسول اللہ ﷺ کے خلاف جانے والا دوزخ میں جھونک دیا جائیگا۔یعنی جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف کوئی اور راستہ نکالے تو وہ جہنمی ہے اور اس کا پیرو بھی جہنمی ہوگا۔ مرزا صاحب نے جو عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و نبی اللہ کے معنی بالکل رسول اللہ ﷺ کے برخلاف کر کے خود مسیح موعود بنے اور اپنا راستہ الگ نکالا یہ جہنم کا راستہ ہے۔کیونکہ انجیل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں''۔ (دیکھو انجیل یوحنا ۱۵/۲۸) ''تم سن چکے ہو کہ میں نے تم کو کہا ہے کہ میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں''۔اس انجیل کے مضمون سے اظہر من الشمس ہے کہ جانیوالا ایک ہی شخص ہے یعنی عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ و رسول اللہ نبی ناصری ہے۔جسکی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے یہود! عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے واپس آئینگے۔حدیث میں لفظ راجعٌ ہے جسکے معنی واپس آنے کے ہیں جو انجیل کے عین مطابق ہے کہ پھر آتا ہوں۔اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر کے مدفون ہوں گے اور انکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔اس قدر ثبوت کے ہوتے ہوئے کسی خدا ترس مسلمان کا تو کام نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے برخلاف الگ راستہ نکال کر کہے کہ حضرت عیسیٰ نہیں آئینگے اور غلام احمد کے آنے سے مسیح موعود آ گیا مگر یہ نہیں بتا سکتے کہ اگر آنیوالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور ہے تو دجال کا آنا بھی تو ضروری ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کو اکٹھے دیکھا ہے اور مرزائی اچھل اچھل کر یہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس مسیح کو دجال کے ساتھ طواف کرتے دیکھا ہے وہ مسیح مرزا صاحب ہیں اور مرزا صاحب کا حلیہ اس مسیح سے ملتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مگر یہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ایسا کہنے سے تو مرزا صاحب کا تمام کھیل ہی بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ وہی مسیح ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے دجال واحد شخص کے ساتھ دیکھا تھا تو مرزا صاحب کے ساتھ وہ دجال بھی آنا چاہئے تھا۔ وہ دجال واحد نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی مسیح موعود کے آنے کے وہی نشان بتائے جو انجیل نے قیامت کے بتائے: ﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ o وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ o﴾ یعنی "جب سورج اپنی روشنی چھوڑ دے گا۔ اور ستارے مدہم پڑ جائینگے"۔

(دیکھو انجیل متی، باب ۲۴ آیت ۳، ۵، ۶) "اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اسکے شاگردوں نے خلوت میں اس کے پاس آکے کہا کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور زمانے کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے۔ تب یسوع نے جواب میں ان سے کہا: خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کرینگے"۔

(آیت ۲۶۔ ۲۷) "کیونکہ جھوٹے مسیح اور نبی آئینگے اور ایسے بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے کہ اگر ہوسکتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے"۔

(آیت ۳۰) "ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گر جائینگے اور آسمان کی قوتیں ہل جائیں گی تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت کے سارے گھرانے چھاتی پیٹیں گے اور ابن آدم (عیسیٰ) کو بڑی قدرت اور جلال کیساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھیں گے"۔

انجیل کے اس مضمون کی تصدیق قرآن شریف نے بھی کر دی ہے کہ:

اول: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نشان ہے اور حدیث شریف میں بھی رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشان فرمایا۔ پس جو امر پہلے انجیل سے، پھر قرآن اور حدیث سے، پھر اجماع امت سے ثابت ہو چکا تو اس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ جس کا دعویٰ یہ ہو کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور خدا کے ملائکہ اور خدا کے رسولوں اور خدا کی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ ہاں دوسرا شخص جو چاہے سو کرے۔ ایک مسلمان ہرگز ایسی دلیری نہیں کر سکتا کہ تمام امت کا ساتھ چھوڑ کر اور تمام الہامی کتابوں کے مضامین سے انکار کر کے اپنا الگ راستہ نکالے یعنی یہ کہ عیسیٰ ابن مریم کے معنی ''مرزا غلام احمد'' ہے دمشق کے معنی ''قادیان'' ہے۔

دوم: مرزا صاحب کا فرمانا کہ ''اگر میں حق پر نہ ہوتا تو اس قدر مجھ کو کامیابی نہ ہوتی''۔ خدا تعالیٰ نے اسکی بھی تردید فرمادی۔ کیونکہ اس آیت میں فرمایا جو شخص غیر مومنین کی سبیل نکالتا ہے، ہم بھی اسکو اسی راستہ پر چلائے جاتے ہیں اور اسکو ترقی دیتے ہیں اور بظاہر اسکو کامیاب کرتے ہیں تاکہ اسکو جہنم میں جھونک دیں۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کی نظیر موجود ہے اس نے سبیل المومنین کے برخلاف راستہ نکالا اور کہا کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں اور محمد ﷺ کے ساتھ صرف نبوت میں شریک ہوں مگر اسی کی شریعت کے تابع ہوں۔ شریعت محمد ﷺ پر عمل کرتا ہوں، میں محمد ﷺ کے برخلاف نہیں ہوں صرف انکا نائب ہوں اور یہ راستہ جو اس نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختیار کیا تو خدائے تعالیٰ نے بھی اسکو اسی راستہ پر چلایا اور وہ ایسا کامیاب ہوا کہ سوا مہینے کے عرصہ میں لاکھ سے زیادہ مسلمان اسکے پیرو ہو گئے۔

مسلمانو: غور کرو! مرزا جی جو آنحضرت ﷺ کی تعریف ساتھ ساتھ کرتے جاتے ہیں۔ یہ وہی چال ہے جو مسیلمہ چلاتا تھا۔ کیونکہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ کو مسلمان مانے ہوئے ہیں اسی کی آڑ میں ترقی ہو سکتی ہے۔ اس واسطے مرزا صاحب نے فنافی الرسول کا ہتھکنڈہ نکالا ورنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو خود مدعی نبوت ہو تو وہ تو محمد ﷺ کا عدیل اور دشمن ہے۔ ایک حاکم کے ہوتے ہوئے دوسرا اگر اس کے برخلاف شریک حکومت ہو تو یقیناً اسکا دشمن ہوتا ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے، تاکہ آنحضرت ﷺ کا نام سن کر دام میں پھنس جائیں۔

مرزائیوں کی طرح مسیلمہ کذاب کے مریدوں کو بھی دھوکا ہوا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں، مسیلمہ کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے۔ ''تاریخ اسلام'' میں لکھا ہے کہ ''جب مسیلمہ کے قاصد خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو حضور ﷺ نے قاصد سے پوچھا کہ تم کیا ایمان رکھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور کو بھی نبی مانتے ہیں اور مسیلمہ کو بھی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو میں تم کو قتل کراتا''۔ اور پھر آپ ﷺ نے مسیلمہ پر قتال کا حکم دیا اور ہزار ہا لوگ جنہوں نے مسیلمہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نبوت کیا تھا، قتل ہوئے۔ اگر ضد اور خوش اعتقادی ہی معیار صداقت ہے تو مسیلمہ سچا نبی ثابت ہوتا ہے کیونکہ کوئی شخص کسی جھوٹے کے پیچھے اپنی جان قربان نہیں کرتا۔ مرزا صاحب کے صرف دو مرید کابل میں اپنی ضد کفر کے باعث قتل کیے گئے تو مرزائی اب تک صداقت کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ مگر مسیلمہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہزاروں نے اس پر جان قربان کی اور مرنا قبول کیا، لیکن مسیلمہ کی غیر تشریعی نبوت سے جسکے اب مرزا جی مدعی ہیں' انکار نہ کیا۔ کیوں انکار نہ کیا اور مارے گئے! اس لئے کہ وعدۂ خداوندی ہے کہ ہم کاذبوں کو اسی راستہ پر چلاتے ہیں جو وہ رسول اللہ ﷺ کے برخلاف اختیار کرتے ہیں تاکہ حجت خداوندی پوری ہو اور وہ دوزخ میں جھونک دیئے جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **''لاتجتمع امتی علی الضلالۃ''** یعنی ''میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی''۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رفع جسمی نزول اصلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ (۱۸۷) سلف صالحین کے نام مع انکی کتابوں کے درج ہیں، ضلالت پر نہیں ہیں۔ مرزا جی نے ہی رسول کے خلاف راہ نکالی اور خدا نے بھی ان کو اسی راہ خلاف رسول پر چلایا اور دوسرے کذابوں کی طرح انکو بھی ترقی دی اور بظاہر اس میں انہوں نے اپنی کامیابی سمجھی مگر حقیقت میں چونکہ وہ راستہ خلاف رسول تھا اس لئے جہنم کا راستہ ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو بچائے۔ (آمین ثم آمین)

ناظرین! مرزا صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ جو شخص صلیب دیا گیا اُس نے اس وقت کیوں نہ کہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں، مجھ کو ناحق صلیب دیا جاتا ہے۔ پس مفسرین قرآن نے یہ قصہ غلط اپنے پاس سے بنا لیا ہے کہ مسیح صلیب نہیں دیا گیا اور کوئی دوسرا شخص اس کا مشبہ دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھائے گئے"...... (الخ)

(ازالہ اوہام)

جواب: حضرات مفسرین نے جو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ انہوں نے مطابق "انجیل برنباس" کے لکھا ہے جس انجیل کی نسبت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "سرمہ چشم آریہ" کے صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "یہ معتبر انجیل ہے"۔

ہم ذیل میں اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے انجیل سے جس کو قرآن مجید آسمانی کتاب ہونا تصدیق فرماتا ہے، اصل عبارت انجیل کی لکھتے ہیں۔ تاکہ مومنین کتاب اللہ کو معلوم ہو کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یعنی "حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز قتل نہیں ہوئے بلکہ یقیناً اٹھائے گئے اللہ کی طرف"۔ بلکہ حدیثات میں ہے کہ "**انّ عیسٰی لم یمت و انّه راجع الیکم قبل یوم**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

القیامۃ"۔ یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے، وہ تمہاری طرف واپس آنیوالے ہیں قیامت سے پہلے''۔ (دیکھو تفسیر درمنثور)

ناظرین! برنباس حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چشم دید شہادت کے مقابل ۱۹ سو برس کے بعد مرزا صاحب کی من گھڑت بلا ثبوت کہانی جو کہ انہوں نے اپنے مطلب کے واسطے خلاف اجماع امت وقرآن وانا جیل تصنیف کر لی ہے تا کہ مسیح کو مار کر خود اسکی جگہ مسیح موعود بن جائے۔ کوئی مسلمان جسکو دعویٰ ہے کہ **"یؤمنون بالغیب"** کی جماعت میں سے ہوں اور کتب ساوی تورات، زبور، انجیل وقرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور جوان کتابوں میں لکھا ہے اور قرآن اس کا مصدق ہے۔ صدق دل سے یقین کرتا ہوں وہ تو ہرگز ہرگز مرزا صاحب کی تصنیف کردہ مطلب پرستی کی بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

خلاصہ انجیل برنباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مگر سب سے پہلے واجب ہے کہ مختصر طور پر ناظرین کو بتایا جائے کہ برنباس کون ہے کہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ شہادت دینے والا ایسا معتبر شخص ہے کہ جسکی چشم دید شہادت کسی طرح خلاف نہیں ہو سکتی۔

چشم دید حالات صلیب عیسیٰ علیہ السلام

برنباس حضرت مسیح کے ان خاص مدگاروں اور حواریوں میں سے ایک نامور حواری ہیں جن کو مقتدایان کلیسا رسول کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ پولس رسول ایک زمانہ تک انہی کیساتھ رہے ہیں۔ بلکہ انہی برنباس کی مسیح کی شاگردوں کو پولس کی ہدایت پائی اور یورشلیم واپس آنے کے بعد دوبارہ اس سے واقف اور شناس کرایا تھا۔ کیونکہ مسیح کے شاگرد پولس کی انکے دین کے ساتھ سخت عداوت دیکھنے کے بعد بھی اسکی دینداری اور راہ یابی پر اعتماد نہ کرتے۔ اگر برنباس پہلے اس سے خود واقف ہو کر پھر اس پر اعتماد کر لینے کے بعد دیگر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاگردوں مسیح سے اس کا تعارف نہ کراتی۔ (سید رشید رضا مصری، مالک رسالہ المنار مصر)

دیکھو انجیل کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام دربارۂ جھوٹے مدعیان نبوت۔ جو بعد حضرت خاتم النبیین ﷺ ظاہر ہوں گے۔

''انجیل برناباس'' فصل ۹۷، آیت ۵: ''مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دیگا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یونہی وعدہ کیا ہے۔ (۶): ''اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لئے کہ اللہ اسکو درست اور محفوظ رکھے گا''۔ (۷): ''کاہن نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے''؟ (۸): ''رسول یسوع نے جواب دیا: اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے''۔ (۹): ''مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئیگی اور یہی بات ہے جو مجھے رنج دیتی ہے اس لئے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا۔ پس وہ میری انجیل کے دعویٰ کی پیروی میں چھپتیں گے''۔

ترجمہ: **''انجیل برناباس'' فصل ۱۱۲، آیت ۱۲:** ''پس اے برناباس تو معلوم کر کہ اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا لازمی ہے۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکروں کی بالعوض بیچ ڈالے گا''۔ (۱۴): ''اور اس بناء پر پس مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا''۔ (۱۵): ''اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھائیگا اور بیوفا کی صورت بدل دے گا، یہاں تک اسکو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں''۔ (۱۶): ''مگر جب مقدس محمد ﷺ رسول آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبہ کو مجھ سے دور کرے گا''۔

فصل ۱۳۹، آیت ۴: ''پس عنقریب کاہنوں کے سردار اور قوم شیوخ مجھ پر اٹھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھڑے ہوں گے۔ اور رومانی حاکم سے میرے قتل کرنے کا حکم طلب کرینگے"۔ (۵): "کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ میں اسرائیل کا ملک غصب کرلوں گا"۔ (۶): "اور ان کے علاوہ میرا ایک شاگرد مجھے بیچ ڈالے گا اور مجھے دشمن کے حوالہ کردے گا۔ جیسے کہ یوسف مصر میں بھیجا گیا تھا"۔ (۷): "مگر عادل اللہ عنقریب اسکو مضبوط باندھ لے گا۔ جیسے کہ داؤد نبی کہتا ہے جس شخص نے اپنے بھائی کے واسطے کنواں کھودا وہ خود اسکے اندر گرے گا"۔ (۸): "مگر اللہ مجھ کو چھڑالے گا ان کے ہاتھوں سے اور مجھے دنیا سے اٹھالے گا"۔

فصل ۲۱۳ آیت ۲۴: "تب یسوع نے یہ بھی کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں اور بیشک تم ہی میں کا ایک عنقریب مجھ کو حوالہ کردیگا۔ تب میں ایک بکری کی طرح بیچ دیا جاؤں گا"۔ (۲۵): "لیکن خرابی ہے اسکے لئے کیونکہ عنقریب وہ سب پورا ہوگا جو کہ داؤد ہمارے باپ نے اسکی نسبت کہا ہے کہ وہ خود اسی گڑھے میں گریگا جو کہ اس نے دوسروں کے لئے مہیا کیا ہے۔

بیان واقعہ اخذ و قتل و رفع جسمانی

فصل ۲۱۴: "اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے۔ وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا۔ ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز میں اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا"۔ (۲): "اور چونکہ یہودا اس جگہ کو جانتا تھا جس میں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہٰذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا"۔ (۳): "اور کہا تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کردوں گا جس کو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ اسلئے کہ وہ گیارفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے"۔ (۵): "کاہنوں کے سردار نے جواب دیا تو کس قدر طلب کرتا ہے"۔ (۶): "یہودا نے کہا تیس ٹکرے سونے کے"۔ (۷): "پس اس وقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپیہ مہیا کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیئے اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودس کے پاس بھیجا تا کہ وہ کچھ سپاہی بلا لائے“۔(۹):
”جب ان دونوں نے اس کو ایک دستہ سپاہ کا دیا اس واسطہ کہ وہ دونوں قوم سے ڈرے“۔
(۱۰): ”تب ان دونوں نے ان لوگوں سے اپنے ہتھیار لئے اور اورشلیم سے لاٹھیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے“۔

فصل ۲۱۵،(۱): ”اور جبکہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا“۔(۲): ”تب اسی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا“۔(۳): ”اور گیارہوں شاگرد سور ہے تھے“۔(۴): ”پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ پر خطرہ کو دیکھا اپنے سفیروں جبرئیل اور میخائل اور رکوائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لے“۔(۵): تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اسکو اٹھا لے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے“۔

فصل ۲۱۶،(۱): ”اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں سے یسوع اٹھایا گیا تھا“۔(۲): ”اور شاگرد سب کے سب سورہے تھے“۔(۳): ”جب عجیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہودا بولے اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے“۔(۵): ”لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا تا کہ دیکھے معلم کہاں ہے“۔(۶): ”اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے“۔(۷): ”پس تو اب ہم کو بھول گیا“۔(۸): ”مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخریوطی کو نہیں پہنچانتے“۔(۹): ”اور اسی اثناء میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا“۔(۱۰):

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

''لیکن ہم لوگوں نے جب یہودا کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے''۔(۱۱): ''اور یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں لپٹا ہوا تھا جاگ اٹھا اور بھاگا''۔(۱۲): ''اور جب ایک سپاہی نے اسے کتان کے لحاف کے ساتھ پکڑ لیا تو وہ کتان کا لحاف چھوڑ کر ننگا بھاگ نکلا اس لئے کہ اللہ نے یسوع کی دعا سن لی اور گیارہ شاگردوں کو آفت سے بچایا''۔

فصل ۲۱۷،(۱): ''پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اسکو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا''۔(۲): ''اس لئے کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا بحالیکہ وہ سچا تھا''۔(۳): ''تب سپاہیوں نے اس سے چھیڑ کرتے ہوئے کہا اے ہمارے سید! تو ڈر نہیں اس لئے کہ ہم تجھ کو اسرائیل پر بادشاہ بنانے کیلئے آئے ہیں''۔(۴): ''اور ہم نے تجھ کو محض اس واسطے باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو نامنظور کرتا ہے''۔(۵): ''یہودا نے جواب میں کہا کہ شاید تم دیوانے ہوگئے ہو''۔(۶): ''تم تو ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر یسوع ناصری کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے۔ تو کیا تم مجھی کو باندھ لوگے جس نے کہ تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ''۔(۷): ''اس وقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا اور انہوں نے یہودا کو مکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کیساتھ اسے اورشلیم کی طرف کھینچتے لے چلے''۔(۸): ''یوحنا اور بطرس نے سپاہیوں کا دور سے پیچھا کیا''۔(۹): ''اور ان دونوں نے اس لکھنے والے کو یقین دلایا کہ انہوں نے وہ سب مشورہ خود سنا جو کہ یہودا کے بارے میں کاہنوں کے سردار اور ان فریسیوں کی مجلس نے کیا کہ یہ لوگ یسوع کے قتل کرنے کو جمع ہوئے تھے''۔(۱۰): ''تب وہیں یہودا نے بہت سی دیوانگی کی باتیں کیں''۔(۱۱): ''یہاں تک کہ ہر ایک آدمی نے تمسخر میں انوکھا پن پیدا کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ یہودا درحقیقت یسوع ہی ہے اور یہ کہ وہ موت کے ڈر سے بناوٹی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جنوں کا اظہار کرتا ہے''۔ (۱۲): ''اسی لئے کاہنوں نے اسکی دونوں آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی''۔ (۱۳): ''اور اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا اے یسوع ناصریوں کے نبی (اسلئے کہ وہ یسوع پر ایمان لانیوالوں کو یہی کہہ کر پکارتے تھے) تو ہمیں بتا کہ تجھ کو کس نے مارا ہے''۔ (۱۴): اور اسکے گال پر تھپڑ مارے اور اسکے منہ پر تھوکا''۔ (۱۵): ''اور جبکہ صبح ہوئی اس وقت کاہنوں اور قوم کے شیوخ کی بڑی مجلس جمع ہوئی''۔ (۱۶): ''اور کاہنوں کے سردار نے معہ فریسیوں کے یہ خیال کرتے ہوئے یہودا پر جھوٹا گواہ طلب کیا کہ یہی یسوع ہے۔ مگر انہوں نے اپنا مطلب نہ پایا''۔ (۱۷): ''اور میں یہ کیوں کہوں کہ کاہنوں کے سرداروں ہی نے یہ جانا کہ یہودا یسوع ہے''۔ (۱۸): ''بلکہ تمام شاگردوں نے بھی معہ اس لکھنے والے کے یہی اعتقاد کیا''۔ (۱۹): ''بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یسوع کی بیچاری ماں کنواری نے معہ اسکے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے یہی اعتقاد کیا''۔ (۲۰): ''یہاں تک کہ ہر ایک کا رنج تصدیق سے بالاتر تھا۔ ازیں قبل کہ وہ دنیا سے اٹھالیا جائے گا اور یہ کہ ایک دوسرا شخص جس کے نام سے عذاب دیا جائیگا اور یہ کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک مریگا اسلئے یہ لکھنے والا یسوع کی ماں اور یوحنا کے ساتھ صلیب کے پاس گیا''۔ (۲۳): ''تب کاہنوں کے سردار نے حکم دیا کہ یسوع کو مشکیں بندھا ہوا اسکے روبرو لایا جائے''۔ (۲۴): ''اور اس سے اس کے شاگردوں اور اسکی تعلیم کی نسبت سوال کیا''۔ (۲۵): ''پس یہودا نے اس بارے میں کچھ بھی جواب نہ دیا گویا کہ وہ دیوانہ ہوگیا۔ اس وقت کاہنوں کے سردار نے اس کو اسرائیل کے جیتے جاگتے خدا کے نام حلف دیا کہ وہ اس سے سچ کہے''۔ (۲۷): ''یہودا نے جواب دیا میں تو تم سے کہہ چکا کہ میں وہی یہودا اسکریوطی ہوں جس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ یسوع ناصری کو تمہارے ہاتھوں میں سپرد کروں گا''۔ (۲۸): ''مگر میں نہیں جانتا کہ تم کس تدبیر سے پاگل ہوگئے ہو۔ (۲۹): ''کہ تم ہر ایک وسیلہ سے یہی چاہتے ہو کہ میں ہی یسوع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو جاؤں۔ کاہنوں کے سردار نے جواب میں کہا اے گمراہ گمراہ کرنیوالے! البتہ تو نے اپنی جھوٹی تعلیم اور کاذب نشانیوں کیساتھ تمام اسرائیل کو جلیل سے شروع کر کے یہاں اور شلیم تک گمراہ بنادیا ہے"۔ (۳۱): "کیا اب تجھ کو یہ خیال سوجھتا ہے کہ تو اس سزا سے جس کا تو مستحق ہے اور تو اسکے لائق ہے، پاگل بن کر نجات پا جائے گا"۔ (۳۲): "قسم ہے اللہ کی جان کی کہ تو ہرگز اس سے نجات نہ پائے گا"۔ (۳۳): "اور یہ کہنے کے بعد اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اسے خوب مکوں اور لاتوں سے ماریں تا کہ شاید اسکی عقل شاید اس کے سر میں پلٹ آئے"۔ (۳۴): "اور حقیقت یہ ہے کہ یہودا کو کاہنوں کے سردار کے خادموں کے ہاتھ سے وہ ذلت اور حقارت پہنچی جو کہ باور کرنے حد سے باہر ہے"۔ (۳۵): "اس لئے کہ انہوں نے جوش کیساتھ مجلس کی دلچسپی کیلئے نئے نئے ڈھنگ تمسخر کے ایجاد کئے"۔ (۳۶): "پس اس کو مداری کا لباس پہنایا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں سے اسکو خوب دل کھول کر مارا۔ یہاں تک کہ اگر خود کنعانی اس منظر کو دیکھتے تو البتہ وہ اس پر ترس کھاتے"۔ (۳۷): "لیکن کاہنوں اور فریسیوں اور قوم کے شیوخ کے دل یسوع پر یہاں تک سخت ہو گئے کہ اس سے وہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتے دیکھ کر خوش ہوئے۔ بحالیکہ ان کا خیال یہ تھا کہ یہودا درحقیقت یسوع ہی ہے"۔ (۳۸): "پھر اس کے بعد اسے مشکیں بندھا ہوا حاکم کے پاس کھینچ کر لے گئے جو کہ در پردہ یسوع سے محبت رکھتا تھا"۔ (۳۹): "اور چونکہ وہ خیال کرتا تھا کہ یہودا یسوع ہی ہے، لہٰذا اسکو اپنے کمرہ میں لے گیا۔ اور اس سے یہ سوال کر کے گفتگو کی کہ کاہنوں اور قوم کے سرداروں نے اُسے کس سبب سے اسکے ہاتھوں میں سپرد کیا ہے"۔ (۴۰): "یہودا نے جواب دیا اگر میں تجھ سے سچ کہوں تو تو مجھے سچا نہ جانے گا اسلئے کہ تو بھی ویسا ہی دھوکا دیا گیا ہوگا جیسا کہ کاہنوں اور فریسیوں کو دھوکا دیا گیا ہے"۔ (۴۱): "حاکم نے یہ خیال کر کے کہ وہ شریعت کے متعلق کہنا چاہتا ہے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں یہودی نہیں ہوں''۔ (۴۲): ''مگر کاہنوں اور قوم کے شیوخ نے تجھے میرے ہاتھ میں سپرد کیا ہے''۔ (۴۳): ''پس تو ہم سے سچ کہہ تاکہ میں وہی کروں جو کہ انصاف ہے''۔ (۴۴): ''اس لئے کہ مجھے یہ اختیار ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں یا تیرے قتل کا حکم دوں''۔ (۴۵): ''یہودا نے جواب میں کہا اے آقا تو مجھے سچا مان کہ اگر تو میرے قتل کا حکم دے گا تو بہت بڑے ظلم کا مرتکب ہوگا اس لئے کہ تو ایک بے گناہ کو قتل کرے گا''۔ (۴۶): ''کیونکہ میں خود یہودا اسخر یوطی ہوں نہ کہ یسوع جو کہ جادوگر ہے۔ پس اس نے اس طرح اپنے جادو سے مجھ کو بدل دیا ہے۔ پس جبکہ حاکم نے اس بات کو سنا وہ بہت متعجب ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے چاہا کہ اسے چھوڑ دے''۔ (۴۸): ''اسلئے حاکم باہر نکلا اور اس نے مسکراتے ہوئے کہا کم از کم ایک جہت سے تو یہ آدمی موت کا مستحق ہے''۔ (۴۹): ''پھر حاکم نے کہا یہ آدمی کہتا ہے کہ وہ یسوع نہیں بلکہ یہودا ہے جو کہ سپاہیوں کو یسوع کے پکڑوانے کے واسطے لے گیا تھا''۔ (۵۰): ''اور کہتا ہے کہ جلیل کے یسوع نے اسکو جادو سے یوں بدل دیا ہے۔ پس اگر یہ بات سچ ہو تو اس کا قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہوگا''۔ (۵۲): ''لیکن اگر یہی یسوع ہے اور یہ انکار کرتا ہے کہ وہ یسوع ہے۔ پس یہ یقینی ہے کہ اسکی عقل جاتی رہی ہے اور ایک دیوانہ کو قتل کرنا ظلم ہوگا''۔ (۵۳): ''اس وقت کاہنوں کے سرداروں اور قوم کے شیوخ نے کاتبوں اور فریسیوں کے ساتھ ملکر شور مچا کے کہا وہ ضرور یسوع ناصری ہے اس لئے کہ ہم اسکو پہچانتے ہیں''۔ (۵۴): ''کیونکہ اگر یہی مجرم نہ ہوتا تو ہم اسکو تیرے ہاتھ میں سپرد نہ کرتے''۔ (۵۵): ''اور وہ دیوانہ ہرگز نہیں ہے، بلکہ یقیناً وہ خبیث ہے کیونکہ اپنے اس مکر سے ہمارے ہاتھوں سے بچ جانے کا خواہاں ہے''۔ (۵۶): ''اور اگر اس نے نجات پالی تو جو فتنہ یہ اٹھائے گا وہ پہلے فتنہ سے بھی بدتر ہوگا۔ بہر حال بیلاطیس (یہ حاکم کا نام ہے) نے اس لئے کہ وہ اس دعویٰ سے اپنے تئیں چھڑا لے، یہ کہا یہ شخص جلیل کا رہنے والا ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیرودس جلیل کا بادشاہ ہے"۔(۵۸):"اس لئے اس مقدمہ میں حکم دینا میرا حق نہیں ہے"۔ (۵۹):"تم اب اسی کو ہیرودس کے پاس لیجاؤ"۔(۶۰):"تب وہ لوگ یہودا کو ہیرودس کے پاس لے گئے جس نے کہ بہت مرتبہ یہ آرزو کی تھی کہ یسوع اسی کے گھر آئے"۔(۶۱): "مگر یسوع نے کبھی اس کے گھر جانے کا ارادہ نہیں کیا"۔(۶۲):"کیونکہ ہیرودس قوموں میں سے تھا اور اس نے باطل جھوٹے معبودوں کی عبادت کی تھی اور ناپاک قوموں کے رسم و رواج کے مطابق زندگی بسر کر رہا تھا"۔(۶۳):"پس جبکہ یہودا وہاں لیجایا گیا، ہیرودس نے اس سے بہت سی چیزوں کی نسبت سوال کیا۔ یہودا نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہ وہ یسوع ہے، انکی بابت اچھا جواب نہیں دیا"۔(۶۴):"اس وقت ہیرودس نے اپنے سارے دربار کے ساتھ اس سے ٹھٹھا کیا اور حکم دیا کہ اس کو سفید لباس پہنایا جائے۔ جیسا کہ بیوقوف آدمی پہنتے ہیں"۔(۶۵):"اور یہ کہہ کر اسے بیلاطیس کے پاس واپس بھیج دیا کہ تو اسرائیل کے گھرانے کو انصاف عطا کرنے میں کمی نہ کر"۔(۶۶):"اور ہیرودس نے یہ اس لئے لکھا کہ کاہنوں کے سرداروں اور کاتبوں وفریسیوں نے اسکو سکوں کی بڑی مقدار دی تھی"۔(۶۷):"پس جب حاکم نے اس بات کو ہیرودس کے ایک خادم سے معلوم کیا کہ معاملہ ایسا ہے تو اس نے کچھ روپیہ حاصل کرنے کے لالچ میں آکر یہ ظاہر کیا کہ وہ یہودا کو چھوڑ دینا چاہتا ہے"۔(۶۸):"تب اس نے اپنے ان غلاموں کو (جنہیں کاتبوں نے کچھ روپیہ عطا کیا تھا تا کہ وہ اس یہودا کو قتل کر ڈالیں) حکم دیا کہ اسے کوڑے ماریں۔ مگر اللہ جس نے کہ انجاموں کی تقدیر کی ہے۔ یہودا کو صلیب کے واسطے باقی رکھا تا کہ وہ اس ڈراؤنی موت کی تکلیف کو بھگتے جسکے لئے اس نے دوسرے کو سپرد کیا تھا"۔(۶۹):"پس اللہ نے تازیانہ کے نیچے یہودا کی موت آنے نہیں دی باوجود اسکے سپاہیوں نے اسکو اس زور کے ساتھ کوڑے مارے تھے کہ اُن سے اس کا بدن خون بن کر بہہ نکلا"۔(۷۰):"اور اس لئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

انہوں نے اسکوایک پرانا کپڑا ارغوانی رنگ کا یہ کہہ کر پہنایا کہ ہمارے نئے بادشاہ کو مناسب ہے کہ وہ حلّہ پہنے اور تاج دے"۔ (۷۱): "پس انہوں نے کانٹے جمع کئے اور ایک تاج سونے اور قیمتی پتھروں کے تاج کے مشابہ بنایا جسکو بادشاہ اپنے سروں پر رکھتے ہیں"۔ (۷۲): "اور کانٹے کا تاج یہودا کے سر پر رکھا"۔ (۷۳): "اور اس کے ہاتھ میں ایک بانس کا ٹکڑا مثل چوگان (عصا) کے دیا اور اس نے ایک بلند جگہ میں بٹھایا"۔ (۷۴): "اور اسکے سامنے سے سپاہی ازراہ حقارت اپنا سر جھکائے اسکو سلامی دیتے گذرے گویا کہ وہ یہود کا بادشاہ ہے"۔ (۷۵): "اور اپنے ہاتھ پھیلائے تا کہ وہ انعامات لیں جنکے دینے کی نئے بادشاہوں کو عادت تھی"۔ (۷۶): "پس جب کچھ نہ پایا تو یہ کہتے ہوئے یہودا کو مارا۔ اے بادشاہ! اس حالت میں تو کیونکر تاج پوش ہوگا جبکہ تو سپاہیوں اور خادموں کو انعام نہیں دیتا"۔ (۷۷): "جبکہ تو کاہنوں کے سرداروں نے مع کاتبوں اور فریسیوں کے دیکھا کہ یہودا تازیانوں کی ضرب سے نہیں مرا۔ اور جبکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ پیلاطیس اُسکو رہا کردے گا۔ انہوں نے حاکم کو روپیوں کا ایک انعام دیا اور حاکم نے وہ انعام لیکر یہودا کو کاتبوں اور فریسیوں کے حوالہ کردیا۔ گویا کہ وہ مجرم ہے جو موت کا مستحق ہے اور انہوں نے اسکے ساتھ ہی دو چوروں پر صلیب دئے جانے کا حکم لگایا"۔ (۷۹): "تب وہ لوگ اسے "جمجمہ" پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اس یہودا کو ننگا کر کے صلیب پر لٹکایا اسکی تحقیر میں مبالغہ کرنے کیلئے"۔ (۸۰): "اور یہودا نے کچھ نہیں کیا سوا اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔ (۸۱): "میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور اس کا چہرہ اور اسکی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا"۔ (۸۲): "اس لئے ان میں سے بعض یہ خیال کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے یسوع کی تعلیم سے نکل گئے کہ یسوع جھوٹا نبی تھا اور اس نے جو نشانیاں ظاہر کیں وہ فن جادوگری سے ظاہر کیں تھیں"۔ (۸۳): "اس لئے یسوع نے کہا تھا کہ وہ دنیا کا خاتمہ ہونے کے قریب تک نہ مرے گا"۔ (۸۴): "مگر وہ اس وقت میں دنیا سے لے لیا جائیگا"۔ (۸۵): "پس جو لوگ کہ یسوع کی تعلیم میں مضبوطی سے جمے رہے۔ انکو رنج نے گھیر لیا۔ اس واسطے کہ انہوں نے مرنیوالے کو یسوع کے ساتھ بالکل مشابہ دیکھا۔ یہاں تک کہ انکو یسوع کا کہنا بھی یاد نہ آیا"۔ (۸۶): "اور اسی طرح یسوع کی ماں ہمراہی میں "جمہ" پہاڑ پر گئے"۔ (۸۷): "اور صرف ہمیشہ روتے ہوئے یہودا کی موت کو دیکھنے کے لئے موجود ہونے پر ہی کی نہیں کی بلکہ نیقوذیموس اور یوسف اباریماثیائی کے ذریعہ سے حاکم سے یہودا کی لاش بھی حاصل کی تاکہ اسے دفن کریں"۔ (۸۸): "تب اسکو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا جس کو کوئی باور نہ کرسکا"۔ (۸۹): "اور اسکو یوسف کی نئی قبر میں ایک سو رطل خوشبوؤں میں بسانے کے بعد دفن کردیا"۔

فصل ۲۱۸، (۱): "اور ہر ایک آدمی اپنے گھر کو پلٹ آیا"۔ (۲): "اور جو یہ لکھتا ہے اور یوحنا اور یعقوب اس یوحنا کا بھائی یسوع کی ماں کے ساتھ ناصرہ کو گئے"۔ (۳): "رہے وہ شاگرد جو کہ اللہ سے نہیں ڈرے تو وہ رات کے وقت گئے اور یہودا کی لاش چرا کر اسے چھپا دیا اور خبر اڑادی کہ یسوع جی اُٹھا ہے"۔ (۴): "تب اس فعل کے سبب سے ایک بے چینی پیدا ہوئی"۔ (۵): "کاہنوں کے سردار نے حکم دیا کہ کوئی آدمی یسوع ناصری کی نسبت کلام نہ کرے ورنہ وہ جرم کرنیکی سزا کے تحت میں آئیگا"۔ (۶): "اس کے لئے بڑی سختی ظاہر ہوئی۔ پس بہت سے آدمی سنگسار کئے گئے اور تازیانوں سے مارے گئے اور ملک سے جلاوطن کردیئے گئے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں خاموشی کو لازم نہیں پکڑا"۔ (۷): "اور ناصرہ میں یہ خبر پہنچی کہ کیوں کر یسوع اُن کے شہر کا ایک باشندہ جی اٹھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔اس کے بعد کہ وہ صلیب پر مرگیا تھا''۔(۸):''تب اس نے جو کہ لکھتا ہے یسوع کی ماں سے منت کی کہ وہ خوش ہو کر رونے سے باز آئے کیونکہ اس کا بیٹا جی اُٹھا ہے۔پس جبکہ کنواری مریم نے اس بات کو سنا وہ رو کر کہنے لگی تو اب ہمیں اور شلیم چلنا چاہیے تا کہ میں اپنے بیٹے کو ڈھونڈوں''۔(۹):''اس لئے اگر میں اسکو دیکھ لوں گی تو آنکھیں ٹھنڈی کر کے مرونگی''۔

فصل ۲۱۹،(۱):''تب کنواری مع اس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب کے اسی دن اور شلیم میں آئی جس روز کہ کاہنوں کے سردار کا حکم صادر ہوا تھا''۔(۲):''پھر کنواری نے جو کہ اللہ سے ڈرتی تھی اپنے ساتھ رہنے والوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کے بیٹے کو بھلا دیں باوجود اس کے کہ اس نے معلوم کر لیا تھا کہ کاہنوں کے سردار کا حکم ظلم ہے''۔(۳): ''اور ہر ایک آدمی کا انفعال (تاثر) کس قدر سخت تھا''۔(۴):''اور وہ خدا جو کہ انسان کے دلوں کو جانچتا ہے، جانتا ہے کہ بلاشبہ ہم لوگ (جو کہ ہم اپنے معلم یسوع سمجھتے تھے) کی موت پر رنج والم اور اس کو جی اٹھتا دیکھنے کے شوق میں محو ہو گئے تھے''۔(۵):''اور وہ فرشتے جو کہ مریم پر محافظ تھے تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔جہاں کہ یسوع فرشتوں کی ہمراہی میں تھا اور اس سے سب باتیں بیان کیں''۔(۶):''لہٰذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ اسکو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں اور اپنے شاگردوں کو دیکھ آئے''۔(۷):''تب اس کو فرمایا رحمٰن نے اپنے چاروں تردیکی فرشتوں کو جو کہ جبرئیل اور میکائیل اور رفائیل اور اوریل ہیں۔حکم دیا کہ یہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لیجائیں''۔(۸):''اور یہ کہ متواتر تین دن کی مدت تک وہاں اسکی نگہبانی کریں''۔(۹):''اور سوا اُن لوگوں کے جو اسکی تعلیم پر ایمان لائے ہیں اور کسی کو اسے نہ دیکھنے دیں''۔(۱۰):''پس یسوع روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جسکے اندر کنواری مریم مع اپنی دونوں بہنوں مرتا اور مریم مجدلیہ اور لعازر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور راس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب اور بطرس کے مقیم تھے"۔ (۱۱): "تب یہ سب خوف سے بیہوش ہو کر گر پڑے گویا کہ وہ مردے ہیں۔ (۱۲): پس یسوع نے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا تم نہ ڈرو اسلئے کہ میں یسوع ہوں"۔ (۱۳): "اور نہ روؤ کیونکہ میں زندہ ہوں نہ کہ مردہ"۔ (۱۴): "تب ان میں سے ہر ایک دیر تک یسوع کے آ جانے کی وجہ سے دیوانہ سا رہا"۔ (۱۵): "اس لئے کہ انہوں نے پورا پورا اعتماد کر لیا تھا کہ یسوع مر گیا ہے"۔ (۱۶): "پس اس وقت کنواری نے روتے ہوئے کہا اے میرے بیٹے تو مجھ کو بتا کہ اللہ نے تیری موت کو تیرے قرابت مندوں اور دوستوں پر بدنامی کا دھبہ رکھ کر اور تیری تعلیم کو داغدار کر کے کیوں گوارا کیا۔ بحالیکہ اس نے تجھ کو مردوں کے زندہ کر دینے پر قوت دی تھی پس تحقیق ہر ایک جو کہ تجھ سے محبت رکھتا تھا وہ مثل مردے کے تھا"۔

فصل ۲۲۰، (۱): "یسوع نے اپنی ماں سے گلے ملکر جواب میں کہا اے ماں تو مجھے مان کیونکہ میں تجھ سے سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں ہرگز نہیں مرا ہوں"۔ (۲): "اس لئے کہ اللہ نے مجھ کو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے"۔ (۳): "اور جبکہ کہا چاروں فرشتوں سے خواہش کی کہ وہ ظاہر ہوں اور شہادت دیں کہ بات کیونکر تھی"۔ (۴): "تب جونہی فرشتے چار چمکتے ہوئے سورجوں کی مانند ظاہر ہوئے یہاں تک کہ ہر ایک دوبارہ گھبراہٹ سے بیہوش گر پڑا گویا کہ وہ مردہ ہے"۔ (۵): "پس اس وقت یسوع نے فرشتوں کو چار چادریں کتان کی دیں تا کہ وہ ان سے اپنے تئیں ڈھانپ لیں تا کہ اسکی ماں اور اسکے رفیق انہیں دیکھ نہ سکیں اور صرف ان کو باتیں کرتے سننے پر قادر ہوں"۔ (۶): "اور اسکے بعد ان لوگوں میں سے ہر ایک کو اٹھایا انہیں یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ یہ فرشتہ اللہ کے ایلچی ہیں"۔ (۷): "جبرئیل جو کہ اللہ کے بھیدوں کا اعلان کرتا ہے"۔ (۸): "اور میخائیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو کہ اللہ کے دشمنوں سے لڑتا ہے''۔ (۹): ''اور رافائیل جو کہ مرنیوالوں کی روحیں نکالتا ہے''۔ (۱۰): ''اوراوریل جو کہ روز اخیر قیامت میں لوگوں کو اللہ کی عدالت کی طرف بلائے گا''۔ (۱۱): ''پھر چاروں فرشتوں نے کنواری سے یہ بیان کیا کہ کیونکر اللہ نے یسوع کی جانب فرشتے بھیجے اور یہودا کی صورت کو بدل دیا تا کہ وہ اس عذاب کو بھگتے جس کیلئے اس نے دوسرے کو بیچا تھا''۔ (۱۲): ''اس وقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم کیا مجھے جائز ہے کہ تجھ سے اس وقت بھی اس طرح سوال کروں جیسے کہ اس وقت جائز تھا جبکہ تو ہمارے ساتھ مقیم تھا''۔ (۱۳): ''یسوع نے جواب دیا برنباس تو جو چاہے دریافت کر میں تجھ کو جواب دوں گا''۔ (۱۴): ''پس اس وقت اس لکھنے والے نے کہا اے معلم اگر اللہ رحیم ہے تو اس نے ہم کو یہ خیال کرنے والا بنا کر اس قدر تکلیف کیوں دی کہ تو مردہ تھا''۔ (۱۵): ''اور تحقیق تیری ماں تجھ پر اس قدر روئی کہ مرنے کے قریب پہنچ گئی''۔ (۱۶): ''اور اللہ نے یہ روا رکھا کہ تجھ پر ''مجمہ'' پہاڑ پر چوروں کے مابین قتل ہونے کا شبہ لگے۔ حالانکہ تو اللہ کا قدوس ہے''۔ (۱۷): ''یسوع نے جواب میں کہا اے برنباس تو مجھ کو سچا مان کہ اللہ ہر خطا پر خواہ کتنی ہی ہلکی کیوں نہ ہو بڑی سزا دیا کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ گناہ سے غضب ناک ہوتا ہے''۔ (۱۸): ''پس اسی لئے جبکہ میری ماں اور میرے ان وفادار شاگردوں نے جو کہ میرے ساتھ تھے مجھ سے دنیاوی محبت کی نیک کردار خدا نے اس محبت پر موجودہ رنج کیساتھ سزا دینے کا ارادہ کیا تا کہ اس پر دوزخ کی آگ کیساتھ سزا دی نہ کیجائے''۔ (۱۹): ''پس جبکہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تا کہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں''۔ (۲۰): ''اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جبکہ محمد رسول آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا، جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

گے۔(۲۱):''اور یسوع نے یہ بات کہنے کے بعد کہا اے رب ہمارے البتہ تو بیشک عادل ہے اسلئے کہ اکیلے تیرے ہی لئے بے نہایت بزرگی اور اکرام ہے''۔

فصل ۲۲۱: اور یسوع اس لکھنے والے کی جانب متوجہ ہوا اور کہا اے برنباس تجھ پر واجب ہے کہ تو ضرور میری انجیل اور وہ حال لکھے جو کہ میرے دنیا میں رہنے کی مدت میں میرے بارے میں پیش آیا اور وہ بھی لکھ جو کہ یہودا پر واقع ہوا تا کہ ایمانداروں کا دھوکا کھانا زائل ہو جائے اور ہر ایک حق کی تصدیق کرے''۔(۳):''اس وقت اس لکھنے والے نے جواب دیا اے معلم اگر خدا نے چاہا تو میں اسکو ضرور کروں گا''۔(۴):''لیکن میں نہیں جانتا کہ یہودا کو کیا پیش آیا اسلئے کہ میں نے سب باتیں نہیں دیکھی ہیں''۔(۵):''یسوع نے جواب دیا یہاں یوحنا اور پطرس ہیں جن دونوں نے ہر چیز دیکھی ہے۔پس یہ دونوں تجھ کو تمام واقعات کی خبر دیں گے''۔(۶):''پھر ہم کو یسوع نے ہدایت کی کہ ہم اسکے مخلص شاگردوں کو بلائیں تا کہ وہ سب اس کو دیکھیں تب اس وقت یعقوب اور یوحنا نے ساتوں شاگردوں کو مع نقودیموس اور یوسف اور بہت سے دوسروں کے بہتر میں سے جمع کیا اور انہوں نے یسوع کے ساتھ کھانا کھایا''۔(۸):''اور تیسرے دن یسوع نے کہا تم لوگ میری ماں کے ساتھ زیتون پہاڑ پر چڑھ جاؤ''۔(۹):''اس لئے کہ میں وہیں سے آسمان پر بھی چڑھ جاؤں گا اور تم اسکو دیکھو گے جو مجھے اٹھالے جائے گا۔تب سب کے سب گئے بجز پچیس کے بہتر شاگردوں میں سے جو کہ خوف سے دمشق کی طرف بھاگ گئے تھے''۔(۱۲):''اور اسی اثناء میں کہ یہ سب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے یسوع ظہر کے وقت ان فرشتوں کی ایک بھاری بھیڑ کیساتھ آیا جو اللہ کی تسبیح کرتے تھے''۔(۱۳):''تب وہ اس یسوع کے چہرے کی روشنی سے اچانک ڈر گئے اور اپنے مونہوں کے بل زمین پر گر پڑے''۔(۱۴):''لیکن یسوع نے انکو اٹھا کر کھڑا کیا اور یہ کہہ کر انہیں تسلی دی:تم ڈرومت میں تمہارا معلم ہوں۔اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے، یہ کہتے ہوئے آیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو"۔(۱۶): "اسلئے کہ اللہ نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے"۔(۱۷): "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے"۔(۱۸): "تم ڈرتے رہو اس لئے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکا دینے کا ارادہ کریگا"۔(۱۹): "لیکن تم تمام اسرائیل ساری دنیا میں ان سب چیزوں کے لئے جنکو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو"۔(۲۰): "اور یہ کہنے کے بعد اللہ سے مومنوں کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید توبہ و ایمان کے لئے دعا کی"۔(۲۱): "پس جبکہ دعا ختم ہوگئی اسنے یہ کہتے ہوئے اپنی ماں کو گلے لگایا اے میری ماں مجھ پر سلامتی ہو"۔(۲۲): "تو اس اللہ پر توکل کر جس نے تجھ کو اور مجھ کو پیدا کیا ہے"۔(۲۳): "اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف کہتا ہوا متوجہ ہوا: اللہ کی نعمت اور اسکی رحمت تمہارے ساتھ رہے"۔(۲۴): "پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے"۔

فصل ۲۲۲، (۱): "یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد اسرائیل اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراگندہ ہو گئے"۔(۲): "رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا، اسکو باطل نے دبا لیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے"۔(۳): "پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ نے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں، یہ بشارت دی کہ یسوع مر گیا اور وہ جی نہیں اٹھا اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ درحقیقت مر گیا پھر جی اٹھا اور اوروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے اور انہی لوگوں کے شمار میں پولس نے بھی دھوکا دیا"۔(۶): "اب رہے ہم تو ہم محض اسی کی منادی کرتے ہیں کہ جو کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں تا کہ اخیر دن میں جو اللہ کی عدالت کا دن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوگا، چھٹکارا پائیں۔ آمین"۔

ناظرین! مذکورہ بالا حوالہ جات انجیل برنباس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیا جانا اور صلیب کے عذابوں سے معذب ہونا تو درکنار وہ تو دشمنوں کے پاس تک نہ رہے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو ان تک رسائی نہیں ہوئی۔ سولی دینا اور صلیب پر لٹکانا اور بے گناہ کو کوڑے مارنا تو برا کام ہے۔ خداتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایسے طریق سے حفاظت کی کہ دشمنوں نے مس تک نہ کیا اور خدا نے انکو حسب وعدہ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ صحیح سلامت آسمان پر اٹھالیا اور انکے عوض یہودا اسخیر لوطی جس نے تمیں سکوں کے لالچ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوانا چاہا تھا، وہی صلیب دیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ o﴾ یعنی "یہودا نے تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ غالب تدبیر کرنے والا ہے"۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر میں غالب آیا اور جو صلیب کے عذاب یہودا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے تجویز کیے تھے وہی عذاب اس پر الٹ دیئے۔ یہودا اسخیر لوطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ مصلوب ہوا اور یہ عین انصاف تھا۔ کیونکہ یہودا اسخیر لوطی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دلوانے کی تدبیر کی تھی۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور یہودا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی یہودا کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل ہوگئی اور وہ صلیب دیا گیا۔ یہودا نے اس وقت بہت شور اٹھایا اور فریاد وواویلا کیا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔ عیسیٰ نے جادو کے زور سے مجھ پر اپنی شبیہ ڈالی ہے اور خود بچ گیا ہے۔ مگر سب نے سنکر یہ خیال کیا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اپنی جان صلیب سے بچانے کے لئے حیلہ نکالا ہے کہ کسی طرح بچ جاؤں۔ پر کسی نے اعتبار نہ کیا اور اسی کو صلیب دی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تمام عیسائیوں کے دو فرقے ہو گئے تھے: **ایک** کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے اور نہ صلیب کے زخم ان کو لگائے گئے۔ وہ صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے گئے اور انکا مشبہ یعنی یہوداسخیر لوطی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی تھی، وہی صلیب دیا گیا۔ اس اعتقاد والے باسالیدیان، سرن تھان، گورپوکھری تیان تین فرقے عیسائیوں کے ہیں۔

دوسرا گروہ عیسائیوں کا اس بات کا **معتقد** ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب دیئے گئے اور انکو صلیب کے عذاب اس واسطے دیئے گئے کہ ان کی امت کی نجات ہو اور کفارہ کی بنیاد رکھنے یا قائم کرنیکے واسطے ایسا اعتقاد تراشا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے امت کے گناہوں کے بدلے عذاب اٹھائے اور صلیب پر فوت ہو گئے تھے۔ اور پھر تیسرے روز زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور یہ فرقے رومن کیتھلک، یونیٹرین، پروٹسٹنٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔

تیسرا گروہ یہود کا تھا جو کہتا تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو جو رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا، قتل کر دیا۔

یہ اختلاف حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے زمانہ تک برابر چلا آتا تھا۔ یہود کہتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ **ایک** عیسائی فرقہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے، بلکہ زندہ اٹھائے گئے اور انکا ہمشکل پھانسی دیا گیا اور مارا گیا۔ تیسرا گروہ عیسائیوں کا یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکائے گئے اور فوت ہو کر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر آخر زمانہ میں اتریں گے۔

قرآن مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اس اختلاف کا جو فیصلہ کیا وہ یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صلیب دیئے گئے۔ جیسا کہ ﴿مَا قَتَلُوْهُ وَ مَاصَلَبُوْهُ﴾ سے ظاہر ہے ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہی فیصلہ قرآن کے ماننے والوں نے تسلیم کیا۔ اور ۱۳۰۰ برس تک صحابہ کرام و آئمہ دین وصوفیائے کرام واولیائے امت محمدیہ بھی فیصلہ قرآن مانتے آئے ہیں کسی ایک نے بھی قرآن کے برخلاف نہ یہود کا اعتقاد رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ اور نہ عیسائیوں کا اعتقاد رکھا کہ صلیب پر لٹکائے گئے۔ بلکہ وہی اعتقاد رکھا جو قرآن نے انجیل برنباس کے بیان کی تصدیق کی تھی۔ یعنی ﴿شُبِّهَ لَهُمْ﴾ فرمایا تھا، جس کا مطلب وہی ہے جو کہ برنباس حواری نے بیان کیا اور چشم دید حال بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ انکا ہم شکل صلیب دیا گیا۔

اب جائے غور ہے کہ وہ شخص کس قدر ظالم طبع ہوگا جو یہ اعتقاد رکھے کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ جو حکم بن کر آئے تھے، انہوں نے اختلاف کا فیصلہ نہ کیا اور جس مطلب کیواسطے رسول بن کر آئے تھے وہ کام نہ کیا اور اپنا فرض منصبی ادا نہ کیا اور اختلاف چھوڑ گئے۔ یہ جو مرزا صاحب اور مرزائی اب کہتے ہیں کہ عیسیٰ صلیب پر لٹایا گیا، یہ تو پہلے عیسائیوں کا اعتقاد تھا اور یہ کفارہ کی بنیاد تھی کہ حضرت عیسیٰ نے صلیب کے عذاب امت کی خاطر برداشت کئے۔ اور چونکہ یہ اعتقاد باطل تھا اسلئے قرآن نے اسکی تردید کی اور صاف صاف لفظوں میں فرمایا: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ یعنی ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو فوت ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے، بلکہ انکو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہوتے تو صاف فرمایا جاتا کہ عیسیٰ مر گئے۔ اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ نہ فرمایا جاتا اور یہ قطعی دلیل حیات مسیح ہے۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اسکی تصدیق فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، وہ حدیث یہ ہے: ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْیَهُوْدِ: اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ“۔ (از در منثور) یعنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

''رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے، وہ تم میں قیامت سے پہلے آنیوالے ہیں۔ پھر دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسىٰ بن مريم مع رسول الله وصاحبهٗ فيكون قبره رابعاً"**. یعنی ''عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے اور انکی چوتھی قبر ہوگی''۔ پھر تیسری حدیث میں فرمایا: **"ثُمَّ يَمُوْتُ فيدفن معي في قبري"**. یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ۴۵ برس زندہ رہ کر پھر فوت ہوں گے اور مقبرہ میں دفن ہوں گے''۔

اس جگہ مرزا صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو **"في قبري"** کے لفظ پر کرتے ہیں۔ افسوس مرزا صاحب کو اعتراض کرنے کے وقت ہوش نہ رہتی تھی۔ **"في قبري"** کے لفظی معنوں پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) ''رسول کی ہڈیاں نکال کر پھر عیسیٰ کو دفن کریں گے اور یہ ہتک رسول اللہ کی ہے''۔ ہم مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے باادب دریافت کرتے ہیں کہ **"في"** کے معنی اگر یہی ہیں جو مرزا صاحب کہتے ہیں تو ﴿**قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ**﴾ کے معنی بھی وہ یہی کرتے ہوں گے کہ زمین کے بیچ میں سرنگ کھود کر سیر کرو! ﴿**وَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ**﴾ کے معنی بھی وہ یہی کرتے ہوں گے کہ میرے بندوں کے پیٹ پھاڑ کر داخل ہو جاؤ! ﴿**اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً**﴾ کے معنی بھی یہی کرتے ہوں گے کہ طبقات زمین کے نیچے زمین کے درمیان آدم کو خلیفہ بنائے گا! مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ صریح نص شرعی کے مقابل جب انکو جواب نہ آتا تو جہالت کے اعتراض کر کے نص شرعی ٹالنا چاہتے تھے۔ مگر اہل علم کب سنتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جب اس حدیث کی شرح دوسری حدیث نے کر دی ہے: **"فيكون قبره رابعا"**. یعنی ''انکی قبر چوتھی قبر ہوگی''، تو پھر جہالت نہیں تو اور کیا ہے کہ **"في قبري"** سے یہ مطلب ہے کہ ''رسول اللہ کی قبر کو کھود کر عیسیٰ کو دفن کریں گے''۔ خلاصہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ ہے کہ جو امر انجیل میں مذکور ہو اور قرآن اور احادیث سے اسکی تصدیق ہو، اور شریعت محمدی میں جزو ایمان قرار پائے، اس امر سے محض اپنی خواہش نفس کی خاطر انکار کرنا اور مسیح کو مار کر خود مسیح موعود بننا، کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ اس طرح تو پہلے بھی کئی جھوٹے مسیح موعود ہو گزرے ہیں۔ چنانچہ ''ابراہیم بذلہ'' نے خراسان میں یہی تو دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ سندھ میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جزیرہ حمیکہ میں ایک حبشی نے دعویٰ کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ جعلی ونقلی و بروزی وظلی مسیح تو بہت ہو گذرے اور حسب پیشگوئی حضرت عیسیٰ ومحمد رسول اللہ ﷺ بہت ہوتے رہیں گے۔ اصلی مسیح تو وہی ہے جو نبی ناصری ابن مریم تھا۔ جس کا زندہ ماننا نزول کیواسطے لازمی ہے۔ کیونکہ اگر مسیح بھی دوسرے نبیوں کی طرح مر چکا ہے تو پھر اس کا نزول بھی باطل ہے۔ کیونکہ مردے کبھی اس دنیا میں دوبارہ نہیں آتے اور مسئلہ نزول جزو ایمان ہے۔ اس لئے مسیح کا زندہ ماننا بھی جزو ایمان ہے۔ دیکھو ''فقہ اکبر'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **''وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب و نزول عیسٰی من السماء وسائر علامات یوم القیامة علی وردت به الأخبار الصحیحة حق کائن''.**

یعنی ''نکلنا دجال یاجوج وماجوج کا اور چڑھنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور تمام علامات قیامت کی جو کچھ حدیثوں میں وارد ہے، سب حق ہیں''۔ (فقہ اکبر)۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جزو ایمان ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب شرط زائل ہو تو مشروط بھی زائل ہو جاتا ہے۔ پس اصالتاً نزول عیسیٰ علیہ السلام سے انکار عین قیامت کا انکار ہے اور یہ کفر ہے۔ (وماعلینا الا البلاغ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مرزا صاحب انجیل وقرآن واحادیث نبوی کے برخلاف ''ازالہ اوہام'' حصہ دوم کے ص ۵۶۱ پر لکھتے ہیں: ''اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے'' چنانچہ الہام یہ ہے: ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے''...... (الخ)

ناظرین کرام! چونکہ یہ الہام قرآن شریف اور احادیث نبوی اور اجماع امت کے برخلاف تھا اس لئے حسب اصول مقرر کردہ صحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین واولیائے امت مرزا صاحب کو ایسے الہام پر اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس پر اجماع امت ہے کہ جو الہام قرآن شریف کے برخلاف ہو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطانی ہے۔ مگر افسوس! مرزا صاحب بجائے اس الہام کو ردّ کرنے کے الٹا اس فکر میں لگے کہ کسی طرح وفات مسیح قرآن شریف سے ثابت کر کے اپنے الہام کی پیروی کرتے ہوئے خود ہی عیسیٰ ابن مریم بن جائیں اور اپنی پہلی تحریریں جو کہ وہ بھی الہام سے لکھی تھی، ان کو ردی کر دیں۔ انکی پہلی الہامی تحریر حسب ذیل ہیں:

الہام مرزا صاحب: هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ...... (الخ)۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائینگے تو انکے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا"۔ (دیکھو براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹، مصنفہ مرزا صاحب) جسکی نسبت مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ الہام ربانی سے لکھی گئی ہے۔

اب فیصلہ آسان ہے کہ مرزا صاحب کی دونوں تحریروں کو خدا کی طرف سے تسلیم نہیں کر سکتے۔ بہر حال ایک ہی درست ہوگی جو قرآن کریم اور حدیث شریف اور سلف صالحین کی تحریروں کے موافق ہوگی۔ اور دوسری جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے، غلط ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی بعد کی تحریر چونکہ نصوص شرعی کے برخلاف ہے، اس واسطے غلط ہے۔ پیروی کے لائق نہیں۔ مرزا صاحب نے سخت اصولی غلطی کھائی ہے کہ تمام امت کے برخلاف جو انکو الہام ہوا اسکو سچا کرنے کے واسطے قرآن شریف کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو یہود نے کتاب اللہ تورات کے ساتھ کیا تھا یعنی ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ﴾ مرزا صاحب نے تمیں آیات پیش کی ہیں جو کہ ذیل میں درج کر کے ہر ایک کا نمبر وار جواب دیا جاتا ہے۔ "قولہ" کے تحت مرزا صاحب کی عبارت ہے۔ اور "اقول" کے تحت جواب۔

قولہ: پہلی آیت "یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ"۔ یعنی "اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور پھر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکروں پر قیامت تک غلبہ دینے والا ہوں"۔

اقول: اگر دوسرا شخص یہ ترجمہ کرتا تو مرزا صاحب اس پر یہودیت اور الحاد کا فتویٰ دیدیتے کہ تم نے "پھر عزت کے ساتھ" کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور "تہمتوں سے" کن الفاظ کا ترجمہ ہے۔ مگر مرزا صاحب خود ہیں کہ قرآن شریف میں تحریف لفظی کرتے ہیں اور خوف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خدا نہیں کرتے کہ جو الفاظ قرآن میں نہیں ہیں، کیونکر اپنی طرف سے وہ الفاظ قرآن شریف میں داخل کئے جاسکتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کا کوئی مرید بتادے: ''عزت کے ساتھ اُٹھانا'' اور ''تہمتوں سے پاک کرنا'' کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ **''مُطَهِّرُکَ''** کا لفظ جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس میں آسمان کی طرف جانے کا اشارہ تھا کہ: ﴿**مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا**﴾ یعنی ''اے عیسیٰ میں تجھ کو ان لوگوں کی صحبت سے پاک کروں گا''۔ یہ اشارہ تھا کہ تم کو ایسی جگہ رکھوں گا جس جگہ کافر نہ پہنچ سکیں گے اور وہ جگہ آسمان ہی ہے۔ جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ ''مسیح آسمان پر اُٹھایا گیا''۔ اور مسیح خود بھی فرماتے ہیں کہ ''میں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ تم وہاں نہیں آسکتے یعنی آسمان''۔

اور مرزا صاحب نے خود بھی لکھا ہے: ''سو حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں میں جا بیٹھے''۔ (دیکھو براہین احمدیہ ص ۳۶۱، مصنفہ مرزا صاحب)۔ **''مُتَوَفِّيْکَ''** کے معنی بھی مارنے والا غلط کئے ہیں۔ کیونکہ **''توفی''** کا مادہ **''وَفا''** ہے اور وَفا کے معنی موت ہرگز نہیں صرف بطور مجاز موت کے معنی لئے جاتے ہیں، کیونکہ موت کے وقت خدا تعالیٰ روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اس واسطے مجازی معنی موت کے ہیں، حقیقی معنی **''توفی''** کے پورا پورا لینے یا دینے کے ہیں۔ دیکھو: ﴿**ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ**﴾۔ یعنی ''پھر تمام نفس پورا پورا بدلہ دیئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے''۔ افسوس! مرزا صاحب نے خود ہی **''توفی''** کے معنی پورا پورا لینے کے کئے ہیں۔ دیکھو ''براہین احمدیہ'' ص ۵۱۹، جو مرزا صاحب کی الہامی کتاب ہے۔

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول نے بھی اسی آیت: ﴿**يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ**﴾ (الآیۃ) کے معنی پورا لینے کے کئے ہیں۔ سنو حکیم صاحب کا ترجمہ: ''جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں اپنی طرف''۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

(دیکھو تصدیق، ص ۸، مصنفہ حکیم نور الدین صاحب)

اسمیں کچھ شک نہیں کہ پہلے مرزا صاحب مسلمان تھے اور انکے عقائد جمہور اہل اسلام کے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے اصالتاً نزول اور حیات کے معتقد تھے، مگر بعد میں جب ان کو خود عیسیٰ ابن مریم بننے کا خیال ہوا تو پھر سب کچھ بھول گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثابت کرنے میں قرآن شریف میں تحریف شروع کر دی اور برائے نام تیس (۳۰) آیات لکھ کر اپنے من مانی تفسیر و معانی کئے اور انکے مرید "حکیم خدا بخش" نے اپنی کتاب "عسل مصطفیٰ" میں بے محل ساتھ آیتیں لکھدیں۔ یہ اپنے مرشد مرزا صاحب سے بھی بڑھ گئے۔ اصل میں ایک آیت بھی قرآن شریف میں نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہو گئی ہے۔ پس اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ "**مُتَوَفِّیکَ**" کے معنی یہ نہیں کہ مار دیا۔ مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ میں تجھے مارنے والا ہوں، جسکا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ابھی مارا نہیں آئندہ کسی زمانہ میں مارنے والا ہوں۔

اس آیت کو وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کرنا علم عربی سے ناواقف ہونے کی سند ہے۔ کیونکہ "**مُتَوَفِّیکَ**" کے معنی مارنے والا ہے نہ کہ مار دیا۔ اسم فاعل کے صیغہ کو ماضی کا صیغہ سمجھنا عربی سے جاہل ہونے کی ایک کافی دلیل ہے۔

پس آیت سے وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں بلکہ حیات ثابت ہے کیونکہ اس آیت کے نازل ہونے تک مسیح کی موت وارد نہ ہوئی تھی اور "**مُتَوَفِّیکَ**" کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اے مسیح میں تجھ کو کسی آئندہ زمانہ میں مارنے والا ہوں اور یہ معنی مرزا صاحب کے غلط معنی "مارنے والا" تسلیم کر کے کئے ہیں ورنہ "**توفی**" کے معنی "**اخذ شئ وافیا**" ہی کے ہیں۔ جیسا کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ کسی مفسر نے اسکے معنی "مرنیوالا" نہیں کئے۔ شاید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی مرزائی کہدے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اسکے معنی ''مُمِیتُکَ'' کیے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بعد نزول وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ سابقاً اسی کتاب میں لکھا جاچکا ہے۔ (دیکھیں ص ۱۴۱، کتاب ہذا)

قوله: دوسری آیت جو مسیح ابن مریم کی موت پر دلالت کرتی ہے یہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَیْهِ﴾ ہے۔ یعنی مسیح ابن مریم مقتول ومصلوب ہو کر مردود اور ملعون لوگوں کی موت سے نہیں مرا۔ جیسا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا خیال ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اسکو اپنی طرف اُٹھالیا۔ جاننا چاہئے کہ اس جگہ **رَفَعَهُ** سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو'' ...... (الخ)۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ۵۹۹، مصنفہ مرزا صاحب)

اقول: **رَفَعَهُ** مسیح علیہ السلام کی مفصل بحث ذیل میں ملاحظہ ہو، **وھوھذا**:

ناظرین! رفع عیسیٰ علیہ السلام شاخ یا جزو یا فرع ہے۔ واسطے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے جس کا نزول مخبر صادق خاتم النبیین مفخر موجودات محمد ﷺ نے قیامت کی علامات میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ایک علامت قیامت بیان فرمائی۔ اور نزول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت اور حشر بالا جساد پر اور یوم القیامت پر جو دن جزاو سزا کا ہے کیونکہ جو شخص قیامت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہرگز سچا مومن نہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے جو مومن سے اقرار لیا جاتا ہے یا مومن کو تعلیم دیجاتی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہوں۔ اور یہ اقرار نہ صرف زبانی اقرار کرتا ہوں بلکہ اسکی تصدیق قلب یعنی دل سے بھی کرتا ہوں۔ اور کوئی مسلمان نہیں جو اس بات کو نہ جانتا ہو۔ مگر تاہم میں ایمان کی صفت بیان کرتا ہوں جس پر تمام امت کا اجماع ہے اور کسی ایک کو بھی انکار نہیں اور وہ یہ ہے: ''**امنت باللہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الاخر والقدر خیره وشره من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت**''۔ یعنی میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایمان لایا اللہ پر فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر یعنی توریت، انجیل، زبور، قرآن پر اور تمام رسولوں پر اور قیامت کے دن اور نیکی اور بدی کا مقدر ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور جی اٹھنا موت کے بعد قیامت کے دن"۔ پس جو شخص اس اقرار پر قائم ہے اور دل سے اسکی تصدیق کرتا ہے، وہ مومن ہے اور جو شخص ان امور کا منکر ہے وہ غیر مومن اور کافر ہے۔ اس صفت ایمان کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل مسئلہ رفع پر جب غور کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ رفع کا انکار نزول کا انکار ہے اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار علامات قیامت کا انکار ہے۔ کیونکہ جس قدر علامات قیامت ہیں سب کی سب مافوق الفہم ہیں اور عقل انسانی انکی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ اسی واسطے ان پر ایمان لانے والا مبارک گروہ "یومنون بالغیب" میں شامل ہوتا ہے۔ اور چون وچرا کرنیوالا اور محالات عقلی وخلاف قانون قدرت کے عذر اور اعتراض پیش کرنیوالا، من گھڑت تاویلات کرنیوالا ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ "یومنون بالغیب" کی فہرست میں داخل ہوسکے۔ پس ثابت ہوا کہ مومن وغیر مومن میں یہی فرق ہے کہ مومن محال عقلی کے اعتراضات نہیں کرتا اور فرمودہ خداتعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور غیر مومن خدا اور اسکے رسول کے فرمودہ پر ایمان نہیں لاتا اور اپنے حواس پر دھوکا خوردہ ہوکر دولتِ ایمان سے بے بہرہ رہتا ہے۔ پہلے کلام ربانی کی تاویلات اپنی عقل کے مطابق کرتا ہے اور جب اسکی عقل نظارۂ قدرت میں محو ہوکر حیران ہوکر عاجز ہوتی ہے تو پھر انکار کردیتا ہے اور کھرا خاصہ دہریہ وکافر بن جاتا ہے۔ خواہ کسی مصلحت کے باعث منافقانہ طور پر زبان سے اقرار بھی کرے کہ جی ہاں میں تمام ساوی کتابوں کو مانتا ہوں مگر آسمانی کتابوں میں مضامین لکھے ہوئے ہیں انکے معنی سلف صالحین نے جو کئے ہیں چونکہ وہ موجودہ زمانہ کی عقول کے مطابق نہیں، اس واسطے تاویلی معنی کرتا ہوں۔ دراصل وہ منکر ہوتا ہے، صرف مومنوں کے ڈر سے زبانی اقرار کرتا ہے، مگر یہ اقرار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مؤمنین کتاب اللہ میں شامل نہیں ہونے دیتا۔ اس مختصر تمہید کے بعد اصل مسئلہ رفع کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ رفع نزول عیسیٰ علیہ السلام قرآنی مسئلہ نہیں بلکہ انجیلی مسئلہ ہے۔ جسکی تصدیق محمد ﷺ نے فرمائی ہے کیونکہ وہ عیسائیوں کے مشرکانہ عقیدہ کی اصلاح کے واسطے تشریف لائے تھے۔ اگر یہ عقیدہ مشرکانہ تھا تو حضور علیہ السلام کا پہلا فرض تھا کہ اسکی تردید فرماتے مگر جب تصدیق فرمائی تو یہ بالکل غلط ہوا کہ ''رفع جسمانی کا مسئلہ مشرکانہ ہے''۔ اس اعتقاد فاسد سے تو محمد رسول اللہ ﷺ پر الزام آتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنی امت کو مشرک بنایا اور کیوں نہ اس عقیدہ نزول ورفع کو باطل فرمادیا۔ جیسا کہ ابن اللہ اور تثلیث وغیرہ عقائد کی تردید فرمائی اور مٹایا۔ اس مسئلہ رفع ونزول کو بھی مٹاتے، مگر بجائے مٹانے کے تصدیق فرمائی اور جان بوجھ کر اپنی امت کو ابتلاء میں ڈالا۔ جب محمد مصطفیٰ ﷺ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو بحال رکھا اور مناسب طریق پر اسکی تصدیق فرمائی تو پھر اس عقیدہ سے انکار کرنا محمد سے انکار کرنا ہے اور چونکہ نزول فرع ہے اصل رفع کی یعنی رفع لازم ہے اور نزل ملزوم۔ یا یوں سمجھو کہ پہلے رفع ہے اور بعد نزول۔ جب رفع سے انکار ہوگا تو نزول سے ضرور انکار ہوگا اور یہ کفر ہے کہ علامات قیامت اور یوم آخرت سے انکار کیا جائے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ انجیل میں اس مسئلہ کی نسبت کیا بیان ہے اور قرآن نے تصدیق فرمائی یا نہیں۔ چونکہ قرآن مجید دوسری سماوی کتابوں کا مصدق ہے اس لئے ضروری ہے کہ پہلے مسئلہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت انجیل میں دیکھیں کہ انجیل میں رفع عیسیٰ علیہ السلام کس طرح مذکور ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ ﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾. یعنی ''اہل کتاب سے دریافت کرو جو تم نہیں جانتے''۔ جب قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ میں مصدق تورات وانجیل ہوں۔ دیکھو سورہ مائدہ، رکوع ۷'' ﴿آتيناه الانجيل فيه هدًى وَّنورٌ﴾ یعنی ''ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

انجیل دی جس میں ہر طرح کی۔۔۔اور نور ہدایت ہے اور آگے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ﴾......(الخ) ترجمہ: ''اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہاری طرف (بھی) کتاب برحق اتاری کہ جو کتابیں (اس کے اترنے کے وقت) پہلے سے موجود ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور انکی محافظ بھی ہے تو جو کچھ خدا نے تم پر اتارا ہے تم بھی اسی کے مطابق ان لوگوں میں حکم دو اور جو حق بات تم کو خدا سے پہنچتی ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو''۔(ص ۱۵۲، نذیر احمد)

قرآن مجید نے رفع عیسٰی علیہ السلام کی تصدیق تو فرمائی کہ: ﴿مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾۔ یعنی ''حضرت عیسٰی علیہ السلام یقیناً قتل نہیں ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ مگر رفع کی کیفیت مفصل تحریر نہیں فرمائی کہ کس طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام مرفوع ہوئے۔ یعنی اٹھائے گئے اس لئے ضروری ہے کہ ارشاد خداوندی اور حکم قرآنی کے مطابق انجیل سے اس مسئلہ رفع کی حقیقت تو دیکھیں اگر اس کی تصدیق قرآن و انجیل سے ہو جائے تو پھر کسی مومن کا کام نہیں کہ اس مسئلہ سے انکار کرے، چاہے اسکی عقل کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ مومن کی تعریف یہ ہے کہ فرمودہ خدا پر بلا دلیل عقلی ایمان لائے۔

مرزا صاحب بھی ''ازالہ اوہام'' حصہ دوم کے صفحہ ۶۱۶ پر: ''فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون'' کا اصول قبول کر کے لکھتے ہیں کہ: ''اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہلِ کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائیگی''۔(بلفظہ ملخصا)۔ پس مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے کہ مسائل متنازعہ فیہما میں جس مسئلہ کی تفصیل قرآن میں بیان نہ ہو تو اہل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کتاب کی کتابوں سے دیکھنا چاہیے اور انکی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اب چونکہ رفع عیسیٰ علیہ السلام میں تنازعہ ہے ایک فریق ۱۳ سو برس کے بعد کہتا ہے کہ روحانی رفع ہوا۔ اب طریق انصاف یہ ہے کہ انجیل کی طرف رجوع کریں، کیونکہ انجیل چشم دید شہادت حواریان حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے اور معتبر ہے۔ جس سے مرزا صاحب نے حضرت ایلیا کا قصہ اور حضرت یونس کا قصہ اور حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ حضرت یحیٰ ایلیا ہے، قبول کیا۔ تو اب انجیل کے معتبر ہونے میں مرزا صاحب کو کچھ شک نہیں۔ پس ان کے مریدوں کو بھی شک نہیں کرنا چاہیے اور انجیل کا بیان قبول کرنا چاہیے۔ یہ نہیں ہو سکتا اور نہ انصاف ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے واسطے انجیل جب ان کے مطلب کی کہے تو معتبر ہو اور جب وہی انجیل ان کے خلاف مطلب کہے تو محرف و مبدل اور غیر معتبر ہو جائے، انجیل معتبر ہے تو دونوں کے واسطے ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کے ارشاد کے مطابق انجیل کی طرف رجوع کرتے ہیں:

حوالہ اول: ''انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۵۰ سے ۵۲ تک'' ''تب وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کے انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا، ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا''۔

ناظرین! ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور اسی حالت میں اٹھایا جانا رفع جسمانی ثابت کرتا ہے، کیونکہ روح کے ہاتھ نہیں ہوتے اور نہ روح دعا کر سکتا ہے بغیر جسم کے۔

حوالہ دوم: ''اعمال، باب ۱، آیت ۹ سے ۱۲ تک'' ''اور یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسے انکی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وہ آسمان کی طرف تک رہے تھے۔ دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے کہ اے جلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے، اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا پھر آئیگا"۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ کس طرح رفع جسمانی اور نزول جسمانی ثابت ہے۔

حوالہ سوم: "انجیل مرقس، باب ۱۶، آیت ۱۹" "غرض خداوند (عیسیٰ علیہ السلام) انہیں ایسا فرمانے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا"۔

ناظرین! کیا صاف صاف ثبوت ہے کہ آسمان پر رفع جسمانی ہوا۔ کیونکہ فرمانے کے بعد اٹھایا گیا، لکھا ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات انجیل سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان کا لفظ ہر ایک انجیل میں موجود ہے اور جسدِ عنصری کے ساتھ اٹھایا جانا ثابت۔ کیونکہ بدلی کا لفظ انجیل میں جو ہے، بتا رہا ہے کہ رفع جسمانی ہوا۔ اور اگر رفع روحانی ہوتا تو بدلی کے ذریعہ اٹھایا جانا انجیل میں مذکور نہ ہوتا۔ کیونکہ روح کے اٹھانے کے واسطے بدلی کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کوئی نظیر ہے کہ روحانی رفع کے واسطے بادل آتے تھے اور روح کو اٹھا لے جاتے تھے۔ اگر کوئی نظیر ہے تو کوئی مرزائی بتا دے، مگر نہ بتا سکیں گے۔ چاہے تمام مل کر زور لگائیں اور کوشش کریں۔ ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا﴾۔

حوالہ چہارم: "انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۳۶" میں لکھا ہے: "میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو"۔ (۴۰): "کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو"۔ (۴۱): "اور یہ کہہ کے انہیں اپنے ہاتھ پاؤں دکھائے اور جب وہ مارے خوشی کے اعتبار نہ کرتے اور متعجب تھے، اس نے ان سے کہا کہ یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے"۔ (۴۲): "تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتا اسکو دیا"۔ (۴۳): "اس نے لیکر ان کے سامنے کھایا"۔

اس انجیل کے مضمون نے روز روشن کی طرح بتا دیا ہے اور بعبارت النص ثابت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانی رفع کی خود تردید فرمادی ہے۔ کیونکہ صاف صاف فرمایا کہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور پھر حواریوں کی تسلی کے واسطے بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کھایا۔ حالانکہ روح کھانے پینے سے پاک ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھائے گئے۔ کیونکہ پہلے شاگردوں کو دکھائی دیئے اور اسی حالت میں آسمان پر اُٹھائے گئے اور قرآن مجید نے اس مضمون انجیل کی تصدیق بھی فرمائی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور پھر تاکید کے طور پر دوبارہ فرمایا کہ مرا نہیں، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اس جگہ غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن مجید کا جو دعویٰ ہے کہ میں انجیل و دیگر کتب سماوی کا مصدق ہوں۔ یہ دعویٰ تب ہی سچا ہو سکتا ہے جب قرآن نے بھی جسمانی رفع کی تصدیق فرمائی اور یہ کسی آیت قرآن میں نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کا رفع روحانی ہوا اور رفع جسمانی کی تردید کی ہے۔ جس طرح تثلیث و ابن اللہ اور الوہیت مسیح کی تردید ہے۔ بلکہ انجیل و قرآن رفع جسمانی عیسیٰ علیہ السلام میں متفق ہیں۔ اب کسی مسلمان کا کام نہیں کہ انکار کرے۔ اب ہم ذیل میں زیادہ تسلی کے واسطے عقلی دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ کسی مرزائی کو جائے کلام باقی نہ رہے۔

دلیل اوّل: قتل اور صلیب فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر۔ کیونکہ روح ایک جوہر لطیف ہے جو کہ نہ محسوس و خارج ہے اور نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ اس کا قتل ہونا یا صلیب دیا جانا ممکن نہیں۔ جسم ہی قتل کیا جاتا ہے اور جسم ہی صلیب دیا جاتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب دیئے گئے بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف اٹھالیا ہے“ تو ثابت ہوا کہ جسم ہی کا رفع ہوا کیونکہ قتل جسم نے ہونا تھا اور صلیب پر بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جسم نے ہی لٹکایا جانا تھا۔ جب اسی چیز کا رفعہ ہوا جس نے قتل ہونا تھا تو ثابت ہوا کہ جسم ہی مرفوع ہوا۔ جس پر قتل وصلب کا فعل وارد ہونا تھا نہ کہ روح۔ کیونکہ روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ کوئی سولی دے سکتا ہے۔ جب قتل وصلیب سے جسم بچایا گیا تو ضرور جسم کا ہی رفع ہوا اور یہی مقصود تھا۔

اس جگہ مرزا صاحب اور ان کے مرید اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں آسمان کا لفظ نہیں لکھا اور یہ تحریف ہے کہ خدا کے کلام میں کوئی لفظ زیادہ یا کم کیا جائے۔ اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ یہ تحریف تو آپ کرتے ہیں کہ روح کا لفظ اپنے پاس سے لگا کر رفع روحانی کہتے ہیں۔ اگر رفع روحانی لیں تو پھر یہ الفاظ زیادہ کرنے پڑتے ہیں: "**وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْه وصلب جسدهٔ ورفع روحه**"۔ اور یہی تحریف والحاد ہے۔ پس جیسا آسمان کا لفظ نہیں ویسا ہی روح کا لفظ بھی نہیں۔ مگر انجیل میں آسمان کا لفظ موجود ہے اس لئے قرآن کی تفسیر انجیل کے مطابق کرنا تحریف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میں اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جاتا ہوں اور بدلی کا لفظ اسی واسطے ہے، تاکہ ثابت ہو کہ جسم اٹھایا گیا۔ کیونکہ روح مادی جسم نہیں ہے کہ اس کے اٹھانے کے واسطے بادل کی ضرورت ہو۔ بادل مادی جسم کو ہی اٹھاتا ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ سینکڑوں ہزاروں من پانی کا بوجھ بادل اٹھائے پھرتے ہیں اور جگہ جگہ میں پانی برساتے پھرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بحکم ربی اٹھایا جانا کچھ محال نہیں۔ ہوائی جہازوں کو دیکھو سینکڑوں من لوہا کس طرح ہوا اٹھائے پھرتی ہے۔ انسان میں تو اس قدر طاقت ہو کہ ہزاروں من بوجھ کرۂ ہوا پر لے جائے مگر خدا تعالیٰ ایک من یا ڈیڑھ من کا آدمی ہوا پر نہ لے جا سکے۔ ایسے عاجز خدا کو تو کوئی خدا نہیں مان سکتا جو حکمت وقدرت میں اپنی مخلوق سے کم ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مضامین بطور قصہ بیان ہوتے ہیں وہ اختصار سے ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں انکی تفصیل موجود ہے اور اسی واسطے حکم ہے کہ اہل کتاب سے سوال کرو اگر تم پورا قصہ نہیں جانتے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فرمانا کہ ''ہم نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا'' انجیل کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔

اس جگہ مرزا صاحب اور مرزائی ایک اور اعتراض کیا کرتے ہیں کہ خدا آسمان پر ہی ہے اور زمین پر نہیں۔ اس اعتراض کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائی تو یہ اعتراض ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا خدا آسمان پر ہے جس نے مرزا صاحب کا نکاح آسمان پر پڑھا۔ جیسا کہ انکی پیشگوئی تھی اگرچہ یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ مگر یہ ثابت ہوا کہ مرزائی خدا آسمان پر ہے اور وہاں سے محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے باندھا۔ نیز مرزا صاحب نے علماء کو مخاطب کر کے جو کہا ہے کہ ہمارا اور ان کا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ مرزا صاحب کا الہام "ینصرونک رجال نوحی الیھم من السمآء". ترجمہ: ''مرزا صاحب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے''۔ اب مرزا صاحب نے سماء اور خدا کے خود ہی معنی کئے ہیں۔ پس اپنی طرف اٹھانا آسمان پر اٹھانا ثابت ہوا۔ (حقیقۃ الوحی)۔ پھر مرزا صاحب کا الہام: ''آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے''۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص۸۹)۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ مرزائی خدا کا کارخانہ آسمان پر ہے۔ پھر الہام مرزا صاحب: "ینزل علیک سرا آمن السماء". ''ہم آسمان سے تیرے پر کئی پوشیدہ باتیں نازل کرتے''۔ اس سے ثابت ہے کہ خدا آسمان پر ہے اور آسمان سے مرزا صاحب پر پوشیدہ باتیں نازل کرتا ہے۔ پھر الہام مرزا صاحب: "کان اللہ نزل من السماء" ''گویا آسمان سے خدا اترا''۔ اس سے بھی خدا کا آسمان پر ہونا ثابت ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، ص۹۹)۔ پھر الہام مرزا صاحب: "لک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

درجة فی السماء" "تیرا آسمان میں بڑا مرتبہ ہے"۔ اس سے بھی ثابت ہے کہ خدا آسمان پر ہے اور وہاں مرزا صاحب کا بڑا مرتبہ اپنے پاس رکھا ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۹۰)۔ پھر "قال ربک انه نزل من السماء مایرضیک" "تیرا رب فرماتا ہے کہ ایک امر آسمان سے نازل ہوگا کہ تو خوش ہو جائیگا"۔ (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

غرض مرزائیوں کا خدا تو بیشک آسمان پر ہے اور آسمان سے ہی سب اسرار و احکام و مراتب نازل کرتا ہے۔ جب وہی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ کیونکہ خدا آسمان پر ہے۔ ہاں دوسرے مسلمان اعتراض کریں تو انکا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ شاہد و مشہود ہے اور اسکی حکومت سب جگہ ہے اور اس کا جلوہ ہر اجسام اور اجرام میں ہے۔ یعنی تمام موجودات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے اور ہر ایک میں اس کا تصرف ہے یہ اسکی مرضی ہے کہ کسی وجود کو خواہ آسمان پر رکھے خواہ زمین پر رکھے اسکی ذات پاک ہر جگہ موجود ہے۔ مگر یہ محاورہ کتب الٰہی کا ہے کہ آسمانی بادشاہت اور آسمانی صحائف جب کہا جائے تو اس سے مراد خدا کی بادشاہت اور خدا کی کتاب ہوتی ہے اور اسکے برعکس جب کہا جاتا ہے کہ خدا کی کلام نازل ہوئی ہے تو مراد ہوتی ہے کہ آسمان سے آئی ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کا تعلق زیادہ انسانی مفہوم کے واسطے آسمان سے ہے اور ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ نص قرآنی اسکی شاہد ہے۔ مگر بلاکیف و کنہ۔ یعنی خدا تعالیٰ عرش پر ہے مگر بلاکیف و کنہ کے یعنی کیونکر اور کس طرح عرش پر مقیم ہے یہ نہیں کہہ سکتے۔ جب کوئی کہتا ہے کہ میرا انصاف آسمان پر ہوگا تو اس سے متکلم کی مراد خدا تعالیٰ ہوتی ہے۔ پس اسی محاورہ کے لحاظ سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا یعنی آسمان پر اٹھالیا۔ اس ﴿رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ کی تفسیر محمد رسول اللہ ﷺ نے خود فرمادی ہے۔ جس کے مقابل کسی خودغرض اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مدعی کی تاویل وتفسیر قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے مطلب کے واسطے غلط تفسیر کرتا ہے۔

"عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر" (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا) ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی، پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائیگی ان کیلئے اولاد اور ٹھہریں گے ان میں ۴۵ برس پھر مریں گے عیسیٰ علیہ السلام پس دفن کئے جائیں گے بیچ قبر میری کے درمیان ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے"۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی آسمان پر ہوا اور حیات بھی ثابت ہوئی۔ اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے مانا ہوا بھی ہے۔ (دیکھو نزول مسیح کا حاشیہ مندرجہ صفحہ ۳)۔ اگر اہل دنیا اس بات کو جانتے کہ اس کے کیا معنی ہیں کہ **"اسمہ کاسمی ویدفن معی فی قبری"** تو وہ شوخیاں نہ کرتے اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ مرزا صاحب تسلیم کرگئے ہیں۔

پس تمام حدیث کے مضمون سے رفع جسمانی ہی ثابت ہوا اور حیات مسیح بھی ثابت ہوئی اور یہ بلحاظ حفاظت کامل کیا تاکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تکلیف نہ دیں باقی رہا یہ اعتراض کہ کیا زمین پر خدا قادر نہ تھا کہ حفاظت کرتا، کیوں آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قادر بیشک ہے مگر وہ کبھی کبھی اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کی حفاظت کے واسطے خاص خاص کرشمہ قدرت دکھاتا رہتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ وہ قادر مطلق ہے۔ کسی قانون قدرت کا پابند نہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت خاص کرشمہ قدرت دکھایا کہ بغیر ماں باپ پیدا کیا۔ حضرت ابراہیم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ السلام پر آگ سرد کری۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے لکڑی کا سانپ بنایا اور اسکی جسمانی حفاظت جادوگروں سے کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ پیدا کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خاطر کفار عرب کو اندھا کردیا کہ وہ حضور علیہ السلام کو غار میں نہ دیکھ سکے اور تمدنی و سیاسی و الٰہی علوم بغیر استاد تعلیم فرمائے۔ حضرت رب العزت کی عادت ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ساتھ خاص معاملہ رکھتا ہے اور خاص طور پر انکی حفاظت جسمانی اور روحانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ قادر تھا کہ نمرود کے دل پر تصرف فرما کر حضرت ابراہیم کی خلاصی کرادیتا ہے، مگر اس نے ایسا نہیں کیا، بلکہ نمرود کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلتی آگ میں ڈالے اور اس طرف خاص کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے آگ کو حکم کیا کہ ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو۔ چنانچہ وہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہوگئی۔ ایسا کیوں کیا؟ اس واسطے تاکہ آئندہ نسلوں کیواسطے میری قدرت لامحدود کا نشان رہے۔ ایسا ہی فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا سکتا تھا، مگر کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے اور آئندہ نسلوں کی عبرت کے واسطے فرعون کو سمندر میں غرق کیا اور اسی جگہ جس جگہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام صحیح سلامت مجمعہ امت کے گذرے تھے۔ ایسا ہی حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت خدا کرسکتا تھا، مگر کرشمہ قدرت دکھانے کے واسطے غار میں حفاظت فرمائی اور لطف یہ کہ کفار نزدیک ہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ ایسا ہی مصلحت ربی نے عجوبہ نمائی اور معجزنمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں دکھائی کہ آسمان پر اٹھالیا۔ تو کونسی بات مشکل ہے بلکہ یہ علام الغیوب کو معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد اور اسکے مرید میری قدرت کا انکار کریں گے اور مجھ کو اپنی طرح عاجز سمجھیں گے کہ میں آسمان پر کسی کو نہیں لیجا سکتا۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے یہ کرشمہ قدرت دکھایا تاکہ ثابت ہو کہ خدا تعالیٰ ہر ایک بات پر قادر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت و رفع بطریق معجزہ کر کے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رفع جسمانی کر کے ثابت کر دیا کہ ہم جسدِ عنصری کو آسمان پر لے جانے کیلئے عاجز نہیں ہیں۔ یہ تو جہالت کے سوال ہیں کہ زمین پر خدا حفاظت نہ کر سکتا تھا۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کی قدرت سے جہل کا باعث ہے۔ یہ لوگ جن کی عرفان کی آنکھ اندھی ہے خدا تعالیٰ کو بھی اپنی مانند ایک ناچیز انسان خیال کرتے ہیں اور اپنی ذات پر قیاس کر کے جس چیز پر اپنی طاقت عاجز پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو بھی عاجز سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید نے اسی واسطے پہلے انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرمائے ہیں، تا کہ مومنین کتاب اللہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کو محدود نہ سمجھیں۔ مگر آج کل علوم جدیدہ کے اثر سے کتب ساوی کے مضامین سے انکار اسی واسطے کیا جاتا ہے کہ محال عقلی ہیں، جو مدعی ہیں وہ خود خالی ٹپارہ ہیں۔ اس واسطے پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے منکر ہوتے ہیں، کیونکہ خود معجزہ دکھانے سے عاجز ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب ایک ہی معجزہ دکھا کر اسلام کی زندہ مثال قائم کرتے، مگر وہ خود خالی تھے، باتوں باتوں سے دعویٰ تو یہ کرتے کہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کا نمونہ ہوں، مگر معجزہ ایک بھی نہ دکھایا۔ رمل سے پیشگوئیاں ہی کرتے اور وہ بھی موت کی کرتے، جب وہ بھی جھوٹی نکلتی تو باتیں بنا کر ٹال دیتے۔ کبھی بیماروں کو اچھا کیا؟ آگ میں کودے؟ لکڑی کا سانپ بنایا؟ پتھر کی کنکریوں نے زبان حال سے انکی تصدیق کی؟ جیسا کہ محمد ﷺ کی؟ ہرگز نہیں پس خود مثالی تھے۔ پہلوں کو بھی جھٹلایا۔

دوسری دلیل: رفع جسمانی کی یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم وروح مرکبی حالت کا نام ہے صرف روح کو عیسیٰ علیہ السلام نہیں کہتے اور نہ صرف جسم کو عیسیٰ علیہ السلام کہہ سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ فوت ہوئے اور نہ قتل ہوئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے گئے'' تو ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا نہ کہ رفع روحانی ہوا۔ ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں کے بزرگان مومنین سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رفع ہوا۔ یا حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ باقی کسی کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کا ذکر نہیں۔ اگر کہو کہ سب کا رفع روحانی ہوتا ہے، جو نجات یافتہ ہوتا ہے۔ تو پھر یہ کلام ربانی پایہ فصاحت سے گر جاتی ہے کیونکہ فضول کلام ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا کہ خدا تعالیٰ نے انکے رفع روحانی کا وعدہ فرمایا اور رفع روحانی کر کے وعدہ پورا کیا؟ ہرگز نہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو پہلے ہی سے نجات یافتہ ہوتے ہیں انکو رفع روحانی میں تو ہرگز شک نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا۔ مرزا صاحب اور مرزائی ایک بڑا دھوکہ دیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ''جو صلیب دیا جائے اس کا رفع روحانی نہیں ہوتا''۔ یہ بالکل غلط ہے اور انصاف خداوندی کے برخلاف ہے کہ ایک طرف تو کفار ایک نبی و رسول کو قتل کریں اور صلیب دیں اور خدا تعالیٰ انکے ساتھ بے انصافی کرے کہ انکا رفع روحانی رفع بھی نہ ہو۔ اصل میں مرزا صاحب ایسے مطلب پرست تھے کہ اپنے مطلب کے واسطے طبعزاد بات بنالینا عیب نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آدھی عبارت کتب سماوی کی پیش کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈال کر اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔ یہ جو عام شور مچا رکھا ہے کہ چونکہ کاٹھ پر لٹکایا جانا لعنتی ہونے کا نشان تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ صریح ظلم خدا کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہوتا ہے کہ یہود کوڑے مارتے ہیں کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکتے ہیں، خون زخموں سے جاری ہے اور طرح طرح کے عذاب ہو رہے رہیں۔ مگر یہود کا طرفدار خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان بھی نہیں نکلنے دیتا۔ یہ خوب انصاف خداوندی ہے۔ کیونکہ اگر صلیب پر مر جائے تو خدا اس کا رفع روحانی نہیں کر سکتا۔ کس قدر لغو ہے۔ ایسا عذاب تو دوزخیوں کے واسطے مقرر ہے کہ عذاب ہوگا اور جان نہ نکلے گی۔ اصل میں تورات کی عبارت یہ ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نقل تورات

استثناء باب ۲۲، آیات ۲۲و۲۳: ''اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت پر لٹکائے تو اسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے، کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔اس لئے چاہئے کہ تیری زمین جس کا وارث خدوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کی جائے''۔

اب ناظرین کو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب صرف آیت ۲۳ کا مضمون تھوڑا سا پیش کر کے ہر ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ کاٹھ پر مرنا چونکہ لعنتی ہونے کا نشان تھا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی۔ صلیب کے عذابوں سے بیہوش ہو گیا تھا اور ایسا بیہوش کہ مردہ اور زندہ میں فرق نہ ہو سکا۔ یہ بات ذی ہوش تو تسلیم نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسی کوئی بیہوشی اور غلطی نہیں کہ نفس بند ہو جائے۔ یعنی سانس کا آنا جانا بند ہو جائے۔ اگر سانس بند ہو گیا اور جسم بے حس ہو گیا تو پھر اسی کا نام موت ہے۔ یہودی ایسے بے عقل نہ تھے کہ جس کام کے واسطے انہوں نے ہمیشہ کی ذلت اور لعنت لی وہ کام ادھورا چھوڑ کر مطمئن ہو جاتے، حالانکہ انکو یہ بھی علم تھا کہ یہ شخص پیشگوئی کر چکا ہے کہ میں پھر زندہ ہو جاؤں گا۔ تو پھر بھی موت کی تصدیق نہ کرتے۔ مگر جب چشم دید شہادت انجیل میں موجود ہے کہ داروغہ نے آ کر دیکھا کہ مسیح مر چکا ہے، مگر باہم ایک سپاہی نے بہانے سے اسکی پسلی چھیدی جس سے لہو اور پانی نکلا''۔ (دیکھو انجیل یوحنا، باب ۱۹، آیت ۳۰۔۳۱)

انجیل کے مقابل اور چشم دید شہادت کے سامنے مرزا صاحب کی طبعزاد کہانی جو انہوں نے اپنی غرض کیلئے ۱۹ سو برس کے بعد بنائی کہ جان نہ نکلی تھی اور رفع روحانی ہوا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔ یہودیوں کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں کہ اگر کوئی بے گناہ بھی پھانسی دیا جائے تو ملعون ہوتا ہے۔ کیونکہ تورات میں صاف لکھا ہے کہ" اگر کسی نے ایسا گناہ کیا ہو جس سے اسکا قتل واجب ہو تو وہ ملعون ہے" مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بے گناہ تھے۔ انکا رفع روحانی نہ ہونا خدا کا ظلم ہے۔ پس یہ ڈھکوسلہ غلط ہے کہ رفع روحانی ہوا۔

دوم: یہ لغو فعل ہے کہ رفع روحانی کر کے خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرے، کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام کا رفع روحانی بعد وفات ہوا تو فضول ہے، کیونکہ زندگی میں تو انکی نبوت کی تصدیق نہ ہوئی مرنے کے بعد رفع روحانی کی تصدیق نبوت کس کام کی۔ کیونکہ رفع روحانی کے بعد تو نہ وہ نبوت کا کام کر سکتے تھے اور نہ تصدیق کسی کام کی تھی اور نہ یہودیوں پر حجت تھی، کیونکہ یہودیوں کو رفع روحانی کا علم نہ ہوا۔ جب رفع روحانی محسوس نہ ہوا تو یہودیوں پر حجت نہیں اور فضول ہے اور خدا کی ذات فضولیات سے پاک ہے۔ پس رفع روحانی کا خیال ردّی ہے اور باطل عقیدہ ہے۔

تیسری دلیل: انجیل میں صاف صاف لکھا ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیتون کے پہاڑ پر اپنے شاگردوں کے حق میں دعائے برکت دیتے ہوئے اٹھائے گئے۔ دیکھو **انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳:** "اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے خلوت میں اس کے پاس آ کے کہا ہم سے کہو کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور زمانہ کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے"؟

انجیل کے اس مضمون سے بروزی نزول بھی باطل ہوا کیونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے۔ خیر یہ بحث الگ ہے فی الحال یہ ثابت کرنا تھا کہ شاگردوں سے باتیں کرتا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرفوع ہوئے اور یہ مشاہدہ ہے کہ جسم و روح دونوں کی ترکیبی حالت سے باتیں ہو سکتی ہیں صرف روح باتیں نہیں کرتی اور نہ نظر آتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہ کہ روحانی۔ چنانچہ ذیل کی حدیث نے اسکی تصدیق بھی کی ہے۔ دیکھو "تفسیر عزیزی" میں زیتون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے ہیں بیت المقدس کو تشریف لے گئیں اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر فارغ ہوئیں تو مسجد سے نکل کر "طور زیتا" پر تشریف فرما ہوئیں اور وہاں پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد کیا کہ یہ وہی پہاڑ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ (تفسیر عزیزی، ص ۲۲۵، پارہ ۳۰)۔ پس ثابت ہوا کہ رفع جسمانی کا عقیدہ ازواج مطہرات میں بھی مروج تھا۔

چوتھی دلیل: ﴿مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے ثابت ہے کہ قتل کا ارادہ ہوا اور قتل وقوع میں نہ آیا بلکہ رفع ہوا تو ضروری تھا کہ زمانہ قتل و زمانہ رفع میں فاصلہ نہ ہو۔ یعنی جس وقت مصلوب قتل سے بچایا گیا اسی وقت اس کا رفع ہوتا۔ کیونکہ "بَلْ" کا اضراب بتا رہا ہے کہ قتل نہیں ہوا، بلکہ اٹھایا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ جس وجود عنصری نے قتل ہونا تھا اسی کا رفع ہوا۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ جب کوئی کہے کہ زید کو سزا نہیں دی گئی بلکہ انعام دیا گیا اب اس واقعہ سزا اور انعام کے زمانہ میں فاصلہ ہرگز جائز نہیں۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ قتل کی نفی اب ہو اور رفع ۸۷ برس کے بعد ہو۔ اس فاسد عقیدہ سے تو قرآن میں تحریف ہوتی ہے۔ پھر قرآن کی آیت یوں چاہئے: "**مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا حفظه الله من ايديهم ثم مات ورفع روحهٗ**"۔ مگر یہ تحریف الحاد اور یہودیت ہے۔

دوم: حضرت محمد رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ برس تک دنیا میں رہے اور ۱۲۰ برس کی عمر کے بعد انکا رفع ہوا" یہ حدیث نواب صدیق الحسن خان صاحب نے اپنی کتاب "**حجج الکرامه فی آثار القیامه**" کے صفحہ ۴۲۸ پر نقل کی ہے۔ **وهوهذا:** "**گویم رفع او یعنی عیسیٰؑ بعمر یکصد و بست سال هست**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

چنانچه طبرانی و حاکم و مستدرک از عائشه آورده اند که قال فی مرضه الذی توفی فیه لفاطمة ان جبریل کان یعار عننی القرآن فی کل عام مرة وانه عارضنی بالقران العام مرتین و اخبرنی ان عیسٰی ابن مریم عاش عشرین وماة سنة"

پانچویں دلیل: وعدۂ خداوندی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان الفاظ میں ہوا تھا کہ ﴿یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ﴾ کہ "اے عیسیٰ میں تیری حفاظت کروں گا اس طریق سے کہ پورا پورا تم کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا کہ کفار کے شر سے تو محفوظ رہے گا"۔ چنانچہ "**مطھرک**" کا لفظ بتا رہا ہے۔ یعنی تین وعدے ہیں: **(اول)** اپنے قبضہ میں کرنا، (دوم) اٹھالینا، (سوم) پاک کرنا۔ اب ظاہر ہے کہ مخاطب عیسیٰ علیہ السلام ہے جو کہ جسم و روح دونوں کا نام ہے دونوں کا توفی اور دونوں کا رفع ہونا چاہئے اور دونوں کو پاک ہونا چاہئے کیونکہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ وعدہ ہے۔ اور یہ بالکل لغو بات ہے کہ ایک شخص فریاد کرے کہ حضور دشمن مجھ کو مارتے ہیں، تو حضور بھی وعدہ کریں کہ ہاں میں تم کو ماروں گا۔ پس "**متوفیک**" کے معنی "میں تم کو ماروں گا" اس جگہ غلط ہیں۔ کیونکہ جس خطرہ سے ڈر کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جب وہی خطرہ خدا نے پکڑوایا تو یہ تسلی کا باعث نہیں ہے۔ تسلی تو تب ہی ہے جبکہ اس خطرہ سے سائل کو بچایا جائے جس سے وہ ڈرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں کہ: "روح تو تیار ہے مگر جسم کمزور ہے"۔ جس سے ثابت ہے کہ جسمانی حفاظت کی ہی دعا تھی اور وہی وعدہ پورا ہوا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے زخموں اور عذابوں سے خوف تھا۔ ورنہ نبی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ موت سے ڈرے۔ پس ڈر جو تھا تو یہی تھا کہ صلیب پر نہ لٹکایا جاؤں اور مجھ کو ذلت و رسوائی نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب اور مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھاتے ہیں اور طرح طرح کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عذابوں سے اسکی ذلت کرتے ہیں۔ تو غور اور انصاف سے کہو کہ **"مطھرک"** کا وعدہ اور **"متوفیک"** کا وعدہ پورا ہوا؟ وعدہ تو تب ہی پورا ہوتا ہے جبکہ یہود کے شر سے اس طرح سے محفوظ کئے جائیں کہ انکا ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچے اور یہود مس تک نہ کریں۔ پس رفع جسمانی لازمی امر تھا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صحیح سلامت اٹھائے جائیں اور انکی حفاظت پوری پوری ہو اور کسی کافر کو ان تک پہنچ نہ ہو۔ اس لئے رفع جسمانی ہوا اور سب وعدے پورے ہوئے۔ یعنی پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور پھر رفع کر کے کافروں کی گندی صحبت اور شرارتوں اور تکالیف رسانی سے پاک فرمایا۔ جیسا کہ ﴿**وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ**﴾ سے ثابت ہے۔ اس جگہ سے مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے **"ممیتک"** کے معنی کئے ہیں۔ جس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تقدیم و تاخیر کر کے یہ معنی کرتے ہیں کہ "اے عیسیٰ میں پہلے تیرا رفع کروں گا اور بعد نزول ماروں گا" اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ معنی تسلیم کرتے تو پھر جو معنی انہوں نے **"فلما توفیتنی"** کے **"رفعتنی"** کئے ہیں وہ بھی تسلیم کرو۔ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے معنی **"رفعتنی"** نہیں مانتے تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند کیوں پیش کرتے ہو؟ ﴿**اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ**﴾ کے مصداق بنتے ہو! یہ کسی کا مذہب نہیں کہ رفع جسمانی نہیں ہوا اور موت کے بعد رفع روحانی ہوا۔ جب موت ثابت نہیں تو رفع بعد موت کے روحانی بھی غلط ہوا۔

چھٹی دلیل: ہر ایک نبی کی حفاظت خدا تعالیٰ روحانی و جسمانی بطور معجزہ خرق عادت ومحال عقلی کے طور پر کرتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت جسمانی فرمائی اور آگ کی عادت جو جلانے کی تھی اسکو سردی سے بدل دیا۔ یہ خلاف قانون قدرت نہیں ہے کہ آگ پانی کا کام دے اور سرد ہو جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بھی حفاظت فرمائی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بذریعہ کشتی طوفان سے بچایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی اور خلاف قانون قدرت مچھلی کے پیٹ میں ہضم اور بول براز نہ ہونے دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حفاظت بھی جسمانی فرمائی اور غار ثور میں باوجود کہ کفار وہاں پہنچ بھی گئے، خلاف قانون قدرت غار کا منہ ایک جانور کے جالے سے ایسا بند فرمایا کہ کفار کو وہم بھی نہ ہوا کہ کوئی اس غار کے دروازہ سے گذرا ہے۔ جب سنت اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت جسمانی فرماتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں وہ کیوں خلاف سنت کرتا اور جسمانی عذاب دلوا کر یہود کو خوش کر کے تمام جہاں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ذلیل و رسوا کر کے صرف روحانی رفع دیتا جو کہ کوئی حجت نہ تھی۔ روحانی رفع کا کیا ثبوت خدا تعالیٰ نے دیا؟ کیا یہود نے تسلیم کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان صلیب پر نہ نکلی تھی اور اس کا رفع روحانی ہوا؟ یا ۱۹ سو برس کے عرصہ میں سوا مرزا صاحب کے جنکی اپنی غرض اس تاویل میں ہے، کسی نے سلف سے کی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر ردی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جان نہ نکلی تھی اور اس کا رفع روحانی ہوا اور اس رفع روحانی سے کسی کو عبرت کیا ہو سکتی تھی۔ پس یہ بالکل غلط اور خانہ زاد من گھڑت قصہ ہے جو مرزا صاحب نے اپنے مطلب کے واسطے بنا لیا ہے۔ اور افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو انجیل اور قرآن اور احادیث اور اجماع امت کو تو نہیں مانتے اور مرزا صاحب کی بات کو بلا چوں و چرا تسلیم کرتے ہیں۔ یہ خدا اور اس کے رسول سے تمسخر نہیں تو اور کیا ہے اور کتب سماوی اور احادیث نبوی کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر رفع جسمانی نہ ہوتا تو رسول مقبول ﷺ اسکی تصدیق نہ فرماتے بلکہ تردید کرتے۔ ہم ذیل میں وہ حدیثیں لکھتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا تصدیق کیا گیا ہے۔

پہلی حدیث: "عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ كيف انتم اذا نزل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابن مریم من السمآء فیکم ومامکم منکم (رواہ البیھقی فی کتاب الاسماء والصفات)
ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام تمہارے میں آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا"۔

دوسری حدیث: "عن ابن عساکر قال قال رسول اللہ ﷺ فعند ذالک ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء (کنز العمال) ترجمہ: ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے"۔ "**اخی**" کا لفظ صاف صاف بتا رہا ہے کہ نبی ناصری کا نزول اصالتاً ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بھائی نہ تھے امتی وغلام تھے۔

تیسری حدیث: "فانّہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء (فتوحات مکیہ) ترجمہ: فی الواقع حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت نہیں مرے، بلکہ خدا نے آسمان پر اٹھالیا"۔ اس حدیث سے حیات بھی ثابت ہے اور آسمان پر جانا بھی۔

چوتھی حدیث: "أخرج الطبرانی وابن عساکر عن أبی ھریرة رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یمکث فی الناس اربعین سنة (درمنثور) ترجمہ: فرمایا آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم اتریں گے زمین کی طرف اور چالیس برس رہیں گے آدمیوں میں"۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رفع آسمان ہوا اور نزول زمین پر ہوگا۔ **فی الناس** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب انسانوں میں نہیں ہیں۔ آسمان پر فرشتوں میں رہتے ہیں اور اخیر زمانہ میں قیامت کے قریب میں اتریں گے۔

پانچویں حدیث: "وعائشه گفته که گفت رسول خدا ﷺ ینزل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیسٰی ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث عیسٰی فی الارض اربعین سنۃ اماماً عدلاً وحکماً قسطا" (اخرجه ابن ابی شیبة واحمد وابو یعلی وابن عساکر)۔ اس حدیث میں **فی الارض** کا لفظ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ (حج الکرامہ ص ۴۲۸)

چھٹی حدیث: "**یلبث عیسٰی ابن مریم فی الارض اربعین سنۃ**"......(الخ)

(حج الکرامہ ص ۴۲۸)

اس حدیث میں بھی **فی الارض** کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے۔

ساتویں حدیث: "**انّ عیسٰی ابن مریم کان یمشی علی الماء ولو زاد یقینًا لمشی فی الهواء**" (رواه الحکیم عن زافر بن سلیمان)۔ ترجمہ: ''حکیم نے زافر ابن سلیمان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسٰی مریم کا بیٹا پانی پر چلتا تھا اور اگر زیادہ یقین میں ترقی کرتا تو ہوا پر چل سکتا''۔ (دیکھو کنز العمال)۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے جو کہ انسانی طاقتوں سے باہر ہے یعنی محال عقلی ہے۔

دوم: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہوا پر بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام چل سکتے تھے اگر ان میں یقین کی کمی نہ ہوتی جب ایک امر کا امکان ثابت ہوا اور پھر اس کا واقع ہونا بھی ثابت ہو جائے تو پھر کوئی عقلمند اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ رسول خدا ﷺ خود ہی اس امر کے واقع ہونے کی شہادت دیدیں۔ یعنی پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میں اگر یقین زیادہ ہوتا تو ہوا پر بھی جا سکتے اور پھر ان کے آسمان پر جانے کی تصدیق بھی کر دی۔ دیکھو حدیث نمبر ۳ جو کہ ''فتوحات مکیہ'' میں ہے: "**بل رفعه**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ الی ھذا السماء" یعنی "اللہ نے آسمان پر اٹھالیا۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یقین زیادہ اللہ تعالیٰ نے کردیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمانا سچ ہو گیا کہ یقین کے زیادہ ہونے پر بقول انجیل بادلوں کے ذریعہ اس کا رفع ہوا۔ اس حدیث نے اس اعتراض ہتک محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی لغو اور باطل ثابت کردیا۔ کیونکہ جو بات محمد رسول اللہ ﷺ میں نہ تھی، وہ حضرت عیسیٰ میں کیوں ہو۔ یعنی پانی پر چلنا محمد رسول اللہ ﷺ نے خود خصوصیت مسیح ظاہر فرمادی کہ وہ پانی پر چلتا تھا۔ (نعوذباللہ) اگر خصوصیت مسیح باعث ہتک رسول مقبول ﷺ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ "امام جلال الدین سیوطی" رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسانی قویٰ وجزیات سلب کردیئے گئے تھے تاکہ آسمان پر جاتا ہوا نہ ڈرے۔ جب ایک امر اول انجیل سے اور پھر قرآن شریف سے اور پھر احادیث نبوی سے اور پھر اجماع امت سے ثابت ہوا، اس سے انکار کرنا کسی مومن کتاب اللہ اور مسلمان کا تو ہرگز حوصلہ نہیں اور نہ کوئی مسلمان کسی خودغرض مدعی کے من گھڑت تاویلات جو وہ اپنی دکان چلانے کے واسطے کرے، تسلیم کرسکتا ہے؟ ہاں مخلوق پرست اور ناموری کے خواہاں ہمیشہ جسکی پیروی کا دم بھرتے رہے اسکی بات کو بلاچوں وچرا مانتے آئے ہیں۔ جب وہ کاذب مدعی ثابت ہوئے تو مرزا صاحب بھی امت کے برخلاف چل کر کبھی سچے نہیں ہوسکتے۔ رفع جسمانی وحیات مسیح سے انکار مرزا صاحب اور ان کے مرید اسی واسطے کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اصالتاً رفع ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے مسلمانوں اور سلف صالحین کی طرح مانا جائے تو مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر ایک آیت کے الٹے معنی کرتے ہیں اور لغات کی کتابوں سے غیر مشہور اور غیر محل معنی کرکے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ہم ذیل میں چند اعتراضات مرزائیوں کے رفع کے متعلق لکھ کر ان کا بھی جواب دیتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں کہ مسلمان انکو جواب دے سکیں۔

پہلا اعتراض: رفع کے معنی ہمیشہ رفع روحانی و بلندی درجات ہوا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

جواب: یہ بالکل غلط ہے کہ رفع کے معنی ہمیشہ اور ہر جگہ بلندی مرتبہ اور درجہ کے ہوتے ہوئے اور ہمیشہ جس جگہ رفع کا لفظ آئے اس جگہ جسم کو چھوڑ کر روح کے معنی کئے جائیں۔ دیکھو قرآن مجید: ﴿**وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ**﴾ یعنی "حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا"۔ (نذیر احمد، ص ۳۲۲) دیکھو "سورۂ یوسف، رکوع ۱۰" کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کا رفع روحانی تھا یا جسمانی تھا؟ یہ بھی رفع کا لفظ ہے اور یہاں معنی روحانی رفع کے ہرگز نہیں۔ کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کا رفع ان کے تخت پر جسمانی تھا نہ کہ روحانی تھا۔

دوم: حضرت ایلیا کا رفع بجسد عنصری آسمان پر ہوا۔ دیکھو "تورات، سلاطین نمبر۲، باب ۲، آیت ۱" اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو بگولے میں اڑا کر آسمان پر لے جائے۔ یہ بمنزلہ ﴿**يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ**﴾ کے وعدہ تھا اور آگے" آیت ۱۱" میں وعدے کا وفا اسطرح مذکور ہے: "اور ایسا ہوا کہ جونہی وہ دونوں باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھا کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آکر ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیا بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا"۔ بعینہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وعدہ "**رافعک**" کا تھا۔ بجسد عنصری رفع کر کے خدا تعالیٰ نے وعدہ **رافعک** پورا فرمایا اور جس طرح ایلیا بگولے کے ذریعہ سے آسمان پر اٹھایا گیا، ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بدلی کے ذریعہ شاگردوں کے دیکھتے ہوئے اُٹھایا گیا۔ ایسے بین ثبوت کے ہوتے ہوئے کسی مومن کا کام نہیں کہ رفع جسمی عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرے اور یہ بالکل غلط اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دھوکہ دہی ہے کہ سنت اللہ نہیں ہے کہ کسی نبی ورسول کو آسمان پر لے جائے۔ زردشت پیغمبر کا آسمان پر جانا بجسد عنصری مذکور ہے۔ دیکھو "دبستان مذاہب، صفحہ ۸۹" اصل عبارت یہ ہے:
"چوں زر دشت بکنار آب آمد سر وتن را چوں دل خویش فروشت باجامهائے پاك مشغول نماز گشت همدراں رور بهمن كه برزگترين ملائكه است واهل اسلام او را جبرائيل نامند بيايد باجامهائے نوراني از زردشت نام پرسيده گفت از دنيا چه كام جوئي. زردشت جواب داد كه مرا جز رضائے يزدان آرزوئے نيست وغير از راستي دل من نمے پژدهد وگماتم كه تو مرا به نيكي رهنمائي پس بهمن گفت برخيز تانزديزدان شوی و آنچه خواهي از حضرت او سوال كني كه او كرم تا پاسخ سود مند دهد. پس زردشت برخواست بفرموده بهمن يك لحظه چشم فرد بست. چوں چشم بكشاد خود را درد روشن خير يافت"......(الخ)۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ کتب سماوی کے مضامین سے انکار بھی کیا جائے اور کتب سماوی پر اس کا ایمان بھی سلامت رہے۔ باقی رہی عقل انسانی تو یہ عقل انسانی ہر ایک کی نہیں مانتی کہ جسد عنصری سے کوئی انسان آسمان پر جائے۔ مگر خدا تعالیٰ ﴿على كل شيء قدير﴾ خاص خاص آدمیوں کو لیجا سکتا ہے۔ جسطرح اس کا معاملہ مجوبہ نمائی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے وہ عام کے ساتھ نہیں۔ ایسا ہی آسمان پر لے جانا اس کی مرضی ہے۔ ہاں عام قاعدہ نہیں جیسا کہ آگ کا برد ہونا اور لکڑی کا سانپ بن جانا اور مچھلی کے پیٹ میں تین دن یا چالیس رات زندہ رکھنا محال عقلی ہونے کے باعث عام نہیں۔ اسی طرح انسان کا آسمان پر اٹھایا جانا عام نہیں، خاص ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول بھی خاص ہے اور علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

سمجھے کہ وہ محالات عقلی پر قادر نہیں۔ یہی باتیں کفار کہتے تھے دیکھو'' قرآن مجید، سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰'': ﴿وَقَالُوا أَئِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَئِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا﴾ ترجمہ: کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرے پیچھے گل سڑ کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کر کے اٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے۔ (نذیر احمد، ص۳۸۲)

جب دوسرے لوگ محال عقلی کا اور خلاف قانون قدرت کا عذر کر کے قیامت کے منکر ہو کر کافر ہو جاتے ہیں تو پھر مرزا صاحب اور مرزائی محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کی بنا پر خدا تعالیٰ کے عجوبہ نمایاں سے انکار کر دیں تو وہ کافر کیوں نہ ہوں؟ کیا یہ انصاف ہے کہ ایک بات ہی جب مرزائی کہیں تو مسلمان رہیں اور جب دوسرے شخص وہی بات کریں تو کافر ہوں۔ اگر کافر ہونگے تو دونوں، اگر مسلمان ہونگے تو دونوں۔ جس طرح ''ابن اللہ کا مسئلہ'' اگر مرزا صاحب کو مرزائی خدا کا بیٹا تسلیم کریں تو مسلمان اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہیں تو کافر۔ یہ ہے قادیانی ایمان داری اور یہی قادیانی انصاف ہے۔

دوسرا اعتراض: یہ کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تو افضل الرسل ہو کر آسمان پر نہ جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جائیں۔ اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے اور وہ کسر شان ہے اور جاہلوں کو دھوکہ دینے کے واسطے ایک آیت کا ٹکڑا پیش کر کے غلط بیانی کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو صرف رسول ہوں آسمان پر نہیں جا سکتا اور اوپر کی آیات چھوڑ کر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جس کا جواب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ہرگز اس میں کسرِ شان و ہتک نہیں، کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ تو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف دوسرے آسمان تک رہے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کی بدبختی دیکھئے کہ اپنی دکان چلانے کے واسطے آنحضرت ﷺ کے معراج سے بھی انکار کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیونکہ جانتے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر جانا اور واپس آنا دوسرے مسلمانوں کی طرح مانیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی رفع ونزول ثابت ہو جائیگا۔اب ان سے نہایت ادب سے دریافت کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن علامت اور طلوع الشمس من المغرب، دابۃ الارض، خروج دجال، حشر ونشر و عذاب قبر، نامہ اعمال وصراط، دوزخ وبہشت یہ بھی تو اسی رسول مقبول ﷺ کا فرمودہ تھے جس نے نزول عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک قیامت کا نشان فرمایا اور یہ بھی محال عقلی ہے کہ خاک شدہ پوست و ہڈیاں اسی جسم سے اٹھیں اور حساب کتاب دیں۔ جب دوسرے محالات عقلی پر ایمان ہے تو پھر رفع عیسیٰ علیہ السلام اور جسمی معراج محمد ﷺ پر کیوں ایمان نہیں؟ اور دوزخ، بہشت، طلوع الشمس من المغرب، دابۃ الارض پر ایمان ہے تو پھر اصالتاً نزول و رفع عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں ایمان نہیں؟ کیا ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ پر عمل ہے۔یعنی کچھ حصہ تو محمد ﷺ کے فرمودہ کا تسلیم کرنا اور کچھ فرمودہ اسی پاک رسول ﷺ سے انکار کرنا،کونسا ایمان اور مسلمانی ہے۔ جب محمد ﷺ نے خود فرمادیا کہ وہی عیسیٰ نبی ناصری جس کا رفع ہوا اسی کا نزول ہوگا تو پھر اس سے انکار، رسول اللہ ﷺ کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ جس طرح قیامت کی دوسری علامات محالات عقلی ہیں اور مافوق الفہم ہیں اسی طرح رفع ونزول بھی محالات عقلی ہیں۔ جب ان کا انکار ہوا تو خود قیامت سے انکار ہوا اور یہی کفر ہے۔

اب ہم قرآن مجید کی وہ آیات لکھتے ہیں تاکہ مرزائیوں کی ایمانی حالت اور خشیت اللہ کا پتہ لگے جس میں مرزا صاحب نے بالکل جھوٹ لکھ کر دھوکا دیا ہے کہ ''محمد رسول اللہ ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کی درخواست کی گئی اور انہوں نے انکار کیا اور خدا نے ان کو کہا کہ تم کہو کہ میں صرف رسول ہوں''۔خدا جانے مرزا صاحب نے کن الفاظ کے معنی کئے ہیں۔اور تحریف کس جانور کا نام ہے! کیونکر مرزا صاحب کو سچا مانا جائے؟ دیکھو اصل الفاظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن مجید: ﴿اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت فرمائی کہ ان کو کہد و: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ کہ ''سبحان اللہ میں کیا چیز ہوں، ایک بندہ بشر خدا کا بھیجا ہوا ہوں''۔ یہ بالکل غلط ہے کہ کافروں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر چڑھنے کے واسطے کہا اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا عجز ظاہر فرمایا۔ یہ بات ہی اور ہے۔ جیسا کہ عام محاورہ ہے کہ جب انسان لا جواب ہوتا ہے تو غصے کی حالت میں کہتا ہے کہ اگر تو کوشش کرتا ہوا آسمان پر بھی چلا جائے تو میں یہ بات قبول نہ کروں گا۔ بعینہ یہ حالات کفار کے خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں کہ'' کافر لوگ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ ہم تو اس وقت تک ایمان لانے والے نہیں ہیں کہ یا تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نکالو اور کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ یا جیسا کہ تم کہا کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکر کھڑا کردو یا رہنے کے لئے تمہارا کوئی طلائی گھر ہو یا آسمان پر چڑھ جاؤ اور جب تک تم ہم پر خدا کے ہاں سے ایک کتاب اتار کر نہ لاؤ کہ ہم اس کو آپ پڑھ بھی لیں تب تک ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ دیکھو' سورۂ بنی اسرائیل، رکوع ۱۰''۔ ہم نے صرف ترجمہ لکھدیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ کفار کا مطالبہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لانے کا تھا۔ کیونکہ وہ کہتے تھے کہ چاہے تو ہم پر آسمان گرادے یا سونے کے محل اور نہریں بھی بنالے یا آسمان پر چڑھ جائے۔ اس سیاق و سباق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو معلوم تھا کہ شاید آسمان پر محمد ﷺ چلے جائیں۔ کیونکہ وہ ایلیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نظیر دیکھ چکے تھے اور معراج حضور ﷺ کا بھی سن چکے تھے اس واسطے انہوں نے یہ شرط لگائی کہ کتاب لکھی ہوئی لاؤ۔ جس کو ہم پڑھ لیں۔ اس کے جواب میں رسول مقبول ﷺ کو حکم ہوا کہ کہدو میں ایک بشر رسول ہوں جو حکم ہوتا ہے وہی تم کو کہتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوں اور یہی کتاب ہے کیونکہ ممکن نہ تھا کہ ہر ایک کافر کیواسطے الگ الگ کتاب آتی۔ یہ کہاں ہے کہ کفار نے کہا کہ اے محمد ﷺ آسمان پر چڑھ جا اور انہوں نے فرمایا کہ میں آسمان پر جا نہیں سکتا۔ یہ سنت اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے چلی آئی ہے کہ عجوبہ نمائی اور خاص کرشمۂ قدرت اپنی مرضی سے دکھاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب کبھی کوئی کافر اس قسم کا مطالبہ کرے، اسی وقت خدا تعالیٰ وہ عجوبہ نمائی کردے کیونکہ عقلیں اور خواہشیں انسانوں کی الگ الگ ہوتی ہیں اور پیغمبر وقت ہر ایک کی خواہش کے مطابق معجزہ نمائی نہیں کرتا۔ یہ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے کہ پیغمبر کا تفوق ظاہر کریں گے واسطے جب چاہے عجوبہ نمائی کرے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں ایک بشر رسول ہوں یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ مجھ کو اگر خدا تعالیٰ بھی آسمان پر لے جانا چاہے تو نہیں لے جاسکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ حضرت ایلیا علیہ السلام کو خدا آسمان پر لے گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو سب سے اوپر عرش اور کرسی بلکہ سدرۃ المنتہیٰ تک لے گیا کہ وہاں تک جبرئیل بھی ساتھ نہ جاسکا اور عجز سے کہا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

مگر دین کے اندھے اعتقاد کے سقیموں کو یہ فضیلت محمد ﷺ کی نظر نہیں آتی اور ہتک کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ محمد ﷺ کو جب ایسی فضیلت اور معجزہ عطا ہوا جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ یعنی قرآن مجید جو ہمیشہ زندہ جاوید کرامت و معجزہ ہے اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ تفوق عنایت ہو کہ کل عالموں کے واسطے مبعوث ہوئے اور خاتم النبیین کی خصوصیت عنایت ہوئی جو کسی نبی کو نہ ہوئی تھی، تو کیا اس فضیلت کے سامنے وہ جزوی خصوصیت ولادت و رفع مسیح اگر محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے نہیں دی تو اس میں ہتک ہرگز نہیں۔ یہ اعتراض تو ایسے بیوقوف شخص کی مانند کا ہے جو کہ بادشاہ کے دربار میں آکر خدم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وچشم کو دیکھے اور باہر لشکروں اور فوجوں اور خزانوں اور محلوں کو دیکھ کر کہے کہ خداوند نے حضور کو سب کچھ دیا مگر آپ کو بانس پر چڑھ کر بازی لگانی نہیں آتی اس میں تو آپ کی سراسر ہتک ہے۔ ایسا ہی یہ احمقانہ اعتراض ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر رفع نہیں ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا کیوں ہوا، اس میں ہتک حضور ﷺ کی ہے۔ جب تمام جہان پر حضور کو فضیلت حاصل ہوئی، مقام شفاعت عنایت ہوا، معراج حاصل ہوا، کل دنیا کے پیغمبر مقرر ہوئے، قرآن معجزہ جاوید حاصل ہوا، خاتم النبیین کا اعزاز مرحمت ہوا۔ اگر رفع نہ ہوا تو کیا حرج ہے۔ کیونکہ جزوی فضیلت ہر ایک بشر میں ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے میں نہیں ہوتی۔ اگر زید جوتا سینا جانتا ہے اور بکر لوہار ہے تو زید کی بکر کے مقابلہ میں کوئی ہتک نہیں اور نہ بکر کی زید کے مقابل کوئی ہتک ہے۔ اگر کوئی احمق لوہار سے کہے کہ آپ جوتا بنانا نہیں جانتے اس میں تمہاری ہتک ہے، یہ لغو ہے۔ کیونکہ ان میں کسی ایک کی ہتک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو ﴿حَصُوْرًا﴾ فرمایا اور کسی نبی کو ﴿حَصُوْرًا﴾ نہیں فرمایا۔ حَصُوْر اسکو کہتے ہیں کہ باوجود ہونے طاقت مردی کے اپنے آپ کو شہوت سے روکے اور عورت سے نزدیکی نہ کرے۔ کیا یہ خصوصیت کسی اور نبی کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کس قدر ابلہ فریبی ہے کہ مسلمانوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ رفع ونزول ودرازیٔ عمر عیسیٰ علیہ السلام کے تسلیم کرنے سے حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے۔ اگر رفع عیسیٰ علیہ السلام میں حضرت ﷺ کی ہتک ہے اور خصوصیت باعث اس ہتک کا ہے، تو ذیل کے واقعات سے کیوں ہتک نہیں۔ اگر ہتک ہے تو کیوں ان سے انکار نہیں کیا جاتا اور رفع مسیح سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ صرف اس واسطے کہ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے۔

اوّل خصوصیت: حضرت آدم علیہ السلام (ان کی عمر ۹۳۰ برس)۔ اور حضرت نوح علیہ السلام (ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی عمر ہزار برس سے اوپر)۔ان کو اس قدر عمریں دارزی دی گئیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا دسواں حصہ بھی نہیں دیا گیا۔ حالانکہ محمد رسول اللہ ﷺ کل عالموں کے واسطے مبعوث ہوئے تھے اور حضرت نوح علیہ السلام کو صرف اپنی قوم کی تبلیغ کیلئے ایک ہزار برس کی مہلت دی گئی۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے اور محمد رسول اللہ کو صرف ۲۳ برس دیئے گئے۔ اسمیں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟

دوم خصوصیت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کنواری لڑکی کے پیٹ سے بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوئے اور دیگر تمام انبیاء باپ کے نطفہ سے پیدا ہوئے۔ کیا اس میں بھی کل انبیاء اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟ کہ یہ خصوصیت حضرت عیسیٰ ﷺ کو کیوں ملی۔

سوم خصوصیت: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے بلا واسطۂ جبرئیل کلام کیا اور دوسرے سب انبیاء اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بواسطہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کلام کیا۔ کیا اس میں بھی سب انبیاء اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟

چہارم خصوصیت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ مگر موسیٰ کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا پایہ پکڑے کھڑے ہیں۔ کیا اس میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں؟ کہ وہ تو عوام لوگوں کی مانند بیہوش ہو جائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ خصوصیت ملے کہ کسی نبی کو بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی نہ ملے کہ بیہوش ہوں گے۔

پنجم خصوصیت: حضرت یونس علیہ السلام کو جو یہ خصوصیت ملی کہ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رات اور بعض روایات کے رو سے چالیس دن رات زندہ رہے اور خدا تعالیٰ نے خاص کرشمۂ قدرت ان کی خاطر دکھایا جو رفع عیسیٰ علیہ السلام سے عجیب تر ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں خلاف قانون قدرت زندہ رہے اور بول و براز نہ ہوئے۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے؟ اگر متذکرہ بالا انبیاء کی خصوصیات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی سے محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک کیونکر ہو سکتی ہے۔ مصرعہ

ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

یہ صرف مرزا صاحب نے اپنی دوکان "پیری مریدی" کی خاطر یہ ڈھکوسلہ تجویز کیا کہ اگر رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام تسلیم کیا جائے تو میری دوکان نہ چلے گی اور نہ مسیح موعود ہو سکوں گا۔ اسواسطے ہتک کرکے سیدھے سادے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو ان سے دریافت کرنا چاہئے کہ جب دوسرے انبیاء کی خصوصیات تم تسلیم کرتے ہو اور ہتک محمد رسول اللہ ﷺ نہیں جانتے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات سے کیوں ہتک محمد رسول اللہ ﷺ کہتے ہو۔ اس طرح تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین کو خدا نے پلیڈری کے اعلیٰ امتحان میں پاس کیا اور مرزا صاحب کو مختاری کے امتحان میں بھی کامیابی نہ ہوئی اس میں مرزا صاحب کی ہتک ہے۔

دوم: مرزا صاحب جب جو ہمیشہ سردرد اور بول کی بیماری سے بیمار رہتے تھے۔ اس میں بھی مرزا صاحب کی ہتک ہے کہ عام لوگ تو تندرست ہوں اور مرزا صاحب کو خدا نے صحت بھی نہ دی۔ اس میں بھی انکی ہتک ہے۔

تیسرا اعتراض: یہ کرتے ہیں کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔

جواب: یہ بھی علوم حکمت سے ناواقفیت کا باعث ہے۔ وجود عنصری کو صرف خاکی وجود پر حصر کرنا جہالت کا باعث ہے۔ جب چار عناصر: آب، خاک، آتش، ہوا۔ تمام کائنات کا مبدع ومنبع وجود انہیں چار عناصر کی امتزاج پر ہے۔ آسمان، آفتاب، مہتاب، ستارے، سیارے بروج وغیرہ اجرام ساوی انہیں عناصر کی ملاوٹ سے بنے ہیں اور انہیں عناصر کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملاوٹ سے اجسام سفلی یعنی زمینی بنے ہیں اور ہر ایک عنصری میں حکم ربی جاری ہے۔ جس طرح حکم ہوتا ہے اسی طرح وہ عنصر ترکیب پا کر دوسرے عناصر سے وجود پذیر ہو جاتا ہے، تو پھر یہ غلط ہوا کہ وجود عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ آسمان خود عنصری وجود رکھتا ہے جب ہم کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو یا جمادات نظر آتے ہیں یا نباتات یا حیوانات جمادات میں قوت نامیہ نہیں۔ نباتات میں قوت نامیہ ہے مگر قوت حرکت ونقل مکان نہیں۔ حیوانات کی قسموں پر نظر ڈالتے ہیں تو حسب استعداد ترکیب عناصر ان میں حرارت پائی جاتی ہے۔ حشرات الارض میں کم حرارت ہے، جو کہ سوراخوں میں رہتے ہیں۔ بہائم یعنی چار پاؤں والوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے، مگر سیدھا نہیں چل سکتے، یعنی دو پاؤں والوں سے ان میں کم حرارت ہوتی ہے۔ انسان میں حیوانوں سے زیادہ حرارت ہوتی ہے اور وہ دو پاؤں سے چل سکتا ہے۔ مگر ہوا میں پرواز نہیں کر سکتا۔ طیور میں انسان سے زیادہ حرارت ہوتی، جس سے ان میں قوت پرواز ہوتی ہے۔ اگر پرواز کرنا یا ہوا پر اڑنا فضیلت ہوتی تو اُلو کوے، باز، شکرے وغیرہ اشرف المخلوقات مانے جاتے اور انسان اشرف نہ ہوتا۔ مگر چونکہ بموجب "کرمنا بنی آدم" انسان کو فضیلت ہے۔ تو ثابت ہوا کہ آسمان پر جانا اور آسمان پر رہنا باعث فضیلت نہیں۔ شیاطین و جنات آسمان پر جا سکتے ہیں، مگر اشرف المخلوقات نہیں ہیں۔ چاند، سورج وستارے وسیارے وغیرہ بروج آسمان پر ہیں۔ مگر انسان ان سے افضل ہے۔ انسانوں کو اگر قوت پرواز نہیں تو اس میں ان کی کیا ہتک ہے؟

چونکہ فضیلت نفس ناطقہ میں تھی اسلئے انسان کو نفس ناطقہ عطا فرما کر کل کائنات پر شرف بخشا گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو شرف مکالمہ بخشا۔ جب یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کائنات بنائی اور ترکیب عناصر سے سب وجود بنائے ہیں، تو اس کی ذات پاک کے آگے کیا مجال ہے کہ ایک عنصر کو دوسرے عنصر پر غالب کرے۔ انسان کو آسمان پر لے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جائے یا کسی آسمانی وجود یعنی فرشتہ کو حکم دے کہ فلاں انسان کو اٹھا لاؤ اور وہ انسان کو اٹھا لے جائے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پرواز کرنیوالا وجود دوسرے وجود کو جس میں قوت پرواز نہیں ساتھ لیجاتا ہے۔ جیسا کہ چیل کا چوہے وغیرہ حشرات کو اٹھا لیجانا شاہد ہے۔ ایسا ہی حکم ربی سے فرشتہ انسان کو آسمان پر لیجا سکتا ہے۔ مگر انسان کا اٹھایا جانا کچھ محال عقلی نہیں ہے، کیونکہ ہوا غالب عنصر اڑنے والا ہے اور پانی ہوا کے ساتھ شامل ہو کر اڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہوا پانی کو اٹھائے پھرتی ہے۔ آگ پہلے ہی سے عالم علوی سے ہے دیکھو دھواں اوپر کو جاتا ہے۔ روح بھی عالم علوی سے ہے۔ باقی ایک خاک رہ گئی۔ جن کا اڑنا ظاہر میں نظروں میں محال معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں خاک بھی امتزاج عناصر سے بنی ہوئی ہے۔ جب دوسرے عنصر کا غلبہ ہو جائے تو مغلوب عنصر دوسرے غالب عنصر میں محو ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حکمت کا مسئلہ ہے مغلوب عنصر غالب عنصر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پس اگر آتشی وجود ہے مثلاً آفتاب تو یہ بھی عنصری وجود ہے اور دیگر سیارے ستارے ہیں تو وہ بھی ترکیب عناصر سے عنصری وجود رکھتے ہیں۔ بلکہ خود آسمان بھی عنصری وجود رکھتا ہے۔ ایک عنصری وجود کا دوسرے عنصری وجود پر جانا اور زندہ رہنا کچھ مشکل نہیں اور نہ محال ہے۔ ایک دفعہ ایک شہاب ثاقب کیپ کالونی میں جو زمین پر گرا اور کیمیائی تحقیق کی گئی تو مفصلہ ذیل اشیاء مادی اس میں سے برآمد ہوئیں: لوہا، کانسہ، گندھک، سلیکا، میگنیشا، چونا، لائم الومینیا پوٹاس، سوڈا، آکسائیڈ آف میگنز، تانبہ، کاربن وغیرہ۔ (دیکھو صفحہ ۵۵ ہوم انڈ جیالوجی، مصنفہ ڈاکٹر سمیل لیس)۔ پس یہ جاہلانہ اعتراض ہیں کہ آسمان عناصر نہیں اور نہ انسان وہاں زندہ رہ سکتا ہے اور نہ وہاں جا سکتا ہے۔ خداتعالیٰ کی بادشاہت جب آسمانوں اور زمینوں پر یکساں ہے تو پھر وہ جیسا چاہے عجوبہ نمایاں کر کے اپنی قدرت لامحدود کا ثبوت دے، کوئی امر مانع نہیں۔ چونکہ اختصار منظور ہے اس لئے اسی پر اکتفاء ہے تا کہ اصل مضمون نہ بڑھ جائے۔ پس یہ غلط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خیال ہے کہ جسد عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا کیونکہ جتنے وجود آسمان پر ہیں وہ بھی تو عنصری ہیں۔ پس یہ اعتراض حکمت سے جہل کا باعث ہے۔ جنوں کی پیدائش آگ سے ہے کیا وہ وجودِ عنصری نہیں؟ فرشتوں کے وجود نوری ہیں، کیا وہ وجودِ عنصری نہیں؟ یہ صرف لفظی بحث ہے۔ سب کائنات وجودِ عنصری رکھتی ہے خواہ خاکی ہو، آتشی یا ہوائی سب وجودِ عنصری ہیں۔

چوتھا اعتراض: یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بھی نوع کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ: ﴿**فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ**﴾ (سورۂ اعراف، رکوع ۲) ترجمہ: تم زمین پر ہی اپنی زندگی کے دن کاٹو گے اور زمین پر مرو گے۔ اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کے واسطے مقرر ہے کہ زمین پر ہی رہیں اور زمین پر ہی فوت ہوں۔ اور ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں کہ ہم نے زمین کو ایسا بنایا ہے کہ وہ انسان کو اپنی طرف کھینچنے والی اور اس کو اپنے پاس روکنے والی ہے خواہ انسان مردہ ہو یا زندہ۔ ﴿**أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًاo أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًاo**﴾
(سورۂ مرسلات، رکوع ۱)

جواب: دونوں آیتیں قرآن مجید کی بے محل ہیں اور ﴿**يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ**﴾ کے مصداق ہیں۔ جو کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے اپنے قول کے مطابق الحاد اور یہودیت ہے۔ پہلی آیت کے مخاطب حضرت آدم علیہ السلام وحوا ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ نے آسمان سے نکالا اور آسمانی نعمتوں سے محروم فرمایا۔ تو اس وقت ان کو حکم دیا کہ تم اب زمین پر اپنی زندگی بسر کرو گے۔ اور زمین پر ہی فوت ہو گے۔ اس سے تو الٹا ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پہلے آسمان پر رکھا تھا۔ اور ثبوت کے وقت یہ فرما دیا کہ اب تم زمین پر رہو گے۔ اس سے کیوں کر ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ انسان کو آسمان پر نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ثابت ہوا کہ اگر خدا چاہے انسان کو آسمان پر رکھے یا زمین پر رکھے دونوں میں اس کا اختیار ہے۔ یہ آیت تو الٹی رفع عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتی ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حوا اور سانپ کو بجسد عنصری آسمان پر رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح ان کے اخراج کے بعد بھی اگر چاہے تو انسانوں اور حیوانوں کو آسمان پر رکھ سکتا ہے۔ جس طرح ایک جج ایک قیدی کو کہے کہ تم کو عمر قید ہے۔ تم ہمیشہ جیل خانہ میں رہو گے۔ مگر اس حکم سے جج کی بے اختیاری ثابت نہیں ہوتی کہ وہ اب کسی انسان کو جیل خانہ سے باہر رہنے نہیں دے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا یہ حکم حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کو کہ تم ہمیشہ زمین پر رہو گے۔ خدائی قدرت اور طاقت کو سلب نہیں کرتا کہ اب خدا تعالیٰ میں طاقت ہی نہیں رہی کہ کسی کو آسمان پر لے جائے۔ اگر چاہے اور اس کی مرضی بھی ہو تو یہ خدا کی معزولی ہے کہ آدم علیہ السلام کو نکالنے کے وقت خود آسمانی حکومت کھو بیٹھے۔ بلکہ اس آیت سے تو انسان کا آسمان پر جا سکنا ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ اور کھانے پینے بول و براز کا بھی اعتراض رفع ہو گیا۔ کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی رکھ سکتا ہے۔ جب پہلے خدا تعالیٰ آسمان پر انسان بجسد عنصری رکھ سکتا تھا تو اس کے بعد بھی رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ ہبوط آدم علیہ السلام کے بعد اس کی خدائی طاقتوں میں فرق نہیں آ گیا۔ کیونکہ صفت اپنے موصوف کی ذات کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ اس کا اختیار ہے کہ چاہے اپنی صفت کو کسی مصلحت کے واسطے استعمال نہ کرے۔ جیسا کہ زندہ اور مردہ کرنے کی صفت اللہ تعالیٰ میں ہے کہ جیسا کہ فرماتا ہے۔ ﴿یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ یعنی ''خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے''۔ پس یہ خدا کی خدائی سے لاعلمی کا باعث ہے کہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ انسان کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا اور نہ وہاں زندہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔ یعنی جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے آسمان پر رکھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رکھا ہوا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم: مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ **یدفن معی فی قبری** یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے دفن کئے جائیں گے''۔ تو اس آیت کے رو سے بھی مسلمان حق پر ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کو زمین میں ہی دفن کریں گے۔ اس میں قرآن کی کیا مخالفت ہوئی۔ یہ اعتقاد تو عین قرآن کے اور حدیث کے موافق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین میں مدفون ہوں گے۔ صرف درازی عمر کا سوال ہو سکتا ہے۔ جس کی نظیریں بھی موجود ہیں کہ حضرت آدم ونوح شیث ودقیان وغیرہ علیہم السلام کی عمریں ہزار، ہزار برس کے قریب تھیں۔ جو کہ آج کل کے زمانہ میں محالات عقلی سے ہیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا زیادہ عمر تک ناممکن ومحال نہیں۔ دوسری آیت بھی غیر محل ہے۔ کیونکہ قیامت کے بارے میں ہے۔ اوپر سے تمام آیات قیامت کے اثبات میں ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''تباہی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو۔ کیا ہم نے زمین کو جیتوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ (ترجمہ نذیر احمد) ''اپنی طرف کھینچنے والی'' غلط ترجمہ کیا ہے۔ **کفاتاً** کے معنے سمیٹنے والی درست ترجمہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا نمونہ بناتا ہے۔ کہ ہم ایسے زبردست قدرت والے ہیں کہ اتنا بڑا وجود زمین ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا اور اس میں پہاڑ بنائے اور تمہاری خوراک، پوشاک اور معاشرت کے سامان مہیا کئے۔ کیا ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں۔ کہ تم کو دوبارہ زندہ کر سکیں۔ اور تمہارے اعمال کا بدلہ جزا یا سزا دیں۔ اس آیت کا رفع عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ تعلق نہیں اور نہ امکان رفع عیسیٰ کے مخالف ہے۔ بلکہ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ محالات عقلی پر قادر ہے۔ اور ثبوت یہ دیتا ہے کہ جس طرح ہم نے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی بنایا ہے اور اس کے بنانے پر ہم قادر ہیں اور ہماری قدرت محدود نہیں ہم اسی طرح قیامت پر بھی قادر ہیں جو کہ تمہارے نزدیک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

محالات عقلی سے ہے۔ اور اگر کھینچنے والی معنی لیں تو بھی درست معنی یہ ہیں کہ زمین انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یعنی جوں جوں عمر کم ہوتی جاتی ہے انسان قبر کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی رسہ باندھا ہوا ہے کہ وہ انسان کو رسہ کے ذریعہ سے کھینچ رہی ہے۔ افسوس اس آیت کے پیش کرنے کے وقت وہ استعارہ ومجاز وکنایہ ہے جس پر تمام قادیانی مشن کا مدار ہے اور نبوت ورسالت کی بنیاد ہے بھول گئے۔ اور حقیقی کشش کہتے ہیں۔

دوم: مسلمان تو اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول زمین پر ہی مریں گے۔ اور مدینہ منورہ میں حدیث نبوی کے مطابق مدفون ہوں گے۔ اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ یہ تو ہمارے حق میں مفید ہے۔ اس آئت سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم **رفع الی السماء** انسانی سے عاجز ہیں یہ کج بحثی ہے۔ خواہ مخواہ قرآن کی آیات کا تصادم کیا جائے۔ جو کہ شریعت میں حرام ہے۔ یعنی ایک آیت قرآن کی مخالفت کے واسطے دوسری آیت کو ٹکرانا اور اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے واسطے بے محل آیت پیش کرنا۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ **"انما هلک من کان قبلکم بهذا ضربوا کتاب الله بعضه بعضاً"** یعنی "تم سے پہلے لوگ اس واسطے تباہ ہو گئے کہ انہوں نے خدا کی کتاب کو بعض سے بعض کو لڑایا"۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام ہے اور اس کی شکل یہ ہے۔ کہ آیت بے محل اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے واسطے پیش کر کے دھوکہ دینا اور نص قرآن کا رد کرنا حرام ہے۔ اور حدیث میں بھی تدافع کرنا حرام ہے۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب اور مرزائی تدافع کرنے سے خوف خدا نہیں کرتے۔ جب کوئی نص قرآنی یا حدیث نبوی پیش کی جائے تو جھٹ کوئی نہ کوئی بے محل اور بے موقعہ آیت پیش کر دیتے ہیں۔ پس ان آیات کا رفع عیسیٰ علیہ السلام کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ساتھ کچھ تعلق نہیں۔غرض قرآن مجید میں بہت جگہ **رفع** کا لفظ آیا ہے۔مگر سب جگہ یہ ہرگز معنی نہیں کہ مر کر ہی رفع ہو۔جیسے موقع ہوتا ہے۔ویسے ہی معنی ہوتے ہیں۔ ﴿**وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ**﴾ (سورۃ بقرہ) کیا اس آیت کے یہ معنی درست ہو سکتے ہیں کہ ''طور کی جان نکال کر خدا نے اس کا روحانی رفع کیا تھا۔یا رفع یدین جو بہت جگہ حدیثوں میں آیا ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھوں کی جان نکال کر خدا نے ان کا روحانی رفع کیا۔یا رفع شک کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے شک کی جان نکال کر اس کا رفع روحانی کیا''۔ہرگز نہیں۔تو پھر یہ کیوں کر درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع صرف روحانی ہوا۔حالانکہ وعدہ تھا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو اٹھاؤں گا۔اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ جسم و روح ترکیبی حالت کا نام ہے اور جسم ہی قتل سے بچایا گیا۔تو جسم کا ہی رفع ضروری تھا۔کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، یونس علیہ السلام، نوح علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ وغیرہم سب کی حفاظت جسمانی فرمائی۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور تھا۔کہ اس کے جسم مبارک کو ذلیل کیا جائے، کوڑے لگائے جائیں، منہ پر طمانچے مارے جائیں اور لمبے لمبے کیل اس کے ہاتھ، پاؤں میں ٹھوکے جائیں اور ان سے خون جاری ہو اور کاٹھ پر لٹکایا جائے اور اس عذاب پر خدا کو ذرہ رحم نہ آئے۔اور بجائے اس کے بچاؤ کے اس کی جان بھی نکلنے نہ پائے۔یہ صریح ظلم حضرت عیسیٰ کے حق میں کیوں خاص ہو۔پس یہ غلط ہے کہ رفع روحانی ہوا تھا۔کیونکہ قرائن و سیاق قرآن کے برخلاف ہے۔صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب سے بھی بچائے گئے اور قتل سے بھی بچائے گئے۔جیسا کہ ''انجیل برنباس'' میں لکھا ہے۔''پس اے برنباس معلوم کر اسی وجہ سے مجھ پر اپنی حفاظت کرنا واجب ہے اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض بیچ ڈالے گا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

لے گا۔اور بیوفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ ہر ایک اس کو یہی خیال کرے گا۔ کہ میں ہوا ہوں۔ (دیکھو انجیل برنباس فصل ۱۱۲، آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵)

اس انجیل کے مضمون کی قرآن مجید نے بھی تصدیق فرمادی۔ ﴿مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ﴾ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ اور **شبه لهم** سے مگر اب کہا جاتا ہے کہ اگر یہ معنی تسلیم کئے جائیں تو مرزا صاحب کی دوکان نہیں چل سکتی۔اس لئے تاویلات باطلہ کر کے اجماع امت کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو صلیب دیا جانا اور عذاب دیا جانا ذلیل کیا جانا،کوڑے اور طمانچے اور منہ پر تھوکا جانا سب کے سب لعنتی ہونے کی باتیں اس میں تسلیم کر کے رفع روحانی تسلیم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔تا کہ کسی طرح مرزا صاحب مسیح موعود بن جائیں۔ چاہے قرآن واحادیث واجماع کے برخلاف ہو۔مگر ہم کہتے ہیں۔کہ کیا مصیبت پیش آئی ہے۔کہ ہم اجماع امت کے برخلاف ہو کر ہم مسیح کو مصلوب مانیں اور رفع روحانی کا ڈھکوسلا تسلیم کریں۔ جب قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قتل وصلیب کا فعل تو ضرور واقع ہوا۔مگر مسیح مرفوع ہوئے اور ان کا مشبہ یعنی یہودا مصلوب ہوا۔تو پھر جوامر پہلے انجیل سے،پھر قرآن سے،پھر احادیث سے اور پھر اجماع امت سے ثابت ہو اور جس پر ۱۳سو برس سے عمل امت چلا آیا ہو۔اس سے ایک مسلمان کس طرح انکار کر سکتا ہے۔جس کا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور ان کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔اور ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ کے پاک گروہ سے ہونا چاہیے وہ تو ہرگز ایسی دلیری نہ کرے گا۔ہاں مخیر مومن جو چاہے تسلیم کرے۔اس سے کچھ بحث نہیں۔

پانچواں اعتراض: کرۂ زمہریر سے انسانی وجود گزر نہیں سکتا۔اس لئے انسان وہاں جا نہیں سکتا۔

جواب: یہ بھی شرعی اعتراض نہیں۔صرف کمی علوم حکمت کے باعث ہے۔اس لئے ہم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی علوم حکمت سے عقلی جواب دیتے ہیں۔ پہلے جسم کی تعریف کرتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ **جسم** ایک جوہر کو کہتے ہیں۔ کہ اس میں طول اور عرض اور پہننا اور عمق ہو۔ جو جسم میں دوامر ہوتے ہیں۔ کہ ان کے بغیر جسم پیدا نہیں ہوسکتا۔ ایک کو "ہیولی" اور دوسرے کو "صورت" کہتے ہیں۔ اور ہر جسم جو ہے اس میں فلکیات وعنصرات سے کچھ مقدار اور شکل سے حصہ ہے۔ کہ جس سے وہ مخصوص ہے۔ اور ہیولی صورت خارجی میں تعین کا محتاج ہوتا ہے اور صورت وجود خارجی میں ہیولی کی محتاج ہوتی ہے۔ پس صورت اور ہیولی ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جسم دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مرکب اور دوسرا بسیط۔ **جسم مرکب** وہ ہے کہ اس کی ترکیب اجزائے سے ملی ہوئی ہو۔ جیسا کہ سرکہ اور شہد ملا کر سکنجبین بناتے ہیں۔ اس کے برعکس جسم بسیط مرکب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ پانی یا ہوا یا آگ وغیرہ۔ **جسم بسیط** کے پھر دو قسم ہیں ایک وہ کہ تبدیل ہو سکے۔ جیسا کہ عناصر دوسرا وہ جو تبدیل نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آسمان، جو کہ دلائل فلسفہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان کو تغیر وفنا نہیں اور نہ یہ ایک شکل سے دوسری شکل میں بدل جاتے ہیں۔ اس واسطے فلکیات کو بسیط علوی کہتے ہیں اور عناصر کو بسیط سفلی۔ پس اجسام بسیط کا مقدم ہوتا ہے مرکبات کے وجود پر۔ اب چونکہ جسم انسانی مرکب ہے عناصر سے اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ آسمانوں پر بھی عناصر ہیں۔ چنانچہ "دانش نامہ" میں لکھا ہے کہ مکان آگ کا زیر فلک عنصر ہے اور مکان ہوا کا آگ کے نیچے اور مکان پانی کا ہوا کے نیچے اور خاک کا پانی کے نیچے اور حکمانے مقرر کیا ہے کہ بعض عنصر ثقیل ہیں۔ اور بعض خفیف۔

خفیف: وہ عنصر ہیں جو اوپر کی طرف مائل ہوں۔ اور **ثقیل** وہ ہیں جو نیچے کی طرف مائل ہوں آگ اور ہوا اوپر کی طرف مائل ہیں۔ اور خاک اور پانی نیچے کی طرف مائل ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود عنصری بطور معجزہ خاص تھا۔ یعنی بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوتا تھا۔ پس ایسے لطیف اور معجزہ نما وجود کا رفع محال عقلی ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس کی پیدائش نطفہ سے نہ تھی۔ اور یہ اس واسطے کہ ﴿عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ جانتا تھا۔ کہ مرزائی ایک فرقہ ہوگا۔ جو رفع عیسیٰ پر معترض ہوگا۔ اس واسطے پہلے ہی سے عیسیٰ کو مستثنیٰ کر دیا۔ کہ ایسا وجود بخشا کہ جو نطفہ کا واسطہ نہ رکھتا تھا۔ جو کہ خلاف قانون فطرت ومحالات عقلی سے تھا۔ علم طب سے یہ بات ثابت ہے کہ مرد کے نطفہ سے ہڈی بنتی ہے۔ اور عورت کے خون سے بدن بنتا ہے۔ اور یہ محال ہے کہ ہڈی بغیر نطفہ کے پیدا ہو۔ مگر اس قادر مطلق نے جو کسی قانون کا پابند نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں بغیر مادہ مرد کے ہڈی بھی پیدا کر دی اور ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ہونے کا ثبوت دے کر اس قانون فطرت کو جو آدم سے لے کر حضرت مریم تک چلا آتا تھا۔ توڑ کر محالات عقلی کے تمام اعتراضوں کا رد کر دیا۔ جب یہ کلیہ مسلّم ہے کہ روح جس جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اسی کی قابلیت کے مطابق کام کرتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم ایک خاص جسم عنصری تھا۔ جس کا رفع ممکن تھا۔ عناصر کے طبقات مقرر ہیں جس طرح کہ نو آسمان ہیں اسی طرح عناصر کے نو طبقات ہیں۔ دو آگ کے، ایک **خالص** جو کہ فلک قمر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور دوسرا **دخانیہ** جو کہ بخارات غلیظہ جو کہ زمین سے نکلتے ہیں۔ اس آگ کے جو کہ ہوا کے ساتھ ملی ہوئی ہے متصل ہے۔ ایسا ہی ہوا کے تین طبقے ہیں:

پہلا طبقہ: ہوا کا صرف یہی ہوا ہے۔ جو کہ ہم محسوس کرتے ہیں جو کہ آگ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

دوسرا طبقہ: ہوا کا وہ ہے جس کو کرۂ زمہریر کہتے ہیں۔ اور یہ نہایت سرد ہوتا ہے۔ بسبب دوری سے زمین کے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسرا طبقہ: ہوا کا وہ ہے جو زمین سے ملا ہوا ہے۔اور یہ طبقہ گرم ہوتا ہے آفتاب کے شعاع سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوپر بھی ہوا ہے۔اور کرۂ زمہریر کے اوپر بھی ہوا اور دیگر عناصر ہیں۔اس لئے انسان کا آسمان پر جانا اور زندہ رہنا محالات عقلی سے نہیں۔کیونکہ کرہ زمہریر سے تیزی سے گزر جانا محالات سے نہیں۔جس طرح فرشتے گزرتے ہیں۔حضرت عیسیٰ کو بھی ساتھ لے گئے۔تیزی میں گزرنے سے سردی اثر نہیں کرتی۔شائد کوئی مرزائی کہہ دے کہ یہ فلسفہ یونانی پرانا ہے۔ہم نہیں مانتے۔تو ہم جدید فلسفہ سے ثابت کرتے ہیں کہ آسمان پر بھی کوئی جگہ ہیولیٰ سے خالی نہیں۔

پروفیسر آرنسٹ ہیکل آف جنایونیورسٹی جرمنی لکھتے ہیں کہ خلا کی وسعت غیر محدود وغیر معین ہے۔اس کا ایک انچ بھی خالی نہیں ہر جگہ ہیولیٰ ہے۔اس کی نقل وحرکت مسلسل جاری ہے مادہ اور انقلاب انگیز قوت کے عمل کا تسلسل جاری ہے۔مادہ بتدریج حجم وضخامت میں بڑھتا رہتا ہے۔الخ (ادیب، صفحہ ۱۷۳)

دوم: حرارت وروشنی دو چیزیں جاندار کے لئے لازم ہیں۔اس وجہ سے سورج منبع حیات ہے۔(ادیب، صفحہ ۱۷۲)

سوم: فرانس کا ایک نامور فاضل لوئی چنگی اے۔آفتاب میں انسانی آبادی کے بارے میں لکھتا ہے کہ جو شخص اس نظریہ کا قائل ہے۔جس کے حامی ہرشل اور ہمبولٹ وغیرہ تھے۔وہ تسلیم کرتا ہے کہ آفتاب میں ایسے انسانوں کی بستی ناممکنات سے نہیں۔جو ہم سے قدرے مختلف ہیں۔(ادیب، صفحہ ۱۷۱)

چہارم: طبقہ نور کی حرارت تشینی کرۂ ہوا سے وہاں پہنچ سکتی ہے۔اور جانداروں کی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔اسی طرح جو روشنی صاف ہو کر جاتی ہے آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتی،اس میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم جیسے انسان زندہ رہ سکتے ہیں۔ (دیکھو: ے افر: ۔جو صفحہ ۱۰۰)

باقی رہائش زمین کا اعتراض کہ زمین کی کشش انسان کو اوپر جانے نہیں دیتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین کی کشش کے اکثر حکماء قائل نہیں، کیونکہ جب مانا ہوا اصول ہے۔ کہ زمین کی کشش اس قدر قوی ہے کہ آفتاب کو ساڑھے نو کروڑ میل سے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر بفرض محال ہم تسلیم بھی کرلیں تو پھر ناممکن ہے کہ کوئی جانور ہوا پر پرواز کر سکے۔ اور ہوائی جہاز زمین سے الگ ہو کر بلند پروازی کر سکیں، کیونکہ جب زمین ساڑھے نو کروڑ میل سے اپنے سے بڑے وجود یعنی آفتاب کو جو اس سے دس لاکھ حصہ سے زیادہ بڑا ہے کھینچ لیتی ہے۔ تو جانور اور ہوائی جہاز اس کی کشش کا مقابلہ کر کے غالب آ کر بلند پرواز ہوں۔ پس یا تو ہوائی جہازوں اور جانوروں کی پرواز سے انکار کرنا پڑے گا یا زمین کی کشش سے۔ مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہزاروں منوں بوجھ والے جہاز اوپر چلتے ہیں۔ اور کئی کئی دن تک اوپر رہتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ زمین میں کوئی ایسی کشش نہیں کہ کوئی وجود اس سے الگ ہو کر اوپر نہ جا سکے۔ علاوہ براں رسالہ "**الشمس الضحی**" میں لکھا ہے کہ ہم لوگ ذی روح ہیں اور ہم میں ایک ایسی طاقت ہے کہ زمین کی کشش سے ہم اپنے تئیں روک سکتے ہیں (از کتاب اکمل، صفحہ ۲۹۲) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ذی روح تھے یعنی زندہ تھے۔ اس لئے ان کو زمین کی کشش آسمان پر جانے سے نہیں روک سکتی اور نہ محال عقلی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان پر جا سکیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع حکمت یونانی اور انگریزی سے بھی ثابت ہے اور یہی مقصود تھا۔

چھٹا اعتراض: انسانی جسم آسمانی آب و ہوا کے موافق نہیں اس لئے انسان وہاں زندہ نہیں رہ سکتا۔

جواب: یہ بھی بسبب ناواقفیت علوم جدیدہ کے اعتراض ہیں۔ ذیج عالم علم ہیئت آرگو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفٹر ڈتھ'' کے صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ انسان آفتاب میں زندہ رہ سکتا ہے۔ ترجمہ اصل عبارت کا یہ ہے کہ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں، لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے کہ آیا ہم ایسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں، تو اثبات میں جواب دینے سے گریز نہ کروں گا۔

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام اور سانپ کا آسمان پر قبل از ہبوط آدم علیہ السلام قرآن اور دیگر کتب سماوی سے ثابت ہے۔ اگر مومن ہو تو مانو۔ اور اگر غیر مومن ہو تو انکار کرو۔ تاویل کرو تاویل بھی ایک قسم کا انکار ہے۔

ساتواں اعتراض: حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں بول و براز کہاں کرتے ہونگے اور کھانا کہاں کھاتے ہونگے۔

جواب: یہ اعتراض کوئی مسلمان قرآن شریف کا ماننے والا تو ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قصہ آدم و حوا جو قرآن میں مذکور ہے اور دیگر کتب سماوی میں بھی مندرج ہے۔ صاف صاف بتا رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بمع اپنی بیوی کے آسمان پر رکھے گئے تھے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وہی باورچی خانہ اور پارٹ یعنی پاخانہ استعمال کرتے ہوں گے۔

دوم: قرآن مجید میں مائدہ کا اترنا حضرت عیسیٰ کی دعا پر ثابت ہے تو آسمانی باورچی خانہ بھی ثابت ہوا۔

سوم: جب کل رزقوں کا منبع اور کل کائنات کی زندگی اور قوام کا باعث آسمان اور اس کی گردش اور آفتاب و مہتاب وغیرہ اجرام فلکی کی تاثیرات ہیں۔ تو پھر ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے رزق کا نہ ملنا چہ معنی وارد جب سب کچھ ولایت سے آنا تسلیم کیا جائے۔ تو پھر کس قدر جہالت ہے کہ کہا جائے کہ زید ولایت میں کیا کھاتا ہوگا۔ ایسا ہی جب سب رزق آسمان سے آتے ہیں تو پھر وہ جہالت نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ کہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہاں کھاتے کیا ہونگے۔ اللہ اکبر جہالت بری بلا ہے۔ جب زمانہ حال میں فلکیات کے عالموں نے ثابت کر دیا کہ زمین ایک چھوٹا سا کرہ ہے۔ اور تمام ستارے کرے ہیں۔ اور سب میں آبادیاں ہیں۔ جب ایک چھوٹے سے کرہ زمین پر تمام حوائج انسان وحیوان وچرند وپرند کے پورے ہو سکتے ہیں اور خدا کر رہا ہے۔ اور تمام رزقوں کا پیدا ہونا آسمانی وجودوں کی تاثیرات سے ہے۔ جیسا کی آفتاب ومہتاب وغیرہ کی تاثیرات سے کل دانے اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ تو پھر ان کرّوں میں جو زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور عناصر ومادہ سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کھانا ملے اور نہ بول وبراز کے واسطے جگہ ملے۔ ایسے جاہل معترض سے کیا بحث ہو۔ جو کہ کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنے چاہ کو ہی دنیا سمجھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ چاہ سے باہر نہ تو کوئی زندہ رہ سکتا ہے اور نہ چاہ کے باہر کوئی پانی کا قطرہ ہے اور نہ ہوا ہے۔ ایسے نادانوں کو سوچنا چاہیے کہ خداتعالیٰ نے قرآن مجید میں رب العالمین فرما کر ایسے ایسے اعتراضوں کو صاف کر دیا ہے۔ جب صرف ایک ہی عالم نہیں بلکہ کئی عالم ہیں اور سب کی پرورش ہوتی ہے۔ اور ہر ستارے میں آبادی ہے۔ تو پھر یہ خیال جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ رزق صرف زمین کے رہنے والوں کو ملتا ہے۔ اور پاخانہ کے واسطے جگہ بھی صرف زمین والوں کو ہی مل سکتی ہے۔ دوسری آبادیوں اور آسمانی ہستیوں کا نہ تو خدا رازق ہے اور نہ ان کو رزق ملتا ہے مصرعہ

برایں عقل ودانش بباید گریست

دوم: مشاہدہ ہے کہ خداتعالیٰ جس کسی کو جس جگہ رکھتا ہے اس جگہ کی آب وہوا کے مطابق اس کا مزاج بنا دیتا ہے۔ سرد ملکوں کے باشندے خوراک وپوشاک میں گرم ملکوں کے باشندوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ مگر سرد ملک کے گرم ملک میں اور گرم ملک کے سرد ملک میں آتے جاتے ہیں۔ اور آب وہوا کے موافق زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آسمان پر اٹھائے گئے اور رکھے گئے تو آسمانی زندگی بسر کرتے ہوں گے اور وہاں کی آب وہوا بھی ایسی ہے کہ وہاں کے ساکنان لطیف غذا کھاتے ہیں۔شائد غذا اور رزق کے معنی آپ کنک کی روٹی اور چاول بھاجی سمجھتے ہوں گے۔اور یہ غلط ہے۔خدا تعالیٰ انسان کو جس جگہ رکھتا ہے اس کی حالت بھی ویسی ہی کرتا ہے۔اور ویسی غذا دیتا ہے۔آپ اپنی حالت یاد کریں کہ ماں کے پیٹ میں آپ کو غذا بھی ملتی تھی اور آپ کی پرورش بھی ہوتی تھی۔مگر آپ کو بول و براز وہاں نہ آتا تھا۔کیا آپ انسان نہ تھے۔کیا آپ بجسد عنصری نہ تھے۔کیا آپ ذی روح نہ تھے۔کیا آپ سانس نہ لیتے تھے۔سب کچھ تھا۔تو پھر اس صانع مطلق نے جب ماں کے پیٹ میں آپ کی حفاظت کی۔سانس کے واسطے ہوا کا بھی انتظام کیا۔بول و براز کا بھی انتظام کیا گیا۔تو وہ قادر مطلق آسمان پر جو کہ زمین سے لاکھوں بلکہ لاتعداد درجہ زیادہ ہے۔حضرت عیسیٰ کے رزق اور بول کا بندوبست نہ کر سکے۔ایسے عاجز خدا کو آپ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر﴾ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔اور نہ جس کو ایسے ایسے اعتراض پیدا ہوں عارف اور خدا شناس کہہ سکتے ہیں۔ایسا شخص تو خدا کی خدائی کا منکر اور اس کی قدرت سے بالکل بے خبر اور اس کے عرفان سے اندھا ہے۔معمولی مسلمان بھی نہیں۔مسیح موعود اور نبی رسول ہونا تو بڑی بات ہے۔

آٹھواں اعتراض: اب جو تنازعہ ہو رہا ہے۔تو مسلمانوں کو چاہیے کہ مسیح کو اتار لائیں اور''ازالہ اوہام''میں مرزا صاحب تمسخر کے طور پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ کوئی بیلوں سے اترنے والا مسلمانوں کو دھوکا نہ دے۔

جواب: یہ اعتراض بعینہ وہی ہے کہ جو کہ کفار جواب دینے سے عاجز ہو کر پیغمبر ﷺ سے کہا کرتے تھے۔کہ قیامت کا ہونا برحق ہے۔اور ضرور قیامت آنی ہے۔تو ہم منکر ہیں۔ہمارے وقت میں آجائیں۔تاکہ ہم جھوٹے اور تم سچے ثابت ہو جاؤ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

افسوس یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جب علامات قیامت میں سے ایک علامت ہے اور قیامت کا آنا اللہ تعالیٰ کے علم وارادہ میں وقت مقرر پر ہے۔ تو اسی وقت آئے گی۔ یہ مطالبہ مرزائیوں کا تب درست ہوسکتا تھا۔ جب کہ قیامت آجاتی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوتا۔ جب قیامت نہیں آئی اور دوسری علامات قیامت ظاہر نہیں ہوئیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کس طرح اتر آئے۔ کیا سورج مغرب سے نکلا خروج دجال ہوا، دابۃ الارض نکلا۔ یاجوج ماجوج ظاہر ہوئے؟ وغیرہ وغیرہ۔ تو حضرت عیسیٰ کس طرح اتر آئیں۔ اگر کہو کہ مرزا صاحب کی تاویلات کے موافق سب علامات ظاہر ہو چکیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ مسیح موعود تاویلی و بناوٹی تھا۔ ایسے ہی علامات بناوٹی اور غلط ہیں۔ جس عقل سے علم سے غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ بن مریم نبی ناصری تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی عقل اور علم سے طلوع الشمس من المغرب اور دابہ الارض اور یاجوج ماجوج کی تاویلات کو قبول کرتے ہو۔ جو کہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وقت پادری بھی تھے۔ روس اور انگریز بھی تھے۔ اسلام بھی تھا۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام نے ان کو نہ تو دجال فرمایا۔ اور نہ یاجوج ماجوج ہی کہا۔ اور نہ اسلام کے ظہور کو طلوع الشمس من المغرب فرمایا۔ تو دوسرے کسی امتی کا ہرگز منصب نہیں۔ کہ اپنے مطلب کے واسطے خلاف عقل و نقل تاویلات کر کے اپنا الو سیدھا کرے۔ پس جب کہ ابھی دیگر علامات قیامت ظہور نہیں آئیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بھی ابھی وقت نہیں آیا۔ اس لئے یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

نواں اعتراض: آسمان پر جانا کوئی فضیلت کی بات تھی۔ تو کیوں سب نبیوں نے خواہش ظاہر نہیں کی۔ کہ اٹھائے جائیں اور کیوں نہ اٹھائے گئے۔ حالانکہ ستائے گئے۔

جواب: یہ اعتراض بھی ناواقفیت دین کے باعث کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے کرشمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدرت اپنی مرضی سے ظاہر فرماتا ہے اور جیسا موقعہ ہوتا ہے عجوبہ نمائی کرتا ہے۔ اگر سب نبیوں کو آسمان پر لے جاتا تو پھر خدا تعالیٰ کا عجز ثابت ہوتا۔ کہ زمین پر وہ اپنے خاص بندوں کی حفاظت نہیں کرسکتا۔ اور نہ زمین پر اس کی حکومت ہے۔ کیونکہ جس کو پناہ دیتا ہے آسمان پر ہی لے جاتا ہے اس لیے سب انبیاء علیہم السلام کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر نہیں اٹھایا اور اپنی قدرت اور حیرت اور ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر﴾ ثابت کرنے کے واسطے اکثر انبیاء علیہ السلام کی حفاظت زمین پر فرمائی۔ جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت زمین پر فرمائی جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاص کرشمہ قدرت سے ایک مچھلی کے پیٹ میں ایک کو کفار کے ہاتھ میں ہی ان کی مجوزہ تجویز آتش کو ہی حکم کر دیا کہ سرد ہو جا اور وہ سرد ہو گئی۔ ہاں اسباب کو ظاہر کرنے کے واسطے کہ آسمانوں پر بھی واحد خدا کی حکومت ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت آسمانوں پر لے جا کر کی۔ تاکہ دہریہ اور الا مذہب یہ استدلال نہ کرسکیں کہ آسمانوں کا خدا الگ ہے۔ جو زمین کی مخلوقات کو آسمان پر جانے نہیں دیتا۔ فضیلت و غیر فضیلت کا سوال غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا رتبہ اور منزلت جو زمین پر ہے وہی آسمان پر ہے۔ کوئی نبی اگر آسمان پر بحکم رب العالمین چلا جائے۔ تو دوسرے نبی پر جو زمین پر مامور ہے۔ تو اس کو کوئی زیادہ فضیلت نہیں۔ اس لئے دوسرے نبیوں نے آسمان پر جانے کی خواہش نہ کی۔

دسواں اعتراض: کیا امت محمد ﷺ کی اصلاح بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دوبارہ نزول فرمائیں اور اس میں امت محمدی کی ہتک ہے کہ اس میں کوئی لائق اصلاح امت نہیں۔

جواب: یہ اعتراض بھی کم علمی کے سبب سے ہے۔ یہ کسی حدیث میں نہیں لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی کی اصلاح کے واسطے تشریف لائیں گے۔ سب حدیثوں میں یہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

لکھا ہے کہ صلیب کو توڑے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور دجال کو مارے گا۔ یہ کسی حدیث میں نہیں آیا کہ امت محمدی کی اصلاح کرے گا۔ کوئی حدیث بکسر الصلیب سے خالی نہیں۔ طوالت کے خوف سے سب حدیثیں نقل نہیں ہو سکتی ہیں، صرف ایک بخاری کی حدیث نقل کی جاتی ہے، **وهوا هذا: "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبل احد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها ثم يقول أبوهريرة فاقرئوا ان شئتم: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾** (الآية). (متفق عليه)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے قسم ہے اس خدا کی کہ بقا جان میری کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تحقیق تم میں اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے درحال یکہ حاکم عادل ہوں گے۔ پس توڑیں گے صلیب کو یعنی باطل کر دیں گے دین نصرانیہ کو اور قتل کریں گے سؤر کو یعنی حرام کریں گے اس کے پالنے اور کھانے کو اور بہت ہوگا مال۔ یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ اگر شک و تردد رکھتے ہو تو پڑھو اگر چاہو (قرآن کی آیت) ''نہیں کوئی اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ مگر کہ ایمان لائے گا عیسیٰ پر پہلے مرنے ان کے کہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے''۔ (روایت کیا بخاری و مسلم نے)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرض منصبی بعد نزول کسر صلیب و ہدایت یہود ہوگا۔ نہ کہ اصلاح امت محمدی پس اس میں امت محمدی کی کوئی ہتک نہیں بلکہ فخر ہے کہ ایک اولو العزم پیغمبر حضرت رحمۃ العالمین خاتم النبیین کی امت میں شامل ہو کر امامت کا فرض ادا کرتا ہے۔ اور اس حدیث نے قرآن مجید کی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَهلِ الْكِتَابِ اِلَّالَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ کی تفسیر بھی بیان کر دی۔ جو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی تفسیر ہے جو سب تفسیروں سے افضل واکمل ہے۔ کیونکہ جیسا مفسر اعلیٰ قدر ہوگا ویسے ہی اس کی تفسیر بھی معتبر ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے آگے کسی دوسرے خود غرض مدعی کی تفسیر کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ مسلمہ اصول اجماع امت محمدی کا ہے۔ کہ جو تفسیر رسول خدا ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا ہے فرمائیں وہ تفسیر سب سے اعلیٰ ہوگی۔ پس خاتم النبیین محمد مصطفےٰ ﷺ نے پہلے قرآن سے اور پھر اپنی حدیث میں جب فرمادیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اصلاح یہود ونصارا کے واسطے ہوگا۔ تو پھر یہ اعتراض بالکل غلط ہوا کہ امت محمدی میں کوئی لائق نہیں کہ امت کی اصلاح کرے۔ اور اس میں امت کی ہتک ہے۔

اس قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی نے جو کہ اس آیت کی تفسیر ہے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے تمام اعتراضات اور تاویلات غلط ہیں۔ اور ذیل کے امور قرآن اور حدیث یعنی خدا اور خدا کے فرمودہ سے ثابت ہیں۔

اول: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصالتاً نزول جو کہ فرع ہے۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام کی۔

دوم: حیات عیسیٰ علیہ السلام بھی ثابت ہوئی اور **قبل موته** کا ضمیر بھی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم کی طرف راجع فرمایا۔ تو اب کسی کا حق نہیں کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی تردید کرے۔ اور اپنا الو سیدھا کرے۔ اس میں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ کہ رسول خدا کی مخالفت کی جائے۔

سوم: **حکما وعدلا** سے مرزا صاحب کی تمام تاویلات ودعاوی باطل ہوگئے۔ کیونکہ مرزا صاحب انگریزوں کی رعیت تھے نہ کہ حاکم عادل تھے۔

چهارم: یہ کہ اس کہ ڈیوٹی کسر صلیب ہے اور کسر صلیب بہ حیثیت حاکم عادل ہونے کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو سکتی ہے۔ نہ کے محکوم ہونے کی حالت میں۔

پنجم: **یضع الجزیته** اس کی بچی علامت ہے۔ یعنی ایسا حاکم ہوگا کہ اس کے وقت میں جزیہ نہ رہے گا۔ بلکہ وہ خود مال لوگوں کو دے گا۔ مگر مرزا صاحب ایسے مسیح موعود ہیں کہ لوگوں سے مال بٹورتے تھے۔ پس سچے مسیح موعود ہی حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ جن کا رفع بجسد عنصری ہوا۔ اور نزول بھی اصالتاً بجسد عنصری ہوگا۔ جھوٹے مسیح اور مہدی تو بہت ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی ہے کہ بہت جھوٹے مسیح اور نبی ہوں گے۔ اور امتی بھی ہوں گے۔ **کلھم یزعم انه نبی اللّٰہ** حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ چونکہ ممکن نہ تھا کہ دو اولوالعزم پیغمبروں کی پیشگوئی جھوٹی ہوتی۔ اس لئے پہلے زمانوں میں بھی جھوٹے مدعی گزرے اور اس زمانہ میں بھی مرزا صاحب اور آئندہ بھی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہوتے رہیں گے۔ سچا مسیح موعود تو وہی ہے۔ جو کہ قیامت کی علامات سے ایک علامت ہے۔ اور اس کے نزول کے بعد قیامت آ جائے گی۔ مگر مرزا صاحب کے بعد بھی قیامت نہیں آئی۔ جیسا کہ پہلے کذابوں کے بعد قیامت نہ آئی تھی۔ اور وہ جھوٹے ثابت ہوئے مرزا صاحب بھی ہرگز ہرگز اپنے دعویٰ مسیح موعود ہونے میں سچے نہیں۔ اور کسی مسلمان کا ایمان اجازت نہیں دیتا کہ صحیح طور پر جو امور پہلے قرآن شریف سے پھر حدیث نبوی، پھر صوفیہ کرام اور اجماع امت سے ثابت ہوں، ان سے صرف ایک شخص جو کہ خود ہی مدعی ہے اس کے کہنے سے انکار کر کے قیامت کا عذاب اپنے ذمہ لے۔ اور حسرت دنیا والآخرۃ کا مصداق بنے۔ اخیر میں ہم مجدد صاحب سرہندی و دیگر صوفیہ کرام مجدددین کا عقیدہ دوبارہ نزول عیسٰی علیہ السلام لکھتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو کہ مرزا صاحب بالکل اجماع امت کے برخلاف کہتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ اس کو ہرگز نہ ماننا چاہیے۔ (دیکھو صفحہ ۶ مکتوب ۱۷، دفتر سوم مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) **ترجمہ:** اردو اصل عبارت یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری شریعت کی متابعت کریں گے......(الخ) (دیکھو صفحہ ۲۲۰ مکتوب ۵۵، دفتر دوم، مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) **ترجمہ:** اصل عبارت قیامت کی علامتیں جن کی نسبت مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے، سب حق ہیں۔ان میں سے کسی قسم کا خلاف نہیں۔ یعنی آفتاب عادت کے برخلاف مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا۔حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر ہوں گے۔ دابۃ الارض نکلے گا۔ اور دھواں آسمان سے ظاہر ہوگا......(الخ)۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا مذہب بھی کہا جاتا ہے تا کہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب تمام امت کے برخلاف گئے ہیں۔ یہ اس واسطے لکھا جاتا ہے کہ مرزائی یہ نہ کہہ دیں کہ کسی صاحب کشف والہام کی سند پیش ہونی چاہیے۔ کیونکہ مرزا صاحب کو کشف والہام سے معلوم ہوا کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہے۔اور وہ غلام احمد قادیانی ہے۔

اب یہ مسلمہ اصول اہل اسلام ہے کہ جب دو ولیوں کا کشف والہام متفق ہو تو حجت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ نصوص شرعیہ کے برخلاف نہ ہو۔ ایک مجدد کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ان کا بھی مذہب تھا کہ امام مہدی علیہ الرحمۃ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو الگ الگ شخص ہیں اب شیخ اکبر کا مذہب بھی سن لو۔اور خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے دل سے فتوے طلب کرو۔ کہ کون حق پر ہے: مجدد الف ثانی اور شیخ اکبر یا مرزا صاحب؟ شیخ اکبر ''فتوحات'' کے باب ۳۷ میں فرماتے ہیں کہ: ''بڑی وراثت ختم ولایت ہے۔ پس مطلق ولایت کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو اخیر زمانہ میں نزول فرمائیں گے اور ولایت مطلقہ کے خاتم ہوں گے۔ اور ولایت مقیدہ محمدیہ کے خاتم ایک شخص ملک مغرب سے ہوں گے۔ اور خاندان اور ملک دونوں میں اشرف ہوں گے۔یعنی امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ سید ہوں گے۔ نہ کہ مغل چنگیز خاں کی اولاد''۔''فتوحات'' کے باب ۹۳ میں لکھتے ہیں کہ: ''امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سوا عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو۔ کیونکہ جب عیسیٰ فرود ہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

گے۔یعنی آسمان سے اتریں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کریں گے......(الخ)۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''فتح البیان، جلد۲،صفحہ۳۴۴'' پر فرماتے ہیں۔**قد تواترت الاحادیث ینزل عیسیٰ جسما وردت بذلک الاحادیث المتواتر** یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسما اتریں گے۔جیسا کہ متواتر حدیثوں میں آیا ہے۔ رفع جسمانی ثابت ہوا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی لکھا جاتا ہے۔کیونکہ مرزائی مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں۔حالانکہ امام ابوحنیفہ کے برخلاف مذہب رکھتے ہیں۔کہ حضرت عیسیٰ مر گئے۔بروزی رنگ میں نزول کریں گے۔حالانکہ امام صاحب کا بھی یہ مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نزول فرمائینگے۔

چنانچہ ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں: ''**خروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامت علیٰ ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن**''۔یعنی امام ابوحنیفہ صاحب ''فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں کہ نکلنا دجال کا اور یاجوج وماجوج اور چڑھنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور دوسری تمام علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں حق ہیں ظاہر۔اب انصاف کرو کہ یہ دھوکہ نہیں کہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں حالانکہ عقیدہ برخلاف رکھتے ہیں۔بلکہ حنفیوں کے ساتھ نہ نمازیں پڑھتے ہیں اور نہ جنازے میں شامل ہوتے ہیں پھر یہ حنفی کس طرح ہوئے۔

شیخ الاسلام الحرانی فرماتے ہیں: ''**وصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت فی امرالمسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانه صعد الی السماء**'' یعنی انسان کا آسمان پر ساتھ اس بدن کے جانا ہوسکتا ہے۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بارے میں ثابت ہوا ہے۔ کہ وہ چڑھا آسمان پر۔

شیخ الاسلام حضرت احمد نفراوی المالکی نے ''فواکہ دوانی'' میں لکھا ہے کہ علامات قیامت میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے اصالتاً۔

علامہ زرقانی مالکی نے شرح ''مواہب قسطلانی'' میں بڑی بسط سے لکھا ہے: **فاذا نزل سیدنا عیسٰی علیہ السلام فانه یحکم بشریعة نبینا ﷺ**۔ یعنی جب سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ تو ہمارے نبی کی شریعت پر حکم کریں گے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کہ امام مالک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے قائل اور بروزی ظہور کے تسلیم کرنے والے تھے۔ اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہوتا تو یہ مالکی علماء اپنے امام کے برخلاف نہ جاتے اور اصالتاً نزول کے قائل نہ ہوتے۔ اس بات پر اجماع امت ہے اور ہر ایک مذہب والے نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ہماری شریعت یعنی شرع محمدی پر حکم کریں گے اس سے صاف ثابت ہے کہ آنے والا صاحب شریعت ہوگا۔ اس کی اپنی شریعت بھی ہوگی۔ اور مرزا صاحب امتی تھے کوئی شریعت نہیں ساتھ لائے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مسیح ہرگز نہیں ہو سکتے اور یہ بھی صاف ثابت ہے کہ اصالتاً نزول ہوگا۔ کیونکہ اگر کسی امتی کا بروزی رنگ میں ظہور ہونا ہوتا۔ تو یہ قید ہرگز نہ لگائی جاتی کہ وہ شریعت محمدی پر حکم کرے گا۔ اور اپنی شریعت سے حکم ہرگز نہ کرے گا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو مسلمانوں کا امام کہے گا۔ کہ آپ آگے ہو کر امامت کریں۔ تو وہ کہے گا کہ نہیں میں اس واسطے امامت نہیں کراتا۔ تا کہ میری امت کو شک نہ ہو کہ میں اپنی شریعت عیسوی پر حکم کروں گا۔ اور شریعت محمدی کو منسوخ کروں گا۔ اس حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ نبی عیسیٰ نبی ناصری اصالتاً نزول فرمائیں گے۔ جن کا رفع بجسد عنصری ہوا اور جو صاحب شریعت تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

گیارھواں اعتراض: حضرت عیسیٰ اصالتاً نزول فرمائیں گے تو مہر نبوت ٹوٹتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی ہتک ہے کہ نبوت سے معزول ہو کر امتی بنائے جائیں۔

جواب: اول تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دے دیا ہے کہ نزول عیسیٰ خاتم النبیین کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی مبعوث ہو چکے تھے۔

دیکھو ''مجمع البحار، صفحہ ۸۵'' پر ان کا قول درج ہے: **قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبی بعده**۔ یعنی ''اے لوگو! یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔ مگر یہ مت کہو کہ دنیا میں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا''۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واسطے فرمایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کے نزول سے بھی منکر نہ ہو جائیں۔ حضرت عائشہ کا بھی یہی مذہب تھا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ تمام صحابہ کرام و تابعین کا مذہب تھا۔ اسی کتاب ''مجمع البحار'' کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے کہ **فيبعث الله عيسىٰ ای ينزل من السماء وحاكما بشرعنا**۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے آسمان سے اور حکم کریں گے ہماری شریعت پر۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول خاتم النبیین کے برخلاف نہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے مبعوث ہو چکے تھے۔ دوسری بات یہ ہے ایک اور حدیث بھی اس کی تفسیر کرتی ہے: **عن عائشه قالت قلت يا رسول الله انى ارى اعيش بعدك فتاذن ادفن الى جنبك فقال وانى لى بذالك الموضع ما فيه الا موضع قبرى وقبر ابوبكر وعمر وعيسىٰ بن مريم**۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی رسول اللہ ﷺ سے کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں۔ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میرے پاس تو ابوبکر و عمر اور عیسیٰ بیٹے مریم کے سوا اور جگہ نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسری حدیث: اسی کی تفسیر کرتی ہے: **عن عبداللہ بن عمرو قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم أنا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین أبی بکر وعمر** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا)

ترجمہ: روایت ہے عبداللہ بیٹے عمر سے راضی ہو اللہ دونوں باپ بیٹا سے۔ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے۔ اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے۔ اور پیدا کی جائے گی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین میں پینتالیس برس پھر مریں گے عیسیٰ اور دفن کئے جائیں گے میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے۔ اٹھوں گا میں اور عیسیٰ بیٹا مریم کا ایک مقبرہ سے ابوبکر وعمر کے درمیان سے روایت کی یہ حدیث ابن جوزی نے "کتاب الوفا" میں اس حدیث نے ذیل کے امور کا فیصلہ کر دیا ہے اور اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی قبول کیا ہے۔ (دیکھو حاشیہ معہ حجیہ صفحہ ۳، نزول مسیح مصنفہ مرزا صاحب) اگر یہ لوگ سمجھتے کہ **یدفن معی فی قبری** کے کیا معنی ہیں۔ تو شوخیاں نہ کرتے۔ پس اس حدیث سے کوئی مرزائی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کا مرشد تسلیم کر چکا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلا امر: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے جیسا کہ **الی الارض** کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں۔

دوسرا امر: یہ کہ ۴۵ برس زمین پر بعد نزول رہیں گے۔

تیسرا امر: یہ کہ بیوی کرے گا۔ کیونکہ جب اس کا صعود ہوا تھا۔ تو تب تک بیوی نہ کی ہوئی تھی۔

چوتھا امر: یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسد عنصری اٹھائے گئے اور اصالتاً بجسد عنصری نزول فرمائیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

پانچواں امر: یہ کہ بعد فوت ہونے کے مدینہ منورہ میں مقبرہ رسول اللہ میں مدفون ہوں گے۔اس سے حیات مسیح بھی ثابت ہوئی۔

چھٹا امر: یہ کہ مرزا صاحب جو تاویل کرتے ہیں کہ میں روحانی طور پر محمد ﷺ کے وجود مبارک میں دفن ہوا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ بین ابو بکر و عمر کے الفاظ حدیث کے مرزا صاحب کی تاویل کا بطلان کر رہے ہیں۔ کیونکہ ابو بکر و عمر حقیقی طور پر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوئے نہ کہ روحانی اور مجازی طور پر۔ اور جو خالی جگہ ہے اس میں بھی حقیقی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول وفوت ہونے کے دفن ہوں گے۔ مرزا صاحب کے اس من گھڑت تاویل کی تردید حضرت عائشہ کی درخواست بھی ظاہر کرتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی حقیقی وجسمانی طور پر مدفون ہونے کی درخواست کی تھی نہ کہ روحانی مجازی طور پر۔ جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر بواسطہ محبت روحانی طور پر دفن ہونا مقصود ہوتا تو یہ امر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل تھا۔ جو کہ رسول اللہ سے ان کو اور رسول اللہ کو ان سے کمال محبت تھی۔ جو کہ مرزا صاحب میں ہرگز متصور نہیں۔

دوم: اگر کمال محبت سے کوئی شخص محبوب ہو سکتا۔ اور ظلی اور بروزی نبی کہلا سکتا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی و رسول کہلاتے۔ اور روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ کے بدن میں دفن ہو کر عین محمد رسول اللہ ﷺ ہو کر مدعی نبوت ہوتے۔ مگر وہ تو مدعی نبوت کو کافر جانتے تھے پس یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

کسی مترجم نے یہ معنی نہیں کئے کہ "جب تو نے مجھ کو مارا یا وفات دی"۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کئے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے معنی "کہ تو نے مجھے وفات دی" غلط ہیں۔ جب تک کوئی سند سلف صالحین سے نہیں تب تک ایک خود غرض کے معنی کبھی درست نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ میں نے **توفی** کے معنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے میں غلطی کی ہے۔ جب ایک شخص غلطی کرنے والا ہے۔ تو اب کیا ثبوت ہے کہ جو پہلے غلطی کر چکا ہے اب صحیح معنی کرتا ہے اور اب غلطی نہیں کرتا۔ مرزا صاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔ ''اس جگہ یاد رہے کہ میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں''۔ (دیکھو ایام صلح ص ۱۴۱، مصنفہ مرزا صاحب)۔ مرزا صاحب غلطی کرنے والے ثابت ہوئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اب جو معنی کرتے ہیں یہ بھی غلط ہیں۔ بدرجہ اول یہ وجہ کے معنی توفی کے پورا پورا لینے کے اجماع امت کے موافق ہیں۔ دوسرا یہ کہ ''براہین احمدیہ'' (بقول مرزا صاحب) خدا کی کلام اور الہامی کتاب ہے۔ جب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' الہام ربانی سے لکھی گئی ہے تو پھر خدا تعالیٰ علام الغیوب تو غلطی نہیں کرتا۔ بعد ازاں جب مرزا صاحب کو مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو الٹے اور غلط معنی کرنے لگے۔ پس توفیتنی کے معنی رفعتنی درست نہیں جو تفسیر اور حدیث کے مطابق ہیں اب تفسیروں سے مختصر طور پر توفی کے معنی لکھے جاتے ہیں:

۱..... تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے: **التوفی اخذ الشیٔ وافیا انه الموت نوع منه فان اصله قبض الشیٔ بتمامه۔**

۲..... تفسیر ابوالسعود میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شیٔ وافیا والموت نوع منه۔**

۳..... تفسیر کبیر میں لکھا ہے: **التوفی اخذ شیٔ وافیاً والموت نوع منه ایضاً التوفی جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء۔** یعنی توفی کے معنی میں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور موت بھی ایک قسم کا توفی ہے۔ اور اسی تفسیر میں لکھا ہے۔ اور بعض ان میں سے آسمان پر چڑھنے والے وجود پر بولے جاتے ہیں۔

۴..... تفسیر ابوسعود میں ہے: توفی کا اصل قبض شئے ہے پوری طرح سے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں: **اصله اخذ قبض شئی بتمامه۔**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۵.....تفسیر قسطلانی میں لکھا ہے: التوفی اخذ شئی وافیا والموت نوع منه۔ یعنی توفی کے اصلی معنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہے اور موت بھی اقسام توفی کے معنوں میں سے ایک قسم ہے۔

۶.....تفسیر حسینی میں لکھا ہے: پس آن هنگام که مرافرگرفتی۔ یعنی رفع کردی۔ بآسمان یایمیرا بندی۔

۷.....تفسیر صافی میں لکھا ہے: التوفی اخذ شئی وافیاً والموت نوع منه۔

۸.....تفسیر بحرمواج میں لکھا ہے: پس آنگاه که مرامتوفی گردانیدی وبجهانے دیگررسانیدی هم تونگهبان بودی درکاروبارایشان۔ یعنی جب تو نے مجھ کو اپنے قبضے میں کرلیا اور دوسرے جہاں میں پہنچادیا تو پھر تو ان کے کاروبار کو دیکھنے والا تھا۔

۹.....تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے: التوفیا اخذ شی وافیا۔ یعنی توفی کے معنی کسی شئے کا پورا لینا ہے۔

۱۰.....تفسیر خازن: فلما توفیتنی یعنی فلما رفعتنی الی السماء. فالمراد به وفات الرفع لا الموت۔ یعنی جب تو نے آسمان کی طرف مجھے اٹھالیا۔ پس مراد اس اٹھانے سے وفات ہے نہ کہ موت۔

۱۱.....مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فلما توفیتنی کے یہ معنی کئے ہیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنی طرف پھیر لیا اور میں آسمان پر گیا پھر مجھ کو خبر نہیں کہ انہوں نے میرے بعد کیا کیا۔

(دیکھو صفحہ ۱۲۹، تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان، مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب)

۱۲.....تفسیر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی: فلما توفیتنی۔ یعنی جب تو نے مجھ کو محجوب کیا۔ (دیکھو فص الحکم فص عیسوی)

۱۳.....خود مرزا صاحب: (دیکھو براہین احمدیہ و ایام صلح مصنفہ مرزا صاحب) جس میں خود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

انہوں نے پورا لینے کے معنی اسی آیت کے کئے ہیں۔

متذکرہ بالا تراجم اور تفاسیر سے معلوم ہوا کہ **توفی** کے معنی حقیقی طور پر تو قبض شے کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا لے لینا۔ اور چونکہ موت کے وقت روح کو اللہ تعالیٰ کامل اور پورے طور پر اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ یعنی لے لیتا ہے اس واسطے **توفی** کی قسموں میں سے ایک قسم غیر حقیقی ومجازی موت بھی ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مرزا صاحب یہ آیت ناحق پیش کر رہے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے اور کون کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ قیامت تک نہ مرینگے۔ مسلمان تو بالاجماع پکار پکار کر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ۴۵ برس زمین پر رہ کر اور اسلام پھیلا کر فوت ہوں گے اور مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں درمیان حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کے مدفون ہوں گے۔ تنازعہ تو صرف وفات قبل از نزول میں ہے جس کے ثابت کرنے سے مرزا صاحب اور ان کے سب مرید عاجز ہیں۔ یہ کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی فوت نہ ہوں گے۔ مسلمان تو حضرت مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے: **عن عبد اللّٰہ ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر.** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء)۔ **ترجمہ:** روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی ان کے لئے اولاد اور ٹھہریں گے زمین پر پینتالیس برس، پھر مریں گے اور دفن کئے جائیں گے نزدیک میرے مقبرہ میرے میں۔ پس اٹھوں میں اور عیسیٰ ایک مقبرہ میں درمیاں ابوبکر اور عمر کے۔ (مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ ص ۳۸۶، جلد ۴)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

سارا تنازعہ تو اس وفات میں ہے جو قبل نزول ہے۔ جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری جس کے آنے کی خبر حدیثوں میں ہے وہ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہو چکا ہے۔ وہ اب نہیں آ سکتا میں اس کی جگہ آیا ہوں جو کہ بالکل غلط اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ چھ سو برس بعد حضرت عیسیٰ سے مبعوث ہوئے۔ اگر حضرت عیسیٰ مر گئے ہوتے تو ان کو ضرور خبر ہوتی۔ جب حضرت رسالت مآب ﷺ کو خبر نہ ہوتی تو امتی بن کر غلام احمد مرزا کو کس طرح خبر ہو سکتی ہے؟

مگر مرزا صاحب اس وفات قبل نزول مسیح کو تمام عمر کی کوشش میں ثابت نہ کر سکے اس آیت **فلما توفیتنی** سے وفات قبل از نزول ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ دیکھو قرآن مجید میں اسی سورہ کے اسی رکوع کی ابتداء میں جس سے یہ رکوع شروع ہوتا ہے، لکھا ہے: ﴿ **یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ** ﴾ ترجمہ: ''اور اس دن کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تم کو اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا''۔ اسی طرح سارا رکوع احوال قیامت کے دن کا ہے۔ جس طرح اور نبیوں سے پوچھا جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ ﴿ **ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ﴾ (سورۃ مائدہ، آیت ۱۱۶)۔ یعنی ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا مان لو''۔ اس کے جواب میں حضرت عیسیٰ عرض کریں گے۔ کہ اے پروردگار جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان کا نگران رہا۔ ﴿ **فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ** ﴾ پھر جب تو نے مجھے پھیر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی۔ ﴿ **قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ** ﴾ ''کہے گا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ یہ وہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ ان کا“۔

اب روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوں گے ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود دو جگہ فرمایا۔اول ﴿ **یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ** ﴾ اور دوسری جگہ ﴿ **یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ** ﴾ پس اس صورت میں اگر **توفیتنی** کے معنی مرزا صاحب موت کے بھی کریں یا ہم مرزا صاحب کی خاطر موت کے معنی مان بھی لیں تب بھی مرزا صاحب کا دعویٰ وفات مسیح قبل از نزول یوم ولادت سے ۱۲۰ برس کی عمر پا کر مرنا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ قیامت کے سوال و جواب میں حضرت عیسیٰ کا عرض کرنا بارگاہ رب العالمین کہ جب تو نے مجھ کو وفات دی تو تو ہی ان کا نگران حال تھا وفات قبل از نزول کی ہرگز ہرگز دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بعد از نزول مریں گے۔

اس موقعہ پر مرزائی ایک حدیث بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں کہ چند اصحاب کو قیامت کے دن دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور میں کہوں گا کہ میرے اصحاب ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ انہوں نے تیرے بعد دین کو بدل دیا تھا اس واسطے یہ دوزخی ہیں۔تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کہوں گا۔ **کما قال عبد الصالح** یعنی ”جس طرح عیسیٰ اپنی غیر حاضری کا عذر کریں گے میں بھی اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کروں گا۔اور کہوں گا کہ یہ تیرے بندے ہیں چاہے عذاب کر اور چاہے تو معاف کر“۔اس حدیث سے استدلال یہ کرتے ہیں **فلما توفیتنی** رسول اللہ ﷺ بھی فرمائیں گے۔تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور محمد رسول اللہ علیہ السلام کی موت ایک ہی قسم کی ہے۔

مگر ان نادانوں کو اول تو واضح رہے کہ **کما** کا لفظ حدیث میں ہے جو کہ حرف تشبیہ ہے اور یہ ضروری نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مماثلت تامہ ہو۔ اگر کسی کو شیر سے تشبیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دی جائے تو ضرور نہیں کہ اس کی دم اور پنجے بھی شیر کی مانند ہوں۔صرف وجہ شبہ میں اشتراک ہوتا ہے۔ پس اس جگہ وجہ شبہ غیر حاضری ہے اور غیر حاضری کی حالت میں جن لوگوں سے غیر حاضر رہا۔ان کے چال چلن سے بے خبری ہے۔اس **کما** کے لفظ تشبیہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ اول تو محمد رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور کفار پر غالب آخر کامیابی کی حالت میں عرب میں اپنی حکومت قائم کر کے فتحیاب اور ﴿ **اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ** ﴾ کی سند حاصل کر کے اس دار فانی سے تشریف لے گئے اس کے مقابل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزا صاحب مغلوب ہو کر دشمنوں سے طمانچے اور کوڑے کھا کر اور صلیب کے زخموں سے زخمی ہو کر نہایت محرومی اور ناکامیابی سے صلیب کے عذاب برداشت کر کے چوری چوری بھاگے اور بزعم مرزا صاحب کشمیر میں جا دم اور پھر یہودیوں سے ایسے خوف زدہ رہے کہ اپنا فرض رسالت ادا نہ کیا اور خاموشی سے یہودیوں سے ڈر کر زندگی کے دن پورے کر کے فوت ہوئے۔اور یہودیوں سے ایسے ڈرے کہ اپنی قبر بھی غیر کے نام سے مشہور کی۔یعنی یوز آسف کے نام سے۔

اب بتاؤ کہ کوئی عقل مند تسلیم کر سکتا ہے کہ محمد ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کی موت ایک ہی قسم کی تھی۔ ہرگز نہیں۔اس جگہ تشبیہ صرف غیر حاضر میں ہے۔یعنی محمد رسول اللہ ﷺ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی غیر حاضری کا عذر پیش کریں گے۔اور بس۔اسی واسطے مخبر صادق محمد الرسول اللہ ﷺ نے **ماقال** نہیں فرمایا۔کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ایک غلام احمد قادیانی میری امت میں مدعی نبوت ہوگا۔اور چونکہ میں نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔اس واسطے مسیح موعود ہو کر کاذب نبی یعنی امتی نبی بھی ہوگا۔اور وہ اس حدیث سے تمسک کر کے اپنے دعویٰ نبوت و مسیحیت جس کی بنا وفات مسیح پر رکھے گا۔اس واسطے آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے **ماقال** نہیں فرمایا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ خداوند کریم سے جواب عرض کریں گے۔ وہی جواب میں عرض کروں گا۔ پس یہ نادانی کا خیال ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہی جواب دیں گے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیں گے۔ کیونکہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جب سوال حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ نہ ہوگا۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا۔ تو جواب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوسکتا ہے۔ جب کہ امت حضرت محمد ﷺ آپ کو یا آپ کی والدہ کو امت عیسوی کی مانند خدا نہیں بناتے تو پھر خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ سوال محمد الرسول ﷺ سے نہ ہوگا کہ **"ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ"** یعنی "اے محمد ﷺ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ خدائے واحد کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو دو خدا مانو"۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ خدا کے فضل وکرم سے امت محمدی نہ تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا بیٹا کہتی ہے۔ اور نہ آپ کی والدہ ماجدہ کو معبود یقین کرتی ہے۔ پس خدا تعالیٰ علام الغیوب کا محمد سے یہ ہرگز سوال نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا جب سوال یہ نہ ہوگا تو محمد رسول ﷺ کا جواب بھی ہرگز یہ نہ ہوگا کہ میں نے لوگوں کو نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو معبود مانو۔

اگر کچھ تعلق اس حدیث کا **فلما توفیتنی** سے ہے تو صرف یہی ہے کہ جیسا حضرت عیسیٰ اپنی بریت ظاہر کریں گے اسی طرح میں بھی اپنی امت کے مشرکوں کی بدعنوانیوں اور باطل عقائد جو وہ احداث کریں گے۔ میں بھی ان سے بریت چاہوں گا۔ نہ حضرت عیسیٰ والا سوال ہوگا۔ اور نہ حضرت عیسیٰ والا جواب اور یہ **توفیتنی** کا لفظ اسی واسطے قرین معجزین بیان میں آیا ہے اس کے جو چاہو معنی کرو سب درست ہیں۔ اگر موت کے معنی کرو تو موت بعد نزول مراد ہے۔ اور اگر **رفعتنی** کرو تو **رفع الی السماء** قبل از نزول مراد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ اگر قبض شئے وافیاً کے معنی کرو حضرت عیسیٰ کو تمام حالتیں ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ کی معلوم ہوتی ہیں۔یعنی اپنی امت سے جب غیر حاضر ہوا نزول سے پہلے اور طبعی موت سے فوت ہوا اور مدینہ میں مدفون ہوا نزول کے بعد۔ دونوں حالتوں میں بہ سبب مقبوض الی اللہ ہونے کے اپنی امت سے غیر حاضر ہوا۔ اگر قرآن میں توفیتنی کے عوض کوئی اور لفظ ہوتا جس کے خاص موت کے ہی معنی ہوتے جیسا کہ یموتنی یعنی موت دی مجھ کو۔ تو یہ لطف نہ ہوتا۔ مگر مرزا صاحب کو اپنی غرض کچھ کرنے نہیں دیتی ان کے نزدیک اسلام ہے تو وفات مسیح۔ غرض تمام عمر وفات مسیح ثابت کرتے مر گئے۔ اور وہ نہ ہوئی۔ صرف اس واسطے کہ خود غرضی پر مبنی تھی کہ مسیح مرے تو میں مسیح موعود بنوں۔

جب ہم مانتے ہیں کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اور وہ ۴۵ برس زندہ رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور ان کی چوتھی قبر ہوگی۔ درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے تو پھر کس قدر کج بحثی ہے کہ ناحق اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تو قیامت کا ذکر ہے۔ لواخیر ہم مرزا صاحب کا ہی اقرار پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے خود اقبال کر لیا ہے کہ یہ سوال جواب بعد حشر قیامت کے دن ہوگا۔ لو اب مرزا صاحب کے حافظہ کی داد دو۔ اور اب بھی وقت ہے تو بہ کر لو۔ کہ مرزا صاحب کو وحی حضرت خداوند علام الغیوب کی طرف سے نہ ہوتی تھی۔ اگر خدا کی طرف سے ہوتی تو تضاد نہ ہوتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معیار بتا دی ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ یعنی اگر یہ کلام کسی غیر کی ہوتی تو اس میں اختلاف ہوتا۔ پس یہ نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ جس کلام میں تضاد ہو وہ کبھی خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب کی ذیل کی عبارت دیکھو۔ جس میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اقرار کرتے ہیں کہ قیامت کو سوال جواب ہوں گے۔

اس جگہ اگر کوئی توفی کے معنی مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا جانا تجویز کیا جائے تو یہ معنی تو بدیہی البطلان ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ "یہ سوال حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا"۔ پس اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہیں مریں گے۔ کیونکہ قیامت کے بعد موت نہیں اور ایسا خیال بالبداہت باطل ہے۔

علاوہ اس کے قیامت کے دن یہ جواب ان کا کہ "اس روز سے کہ میں مع جسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے بعد میری امت کا کیا حال ہوا۔ یہ اس عقیدہ کی رو سے صریح دروغ بے فروغ ٹھہرتا ہے۔ جب کہ یہ تجویز کیا جائے کہ وہ قیامت سے پہلے دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے۔ کیونکہ جو شخص دوبارہ دنیا میں آئے اور اپنی امت کی مشرکانہ حالت کو دیکھ لے بلکہ ان سے لڑائیاں کرے۔ اور ان کی صلیب توڑے اور ان کے خنزیر کو قتل کرے وہ کیوں کر قیامت کے روز کہہ سکتا ہے کہ مجھے اپنی امت کی کچھ بھی خبر نہیں"۔ (حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

مرزا صاحب کا یہ اعتراض بالکل لغو ہے کہ عیسیٰ بغیر موت قیامت کو پیش ہوں گے۔ جب کہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ بعد نزول فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ "تو چه دلاور است دزدے که بکف چراغ دارد" کا مصداق ہے۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو اس جگہ سخت دھوکے دئے ہیں اور بالکل جھوٹی باتیں اپنی طرف سے بطور افترا مسلمانوں پر لگا کر خود ہی اپنی مرضی کے مطابق سوال بنا لیتے ہیں اور خود ہی جواب دیتے ہیں جو کہ ذیل کے دلائل سے غلط ہیں۔

ا......**سوال**: لازم آتا ہے کہ وہ موت سے پہلے اس رفع جسمانی کی حالت میں ہی خدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعالیٰ کے سامنے پیش ہو جائیں گے اور پھر کبھی نہ مریں گے۔ الخ

جواب: یہ دروغ بے فروغ ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ پیش ہوں گے تو وہ اسی جسد عنصری سے ہوں گے جس کے ساتھ ان کا رفع ہوا تھا۔ کیونکہ جب محمد الرسول اللہ ﷺ خود فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بعد از نزول فوت ہوں گے اور ۴۵ برس تک زمین پر زندہ رہ کر دنیا پر اسلام پھیلا کر عقائد باطلہ کو محو کر کے فوت ہوں گے۔ اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ تو پھر کس قدر مرزا صاحب کی دلیری ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی حدیث کے بر خلاف اپنے طبعزاد اعتراض کی بنیاد پر رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ انکا رفع الی السماء ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ بات اپنی طرف سے بنا لینے میں خشیۃ اللہ کے برخلاف نہیں سمجھتے یہ کہاں لکھا ہے اور کس مسلمان نے ۱۳ سو برس کے عرصہ میں یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم عنصری سے پیش ہوں گے جس سے رفع ہوا تھا اور نہ پھر کبھی مریں گے۔ ایسا سفید جھوٹ تو کوئی ایمان دار نہیں بول سکتا۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ اگر **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کئے جائیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ کا کبھی بھی فوت نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کر کے مرزا صاحب کو اور ان کے مریدوں کو بتاتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی غلط فہمی ہے کہ وہ **رفعتنی** کو محل اعتراض سمجھتے ہیں۔ اب سنو اور خوب غور سے سنو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی امت سے الگ ہوئے تو تقاضائے بشریت ان کا لاعلم ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ خاصہ خدا تعالیٰ ہی کا ہے کہ حاضر و غائب ہو کر یکساں حالت میں نگران حال رہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو ان کو ساکنان زمین کا حال کیا معلوم ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کا یہ فرمانا کہ جب میں اٹھایا گیا تو پھر میں ساکنان زمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور اپنی امت کا گواہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جواب بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر میں چلا جائے تو اس کو اس شہر کی جس سے چلا جائے کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک ہی شہر میں جب ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں کوئی انتقال کرے تو اس کو پہلے محلہ کی خبر نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ ایک شخص زمین سے آسمان پر اٹھایا جائے اور پھر یہ امید ہو کہ وہ تمام زمین کے حالات آسمان سے معلوم کر سکتا ہے۔ بالکل سزا اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کا ہی خاصہ ہے کہ دور و نزدیک یکساں دیکھ سکے۔ پس مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اس جگہ **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کئے جائیں تو حضرت عیسیٰ کی کبھی موت ثابت نہیں ہوتی غلط ہے۔ کیونکہ رفع کے بعد نزول کے بعد موت اور موت کے بعد قیامت۔ اور یہ سوال جب قیامت کو ہوگا۔ تو ظاہر ہے کہ بعد وفات عیسیٰ علیہ السلام اور تمام ساکنان زمین و آسمان وغیرہ سے بروز قیامت ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ**﴾ یعنی ”کل چیزیں جو زمین پر ہیں وہ فنا ہو جائیں گی صرف ذات باری تعالیٰ صاحب جلال و اکرام باقی رہے گی“۔ پس یہ اعتراض مرزا صاحب کا بالکل غلط ہے کہ **رفعتنی** کے معنی سے عیسیٰ کی زندگی جاوید ثابت ہوگی۔

۲..... مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں تو یہ دروغ بے فروغ ہوگا۔ کیونکہ بعد از نزول وہ امت کے حالات سے خبردار ہوں گے اور ان کے ساتھ لڑائیاں وغیرہ کریں گے۔ اور صلیب توڑیں گے۔ اور خنزیر وغیرہ قتل کریں گے تو ان کو اپنی امت کی خبر ہوگی۔ اور جب خبر ہوگی تو پھر قیامت کے روز کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اپنی امت کی خبر نہیں۔ یہ اعتراض بھی مرزا صاحب کا بہتان وافترا ہے۔ مرزا صاحب ایسے محو مطلب پرستی تھے اس جگہ بھی مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ السلام پر افترا باندھا ہے کہ وہ کہے گیں کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں۔ اور جھوٹ کہے گیں کیونکہ ان کو بعد نزول خبر ہوگی۔ حالانکہ نہ تو یہ سوال خدا کا ہوگا کہ تو اپنی امت کا حال جانتا ہے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب ہوگا کہ میں اپنی امت کے حال سے بے خبر ہوں۔ یہ مرزا صاحب کا بہتان ہے۔ جو خود ایجاد کر لیا ہے۔ لہٰذا ہم ناظرین کی توجہ اصل الفاظ قرآن مجید کی طرف منعطف کرتے ہیں اور مختصر طور پر نیچے سوال از طرف خداوند کریم و جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام لکھتے ہیں۔ تا کہ مرزا صاحب کا اپنا دروغ بے فروغ ثابت ہو۔

سوال خداتعالیٰ: ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: کیا تو نے لوگوں کو کہا کہ (واحد) اللہ کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا بنا لو

جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام: ﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ترجمہ: ''تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا پس وہی میں نے ان لوگوں کو سنایا تھا کہ اللہ جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اور تو سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کرے تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ بیشک تو ہی سب پر غالب اور حکمت والا ہے''۔

اب کوئی بتائے کہ کہاں سوال ہے کہ اے عیسیٰ تم کو اپنی امت کی خبر ہے اور کہاں حضرت عیسیٰ کا جواب ہے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ جس پر مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دروغ بے فروغ کا فتویٰ جڑ دیا۔ افسوس دعویٰ نبوت کا اور عمل یہ کہ خود جھوٹ لکھ دیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حالانکہ سب آسمانی کتابوں نے اصول مقرر کر دیا ہے کہ جھوٹا شخص کبھی نبی نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا صاحب کی خصوصیت ہے کہ کوئی بات سچ نہیں اور اس پر دعویٰ یہ کہ مسیح موعود و نبی و رسول ہوں اور جو کچھ لکھتا ہوں وحی والہام سے لکھتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھے۔

اب ہم نمبر وار جواب کے ہر ایک فقرہ کو الگ الگ لکھتے ہیں تا کہ مرزا صاحب کی ایمانداری معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے واسطے جھوٹ لکھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے تھے۔ اور افسوس ان کے مریدوں پر کہ وہ ہرگز غور نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کہاں سے لکھتے ہیں اور یہ ان کا لکھنا سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ سب رطب و یابس وحی الٰہی تسلیم کر کے **آمنا و صدقنا** کہتے ہیں۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جواب ہمیشہ سوال کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا سوال یہ ہے کہ اے عیسیٰ تو نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بناؤ۔ تو حضرت عیسیٰ کا جواب یہی ہوسکتا تھا کہ میں نے نہیں کہا۔ سو یہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دینگے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ یہ مرزا صاحب کا افترا ہے کہ حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جواب ان کا دروغ بے فروغ ہوگا۔ ہم حضرت عیسیٰ کے جواب کے فقرے الگ الگ لکھ کر ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے پاس سے افترا باندھا ہے کہ حضرت عیسیٰ جھوٹ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ حالانکہ بعد نزول آپ کو خبر ہوگی۔

پہلا فقرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کا یہ ہے: ''تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا بس وہی میں نے ان لوگوں کو سنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو تمہارا اور میرا رب ہے''

ناظرین! اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے مرزا صاحب بتا سکیں کہ عیسیٰ علیہ السلام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں اور یہ جھوٹ ہوگا۔

دوسرا فقرہ یہ ہے: ''جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا''۔ یعنی ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ ''جب تک ان میں رہا''۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی رفع کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ ورنہ صاف کہتے کہ جب تک میں ان میں زندہ رہا۔ مگر چونکہ یہ نہیں کہا صرف ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ کہا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میرے ان میں رہنے کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ قبل از رفع، اور دوسرا ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ کا بعد از نزول کا ہے۔ اب انصاف سے بولو کہ حضرت عیسیٰ کا کون سا دروغ بے فروغ جواب ہوگا۔ وہ تو کہتے ہیں اور بجا اور سچ کہتے ہیں کہ میں جب تک ان میں رہا تب تک نگراں حال تھا۔ کیا جھوٹ ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ کی نفی کی حالت میں بھی نگراں حال امت تھے؟ یا امت سے غیر حاضری کی حالت میں بھی نگراں حال تھے؟ ہرگز نہیں تو یہ پھر جھوٹ کیوں کر ہوگا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا ہی افترا ہے۔ اگر روح کا رفع ہوتا اور عیسیٰ مرجاتے تو فرماتے۔ جب تک میں ان میں زندہ رہا نگراں حال رہا۔ اور جب تو نے مجھ کو مار کر میرے روح کو اٹھالیا تو تو ہی نگران تھا۔ مگر ﴿مَا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ فرمایا۔ یعنی جب تک میں ان میں رہا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ کے رہنے کی دو جگہیں تھیں ایک تو عیسائیوں اور یہودیوں میں رہنے کی جگہ اور دوسری ایسی جگہ کہ جہاں یہود ونصاریٰ موجود نہ تھے اور نہ اس جگہ سے حضرت عیسیٰ ان کے نگراں حال تھے۔ اور وہ **رفع الی السماء** کا زمانہ ہے جس کی تصدیق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔

تیسرا فقرہ یہ ہے: ''جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا''۔ اس فقرہ سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ عرض کریں گے حضرت عیسیٰ کہ میں عالم الغیب نہیں۔ مجھ کو غیب کا علم نہیں۔ جب میں ان میں نہ تھا اور مجھ کو تو نے اپنی طرف اٹھالیا تو پھر میں ان پر گواہ کس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح ہوسکتا ہوں۔ یہ تو خاص تیری ہی صفت ہے کہ تجھے ہر وقت ہر جگہ کا علم رہتا ہے۔ میرا ہرگز یہ مرتبہ نہیں کہ میں ان سے الگ بھی رہوں اور ان کے حال کا نگران بھی رہوں۔ میں تو تب تک ہی گواہ تھا۔ جب تک ان میں تھا۔ اب بتاؤ اس جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کیا جھوٹ ہوگا واقعی جب وہ ان میں جس عرصہ تک نہیں رہے۔ اس عرصہ کی گواہی وہ کس طرح دے سکتے ہیں۔

اس جگہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ کہ بعد نزول ان کو خبر ہوگی۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ ان کو خبر ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ کا کہاں سوال ہے۔ کہ تم کو خبر ہے کہ تیری امت نے شرک وگناہ کئے۔ اور حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ بلکہ حضرت عیسیٰ کا جواب تو ظاہر کر رہا ہے کہ میری امت نے میری غیر حاضری میں مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بنایا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ ﴿مَا دُمْتُ فِیْهِمْ﴾ "جب تک میں ان میں رہا" بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت کے برخلاف ان پر حجت قائم کر رہے ہیں اور درگاہ خداوندی میں اقرار کے رنگ میں فرما رہے ہیں کہ میری امت نے قصور تو ضرور کیا ہے مگر تو ان کو بخش دے تو، تیری مخلوق ہے اور تو ان کا خالق ہے۔ چونکہ معافی مجرم کے واسطے مانگی جاتی ہے اور یہ ایک گونہ اقرار جرم ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ اپنی شنید کی بنا پر جو ان کو بعد نزول حاصل ہوگی، یہ کہیں گے کہ میری امت بیشک میری غیر حاضری میں مشرک ہوئی۔ لیکن تو اگر ان کو بخش دے تو تیری مخلوق ہے۔ تو یہ حضرت عیسیٰ کا دروغ بے فروغ کیسے ہوا؟ غرض یہ بالکل اور من گھڑت سوال ہے اور جواب بھی مرزا صاحب نے مسلمانوں کا دھوکا دینے کے واسطے اپنے پاس سے بنالیا ہے۔ قرآن کے تو کسی لفظ سے یہ نہیں نکلتا کہ خدا تعالیٰ یہ سوال کرے گا کہ اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی ہوئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ وہاں سوال تو یہ ہے کہ ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَاُمِّیَ اِلٰـهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ المائدۃ، آیت ۱۱۶) یعنی ''اے عیسیٰ کیا تو نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود بناؤ اللہ کو چھوڑ کر''۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ خدا کا سوال یہ ہوگا کہ اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی۔ جس کے جواب میں حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں۔ اور یہ جھوٹ ہوگا۔ جب سوال یہ ہے کہ تو نے کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بناؤ تو جواب بھی یہی ہوگا کہ میں نے نہیں کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ بناؤ۔ پس جب یہی جواب عیسیٰ دیں گے تو پھر مرزا صاحب نے قرآن میں تحریف کر کے اپنی طرف سے یہ سوال خدا تعالیٰ کی طرف سے بنالیا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اگر کہیں گے کہ مجھ کو خبر نہیں تو دروغ بے فروغ ہوگا۔ جب تک کوئی مرزائی قرآن سے یہ نہ بتا دے کہ خدا کا سوال یہ ہوگا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تیری امت بگڑی۔ تب تک مرزا صاحب افتراپردازی کے الزام میں بری نہیں ہو سکتے۔ اب مرزا صاحب کے مریدوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن مجید کی وہ آیات دکھادیں جس میں اللہ کا یہ سوال ہو کہ ''اے عیسیٰ تجھ کو خبر ہے کہ تیری امت بگڑی''۔ اور حضرت عیسیٰ جواب دیں گے کہ مجھ کو اپنی امت کی خبر نہیں حالانکہ ان کو خبر ہوگی۔ کیونکہ بعد نزول وہ اپنی امت بگڑی ہوئی دیکھیں گے۔ اور سنیں گے۔ سارا دارومدار اسی بات پر ہے۔ اگر سوال یہ ہو کہ اے عیسیٰ تیری امت بگڑی اور حضرت عیسیٰ جواب دیں کہ مجھ کو خبر نہیں۔ تب تو اعتراض درست ہوگا۔ اور اگر سوال یہ نہیں تو پھر مرزا صاحب کا بہتان وافترا حضرت عیسیٰ پر اور خدا پر ثابت ہے۔

جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوں گے اور اس حدیث کو بھی تسلیم کرتے ہیں جس میں مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر چاہئے **توفیتنی** کے معنی **رفعتنی** کریں تب بھی درست ہیں۔ اور چاہے مرزا صاحب کی خاطر ہم برخلاف اجماع امت موت کے معنی بھی کرلیں تب بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مرزا صاحب وفات عیسیٰ علیہ السلام قبل از نزول و بعد از صلیب ثابت کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ وفات جس کا ذکر قیامت کے دن ہوگا۔ بعد نزول حضرت عیسیٰ واقعہ ہو چکی ہوگی۔ متنازعہ تو صرف قبل از نزول وفات کا ہے جو ان کی مایہ ناز دلیل (اس آیت) سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس اس آیت سے بھی استدلال مرزا صاحب کا وفات مسیح پر غلط ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ **قال** ماضی کا صیغہ ہے اور **اذ** جو خاص ماضی کے واسطے آتا ہے اس کے اول موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قصہ نزول آیت کے وقت ایک ماضی کا قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ پھر جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے یعنی ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي**﴾ وہ بھی صیغہ ماضی ہے...... (الخ)۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۲)

اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس اپنے ایجاد بندہ خیال گندہ کا خود ہی رد اگرچہ "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۳۱ میں کر چکے ہیں۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے۔ "کیونکہ قرآن شریف کی انہی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن سوال ہوگا"۔ اب بتاؤ مرزا صاحب نے پہلے بھی الہام ربانی سے لکھا تھا۔ کہ **قال** ماضی ہے اور اس آیت کے نزول سے پہلے کا قصہ ہے اور یہ سوال جواب ہو چکے ہیں۔ اور اب "حقیقۃ الوحی" میں جو کہ مرزا صاحب کے الہام ربانی سے لکھی گئی ہے اس میں لکھا ہے کہ "قیامت کو سوال جواب ہوں گے"۔ اب پہلے تو کوئی یہ بتا دے کہ کون سا الہام مرزا صاحب کا درست ہے۔ آیا "ازالہ اوہام" والا جس میں ماضی کا قصہ لکھا ہے یا "حقیقۃ الوحی" والا جس میں استقبال لکھا ہے۔ اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام نہ ہوتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو ان میں تضاد ہرگز نہ ہوتا۔

دوم: مرزا صاحب کو دعویٰ تو قرآن دانی کا بڑا ہے اور حال یہ ہے کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن مجید میں جب اذ ماضی پر آتا ہے تو استقبال کے معنی بھی دیتا ہے۔ دیکھو تو ﴿اِذْ فَزِعُوْا﴾ اور ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا﴾ میں ماضی پر اذ آیا ہے مگر احوال قیامت کا ذکر جو کہ آنے والا ہے پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا یہ خیال غلط ہے کہ ہمیشہ ماضی پر جب اذ آئے تو زمانہ گذشتہ کا ذکر خاص ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی آیات محولہ بالا سے ثابت ہے کہ اذ ماضی پر آیا ہے اور وہ استقبال کے واسطے آیا۔

سوم: سنت اللہ یہ ہے کہ زمان مستقبل کے جن امور کا ہونا یقین اور ضروری ہے ان کو بصیغہ ماضی بیان کیا جایا کرتا ہے۔ جس شخص کو نظم قرآنی سے کچھ بھی مس ہے وہ تو اس سنت اللہ سے انکار نہیں کر سکتا۔ قیامت کا ذکر ہے جس کو جا بجا بصیغہ ماضی بیان کیا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح واقعات گذشتہ کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اسی طرح احوال قیامت میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ لہٰذا قرآن کریم میں جہاں قیامت کا ذکر ہے وہاں ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ دیکھو سورۂ زلزال ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا﴾ میں سب ماضی کے صیغے ہیں جو کہ واقعات سب قیامت کو ہونے والے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى﴾ سوال اور ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ جواب بروز قیامت ہونے والے ہیں نہ بقول مرزا صاحب زمانہ ماضی میں ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ رکوع ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ سے شروع ہوتا ہے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا۔ اور رسول بروز قیامت ہی جمع ہوں گے تب حضرت عیسیٰ سے وہ سوال ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ﴾ جواب دیں گے۔

اور پھر اسی صورت کے آخر میں ہے ﴿قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ دن صادقوں کے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قیامت کا ذکر ہے، اور سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کے دن ہوگا۔ اور ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ جواب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن دیں گے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے۔ پس یہ آیت ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي ﴾ وفات عیسیٰ قبل از نزول پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ جواب وسوال ابھی تک نہیں ہوئے۔ قیامت کو ہوں گے پس وفات مسیح بھی ابھی تک وارد نہیں ہوئی جب موت کا مسیح پر وارد ہونا اس آیت کے کسی لفظ سے ثابت نہیں تو پھر اس آیت سے وفات کا وارد ہو جانا مسیح پر ہرگز ثابت نہیں اور استدلال غلط ہے۔

جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال ہی نہ ہوگا۔ کہ ﴿ أَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ ﴾ تو پھر ان کا وہی حضرت عیسیٰ والا جواب کس طرح ہو سکتا ہے۔

دوم: حدیث میں **کماقال** لکھا ہے نہ کہ **ماقال**۔ اگر **ماقال** ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی وہی جواب دینگے جو حضرت عیسیٰ دیں گے مگر جب سوال ایک جنس کا نہیں تو پھر جواب بھی ایک جنس کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوم: **کما** حرف تشبیہ ہے اور مشبہ ومشبہ میں وجہ شبہ ادنیٰ اشتراک میں ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ عینیت۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں گے کہ چاہے تو عذاب کر اور چاہے تو رحم و بخشش کر یہ تیرے بندے ہیں۔ کیونکہ امت محمدی میں افراد صرف بدعتی ہوں گے نہ کہ مشرک۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی مشرک ہوں گے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الگ سوال ہوگا۔ اور ان کا جواب بھی سوال کے مطابق الگ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی چونکہ صرف بدعتی ہوں گے لہذا آپ کا جواب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے الگ ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

چہارم: حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے ''فصوص الحکم'' میں لکھا ہے کہ ایک رات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عشاء سے صبح تک بار بار یہی پڑھتے رہے اور سجدے کرتے رہے کہ ﴿**اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ**﴾ پس محمد رسول اللہ ﷺ کا جواب بعینہٖ انہی الفاظ میں نہ ہوگا جن الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔ اور نہ **توفی** کے لفظ سے جو رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کی نسبت استعمال فرمائیں گے اس کے وہ معنی ہوں گے جو **توفی** کا لفظ حضرت عیسیٰ اپنی نسبت استعمال کریں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح باپ کے صلب سے پیدا ہوئے اور انہی کی طرح فوت ہوئے۔ اس لیے یہ **تَوَفَّيْتَنِي** ان کی ذات کی نسبت وفات کا حکم رکھتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ بخلاف دیگر انبیاء علیہم السلام بغیر باپ کنواری لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور ان کا پیدا ہونا بطور معجزہ تھا۔ اس لیے ان کا رفع بھی بخلاف قانون قدرت بطور معجزہ ہوا۔ تو ان کے حق میں بھی وہی لفظ **تَوَفَّيْتَنِي** موت کے معنوں میں ہرگز نہیں آسکتا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات نسبت کے معنی دیتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ کا زمانہ ﴿**مَا دُمْتُ فِيْهِمْ**﴾ دو دفعہ ہے۔ ایک قبل از نزول دوسرا بعد نزول۔ اس لیے حضرت عیسیٰ کے حق میں **تَوَفَّيْتَنِي** کے معنی **رفعتنی** ہی درست ہوں گے۔ کیونکہ رفع قبض روح سے بھی ہوتا ہے اور جسد عنصری سے بھی۔ اگر جسم کو بیکار چھوڑ دیا جائے تو **قبض شئی وافیا** جو **توفی** کے حقیقی معنی ہیں صادق نہیں آتے۔

پس اس حدیث میں مماثلت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جواب میں یہی ہے کہ جس طرح غیر حاضری کی حالت میں اپنی امت کے شاہد حضرت عیسیٰ نہ تھے اور انہوں نے اپنی غیر حاضری کا عذر کیا تھا۔ اسی طرح میں بھی غیر حاضری کا عذر کروں گا۔ یہ ہرگز وجہ مماثلت نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ ﷺ کی وفات ایک ہی قسم کی تھی۔ کیونکہ **تَوَفَّیْتَنِی** کے معنی نینداور غشی کے بھی ہیں۔اور حضرت عیسیٰ پر بقول مرزا صاحب غشی مشابہ مرگ وارد ہوئی جو کہ **توفی** تھا۔اور دوسرا **توفی** بقول مرزا صاحب ۸۷ برس کے بعد کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وارد ہوئی۔ تو اب مرزا صاحب کے اقوال سے صاف ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے **توفی** میں فرق ہے یعنی حضرت عیسیٰ کا توفی دو دفعہ ہوا۔ایک صلیب پر اور بقول مرزا صاحب دوسرا کشمیر میں۔اور محمد رسول اللہ ﷺ کا **توفی** صرف ایک ہی دفعہ مدینہ منورہ میں ہوا۔تو مرزا صاحب کے اپنے ہی اقرار کے مطابق ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی**﴾ کہنا اور معنوں میں ہوگا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿**تَوَفَّیْتَنِی**﴾ فرمانا دوسرے معنوں میں ہوگا۔یعنی محمد ﷺ کے **توفی** میں مجازی موت وغشی و نیند یا صلیب کے عذابوں سے بیہوش ہونا شامل نہیں اور حضرت عیسیٰ کے **توفی** میں نیند وغشی و بیہوشی کا زمانہ بھی شامل ہے۔یہ ذرا دقیق نکتہ ہے۔غور سے سوچو کہ لفظ تو ایک ہی ہے مگر ایک شخص پر وہی لفظ صرف ایک معنی میں بولا جاتا ہے۔مثلاً امیر یا خلیفہ جس کا ملک اور بادشاہت دنیاوی ہو اس کو امیر وخلیفہ کہتے ہیں۔مگر ایک شخص جو پیشوا ہو اس کو بھی امیر قوم کہتے ہیں۔اب ''امیر'' کا لفظ مشترک المعنی ہے۔ہر جگہ بادشاہت کے معنوں میں ہی محدود نہ ہوگا۔جس جگہ امیر کا لفظ بولا جائے گا۔وہاں دیکھنا ہوگا کہ وہ کس قسم کا امیر ہے۔آیا چند شخصوں کی بیعت لے کر امیر بن بیٹھا ہے یا واقعی حکومت اور بادشاہت سے امیر کہلاتا ہے۔ جیسے حالات ہوں گے ویسے ہی لفظ ''امیر'' کے معنی ہوں گے پس ہی ﴿**تَوَفَّیْتَنِی**﴾ کے معنی بھی دونوں پیغمبروں کے حالات کے مطابق ہوں گے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی امت آپ کو اور آپ کی والدہ مکرمہ کو معبود اور خدا نہیں کہتی نہ خدا کا ان پر یہ سوال ہوگا۔پس محمد رسول اللہ کا اپنے حق میں **توفیتنی** فرمانا ان معنوں میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہرگز نہ ہوگا۔ جن معنوں میں حضرت عیسیٰ کا درگاہ خداوندی میں عرض کرنا ہوگا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبارہ نزول نہ ہوگا۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ کا دوبارہ نزول ہوگا اس لیے سوال بھی مغائر اور جواب بھی مغائر ہوں گے۔ جب جواب مغائر ہوں گے تو ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ بھی معنوں میں مغائر ہوگا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿**تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ فرمانا صرف موت کے معنوں میں ہوگا۔ اور حضرت عیسیٰ کا ﴿**تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ فرمانا رفع اور نزول اور پھر موت کے معنوں میں ہوگا۔ یعنی ﴿**مَا دُمْتُ فِیْهِمْ**﴾ بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی امت میں دو دفعہ رہے اور پھر ان کو ﴿**تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ کہنے کا موقعہ ملا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا ﴿**مَا دُمْتُ فِیْهِمْ**﴾ کا چونکہ زمانہ حضرت عیسیٰ کے مشابہ نہیں۔ اس لیے ان کا ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ کہنا حضرت عیسیٰ کے کہنے کے ہرگز مشابہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے بھی مرزا صاحب وفات مسیح قبل از نزول ثابت نہ کر سکے۔

نعوذباللّٰه: اگر یہ مان لیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا توفی اور عیسیٰ کا توفی ایک ہی قسم کا ہے تو اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی سخت ہتک ہے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد کوڑے پٹوانے اور طمانچے کھانے کے ذلت کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے۔ اور لمبے لمبے کیل ان کے اعضاء میں ٹھونکے گئے جس سے اس قدر خون جاری ہوا کہ حضرت عیسیٰ بیہوش اور ایسی غشی کی حالت میں ہوگئے کہ وہ فوت ہوگئے۔ اور پھر تیسرے دن زندہ ہوکر آسمان پر چلے گئے جس پر اناجیل اربعہ کا اتفاق ہے۔ یہ **توفی** تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوا۔ اس کے مقابل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا **توفی** نہایت کامیابی کے ساتھ شہنشاہ عرب کا لقب پا کر طبعی موت سے **توفی** ہوا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا **توفی** ہرگز ہرگز ایک قسم کا نہ تھا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہے اور استدلال غلط ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قولہ۔چوتھی آیت: جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ اور ہم اسی رسالہ میں اس کی تفسیر بیان کر چکے ہیں۔

اقول: مرزا صاحب کا قاعدہ تھا کہ جس آیت کو وہ اپنے مطلب کے مخالف دیکھتے اور ان کو کھٹکا ہوتا کہ یہ آیت صاف حیات مسیح ثابت کر رہی ہے تو وہ فوراً اسی آیت کو وفات مسیح کے ثبوت میں بتا دیتے تھے۔ انہی باتوں نے تو ان کی راستبازی کو بٹہ لگایا ہے کیونکہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے کہ اپنے مدعا ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بول کر دھوکہ دے۔ اور تمام دنیائے اسلام کے علماء و فضلاء اور مفسرین و مجتہدین کو جھٹلا دے۔ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ یہ آیت بہ عبارت النص مسیح علیہ السلام کی حیات ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ یعنی ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے پہلے ایمان لائیں گے''۔ تو مرزا صاحب نے تفسیروں کے اختلاف سے الٹا مدعا سمجھ کر ﴿مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر پر بحث شروع کر دی کہ **موتہ** کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی بلکہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ یا قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔ اور ایک غریب قرأت بھی **قَبْلَ مَوْتِهِمْ** نقل کی مگر افسوس اصل مدعا مفسرین جو اس اختلاف سے تھا وہ نہ بتایا اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔

مفسرین کا اختلاف صرف اس واسطے تھا کہ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ جو آیا ہے کہ تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائیں گے تو وہ ایمان عیسائیت کا ہوگا۔ اس واسطے ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہے لکھی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر اور ﴿قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر قرآن اور اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ اور مرزا صاحب نے اس اختلاف سے الٹا نتیجہ نکالا کہ ''حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے'' جسے کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

باحواس انسان ہرگز باور نہیں کر سکتا۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس امر میں تنازعہ اور اختلاف ہوتا ہے وہ امر انہیں متعلقین میں سے کسی کے حق میں فیصلہ پاتا ہے نہ کہ فریقین کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر ایک اجنبی شخص اپنی مطلب براری کے لئے الفاظ کے من گھڑت معانی تراش کر اس امر متنازعہ فیہ کا خود مدعی ہو کر سچا بھی ہو سکتا ہے۔

مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف تو صرف ایمان میں ہے کہ کس بات پر ایمان لائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد۔ اس واسطے بعض نے خیال کیا کہ عیسیٰ پر ایمان لائے تو مسلمان نہ ہوئے اس واسطے انہوں نے ﴿ بہ ﴾ کی ضمیر قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع بتائی اور ﴿ مَوْتِہٖ ﴾ کی ضمیر خواہ واحد کی ہو خواہ جمع کی اہل کتاب کی طرف پھیری مرزا صاحب نے نہ معلوم اس سے وفات عیسیٰ علیہ السلام کیسے نکال لی۔

اول:۔ تو جب عبارت میں مرجع ضمیر کا مذکور ہو پھر کسی کا حق نہیں رہتا کہ کوئی دوسرا مرجع جو عبارت میں مذکور نہ ہو مقرر کرے۔ جیسا کہ ان تمام آیات میں ہے:

﴿قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰـكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾

(پ ۶، ع ۲)

ان آیات کے ترجمہ میں بجائے ضمیروں کے اصل مرجع کا نام لکھا جاتا ہے تا کہ آسانی سے معلوم ہو جائے کہ ﴿ مَوْتِہٖ ﴾ کی ضمیر کس کی طرف درست ہے۔

ترجمہ: قول ان (یہود) کا کہ جس نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ علیہ السلام بیٹے مریم کو جو اللہ کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسول تھا حالانکہ نہ یہود نے مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ مسیح علیہ السلام کو سولی دیا۔لیکن یہود کے لئے شبہ کیا گیا (مسیح کی شکل دوسرے شخص دے بدل دی گئی) اور یہودی جو اختلاف کرتے ہیں۔اس میں (یعنی مسیح عیسیٰ کے قتل کے بارے میں) وہ پڑے ہوئے ہیں شک میں اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنے ظن کی۔حالانکہ مسیح عیسیٰ یقیناً قتل نہیں ہوا۔بلکہ اٹھالیا مسیح عیسیٰ کو اللہ نے اپنی طرف اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا۔مگر ایمان لائے گا ساتھ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے مرنے عیسیٰ کے اور قیامت کے دن ہوگا مسیح علیہ السلام عیسیٰ اس پر گواہ۔

ان آیات میں ۹/نو ضمیریں واحد کی ہیں وہ سب تو حضرت عیسیٰ کی طرف پھرتی ہیں پھر یہ کیوں کر درست ہوسکتا ہے کہ پہلی سات ضمیریں تو مسیح کی طرف راجع ہوں اور پھر بعد کی نویں ضمیر بھی مسیح عیسیٰ کی طرف راجع ہو جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی ﴿ **اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ** ﴾ جب سارے ضمیر واحد کے مسیح ابن مریم رسول اللہ کی طرف راجع ہیں اور اخیر کی ضمیر ﴿ **يَكُوْنُ** ﴾ کی بھی مسیح ابن مریم رسول اللہ کی طرف راجع ہے جو کہ قیامت کے دن اہل کتاب پر گواہ ہوگا۔تو پھر کیا وجہ ہے کہ ﴿ **قَبْلَ مَوْتِهٖ** ﴾ کی ضمیر اسی مسیح عیسیٰ ان مریم رسول اللہ کی طرف نہ پھیری جائے۔جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ''ازالہ اوہام'' میں ﴿ **موته** ﴾ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کی ہے،مگر معنی الٹے کرتے ہیں۔﴿ **قبل موته** ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ **قبل ایمانه بموته**۔(ازالہ اوہام،ص ۵۸۵)

باقی رہا یہ سوال جس کی بناپر مفسرین رحمھم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ کیوں بعض مفسرین نے قرآن اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ان دو ضمیروں کو پھیرا ہے۔تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کا جواب یہ ہے کہ ان مفسرین رحمہم اللہ نے اس خیال سے ﴿بِهٖ﴾ کی ضمیر کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیرا ہے کہ بعد محمد ﷺ کے جو خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں عیسیٰ مسیح پر ایمان لانا کافی نہیں۔ جب تک آخری نبی پر ایمان نہ لایا جائے اس واسطے انہوں نے یہ ضمیر قرآن شریف یا محمد ﷺ کی طرف پھرتی لکھا ہے۔ مگر یہ دونوں ضمیریں جب محمد ﷺ نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیر دیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اصالتاً نزول حضرت عیسیٰ کا فرمانا کہ اگر تم کو شک ہو اصالتاً نزول ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام میں تو قرآن کی آیت ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ پڑھو یعنی ہر ایک اہل کتاب جو اس وقت ہوگا حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے گا۔ عیسیٰ کی موت سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ نے خود فیصلہ کر دیا اور ساتھ ہی یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول میرے دین اور شریعت کے تابع ہوگا اور شریعت محمدی پر خود عمل کرے گا اور کرائے گا تو وہ شک اعتراض جو بعض مفسرین کو ہوا تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لانا حقیقت میں محمد ﷺ پر ایمان لانا ہے۔ اگر بفرض محال مرزا صاحب کی خاطر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ ﴿بِهٖ﴾ اور ﴿مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف یا حضرت محمد ﷺ کی طرف پھرتی ہے اور ﴿مَوْتِهٖ﴾ کی ضمیر کتابیوں کی طرف پھرتی ہے۔ پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہرگز اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی۔ یہ صرف مرزا صاحب کی اپنی ایجاد تھی کہ جس آیت کو حیات مسیح پر دال جانتے تھے اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیتے اور بلا دلیل کہہ دیتے کہ اس سے مسیح کی وفات ثابت ہے۔ کوئی مرزائی بتا دے کہ اس آیت میں کون سے الفاظ ہیں جن سے وفات مسیح ثابت ہوتی ہے۔ اختلاف مفسرین تو صرف ایمان میں ہے نہ کہ حیات مسیح میں "وہ سب متفق ہیں کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری اصالتاً قرب قیامت میں نازل ہوں گے اور ان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا نزول آثار قیامت میں سے ایک اثر (علامت ہے) پس یہ آیت بھی وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ۔ پانچویں آیت: جو وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے یہ ہے: ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (پارہ ۶، رکوع ۱۴) یعنی "مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے"۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے۔ ہاں کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے جس کا کہ ﴿کَانَ﴾ کا لفظ شاہد ہے جو حال کو چھوڑ کر زمانہ گذشتہ کی خبر دیتا ہے۔ الخ۔

اقول: حق بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔ مرزا صاحب کے اگرچہ تمام رگ و ریشہ میں مسیح کی وفات سمائی ہوئی تھی۔ مگر قرآن کی آیت اور اس آیت کے الفاظ نے مجبور کر دیا کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھ مبارک سے حیات مسیح ثابت کر دیں۔ اگرچہ آپ نے اس آیت کا ترجمہ حسب عادت غلط و محرف الفاظ میں کیا ہے مگر اس تحریف کے وقت بھی آپ ایسے بے خود ہو گئے کہ کلمہ حق کو نہ روک سکے۔ دیکھو وہ لکھتے ہیں۔ "یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہو چکے ہیں"۔

مسلمانو! یہ خدا کی قدرت کا تماشہ ہے کہ مرزا صاحب نے غلط معنی بھی کئے اور کچھ عبارت تحریف کے طور پر اپنے پاس سے بھی ملا دی۔ یعنی اپنے پاس سے لکھتے ہیں کہ "اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں"۔ حالانکہ قرآن کا کوئی لفظ نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر خدا کی قدرت و جبروت دیکھئے کہ مسیح کو خود موت سے نکال دیا ہے۔ یعنی اس سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو ثابت ہوا کہ مسیح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

فوت نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ مسیح سے پہلے سب رسول فوت ہوئے لکھتے ہیں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف مستثنیٰ ہو گئے۔ یعنی اس سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے مگر وہ فوت نہیں ہوا۔

مرزا صاحب پر اس وقت ہی مثال صادق آتی ہے کہ چلے تھے شکار کرنے مگر خود ہی شکار ہو گئے۔ مرزا صاحب وفات مسیح ثابت کرتے کرتے خود حیات مسیح علیہ السلام ثابت کر گئے۔ کیونکہ رسولوں کی موت سے مسیح کو الگ کر لیا۔ گویا اس آیت تحریف کے نازل ہونے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول مرزا صاحب زندہ ثابت ہوئے۔ **والحمدللہ**

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پہ چڑھ کر بولے

آگے لکھتے ہیں کہ ''جب وہ زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے''۔ اس عبارت میں بھی مرزا صاحب نے اپنے پاس سے عبارت جوڑ دی ہے کہ جب وہ زندہ تھے۔ حالانکہ کوئی لفظ آیت میں نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ جب وہ زندہ تھے۔ ہاں ﴿**كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ**﴾ ہے۔ یعنی وہ دونوں مخلوق تھے۔ اور جس طرح دوسری مخلوق کو غذا ملتی ہے اسی طرح وہ بھی غذا کھایا کرتے تھے۔ اس آیت میں الوہیت مسیح کی تردید ہے۔ یعنی مسیح معبود خدا نہ تھا مخلوق ومحتاج غذا تھا اور ایسا ہی اس کی ماں مریم تھی۔ یہاں وفات وحیات کا کوئی ذکر نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ کیوں کر سمجھ لیا کہ ایک غذا کے بدلنے سے فوت ہونا لازم آتا ہے روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ تمام حیوان ماں کے پیٹ میں خون سے پرورش پاتے ہیں اور خون ہی ان کا طعام ہوتا ہے۔ جب ماں کے پیٹ سے باہر آتے ہیں تو صرف دودھ ان کی غذا طعام اور وجہ پرورش ہوتی ہے۔ اور جب اس سے بھی بڑے ہوتے ہیں تو اناج وگھاس ومیوہ جات ان کا طعام وغذا ہوتے ہیں۔ کیا کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ سے باہر آ کر انسان یا دیگر حیوان فوت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ﴿**كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ**﴾ نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رہتے اس لئے کہ خون کی غذا بند ہو جاتی ہے اور صرف دودھ ہی ملتا ہے۔ جب دودھ ملتا ہے تو کیا مر جاتے ہیں۔ یا دودھ کا موقوف ہونا وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ ہے کہ غذا کے بدلنے سے کوئی فوت نہیں ہوتا جب یہ امر ثابت ہے کہ غذا کے بدلنے سے موت لازم نہیں آتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غذائے زمینی سے غذائے آسمانی کیوں کر باعث وفات ہو سکتی ہے۔ اور یہ کیوں کر مرزا صاحب کو معلوم ہوا کہ آسمان پر طعام و غذا نہیں۔ حالانکہ آسمان سے ہی زمین والوں کو غذا ملتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی غذا ذکر الٰہی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کی غذا جب ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی میں اس قدر سرور و قوت ہے کہ زمین پر بھی اس کی تاثیر سے اولیاء اللہ کئی کئی مہینے کچھ کھاتے پیتے نہیں اور زندہ رہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ کا آسمانی غذا سے آسمان پر زندہ رہنا یقینی ہے وہ مخالف کو کیوں چبھتا ہے۔ کیونکہ کل غذاؤں رزقوں کا منبع آسمان ہے۔ تمام رزق اور غذائیں آسمان سے ہی نازل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ (پ۲۴ ع۲) ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ ترجمہ:۔ اور اتارتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق۔ اور آسمان میں ہے روزی تمہاری جو وعدہ دی گئی ہے۔

شائد کوئی جلد باز یہ کہہ دے کہ ایسی غذائیں آسمان پر نہیں جیسی زمین پر ہوتی ہیں تو اس کو قرآن کی آیت کے ساتھ جواب دے دیا ہے جس میں لکھا ہے ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی پرورش کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔ جس سے ثابت ہے کہ جیسا کہ رب العالمین زمین پر ہے ایسا ہی آسمانوں پر ہے۔

افسوس! ایک طرف تو خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی طرح خدا نیست کو ہست کر سکتا ہے۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، مرزا صاحب، ص ۲۵۵) مگر جب دوسرا شخص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن سے ثبوت دے کر کہے تو فلسفی دلائل سے کلام الٰہی کی تردید کی جاتی ہے حالانکہ آسمانوں کا علم حاصل نہیں۔ جب قرآن کو مانا تو جو کچھ اس کے اندر لکھا ہے اس کو بھی ماننا چاہئے اور اگر من مانی تاویل کی تو یہ بھی ایک قسم کا انکار ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے کہ لگا لگایا خوان آسمان سے بنی اسرائیل کی درخواست اور حضرت عیسیٰ کی دعا سے اترا تو پھر مومن قرآن کا انکار نہیں کرسکتا۔ دیکھو قرآن میں کس طرح مفصل ذکر ہے۔ صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔ (دیکھو سورۂ مائدہ)

کیا تمہارے پروردگار سے ہوسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتارے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ اگر تم خدا کی قدرت اور میری نبوت پر ایمان رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو۔ اور ایسی بیہودہ فرمائش نہ کرو۔ جس میں ایک طرح کا امتحان معلوم ہوتا ہے۔ وہ بولے ہم کو امتحان منظور نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ تبرک سمجھ کر اس خوان میں سے کچھ کھائیں۔ اور ہمارے دل آپ کی رسالت سے پورے پورے مطمئن ہوجائیں اور ہم تجربہ سے معلوم کرلیں کہ بیشک آپ نے ہمارے آگے سچا دعویٰ کیا تھا۔ اور ہم آپ کے اس خوان کے گواہ رہیں۔ اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی۔ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار۔ اور خوان کا اترنا ہمارے لئے۔ یعنی ہمارے اگلے پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے۔ یہ تیری طرف سے ہمارے حق میں تیری قدرت کی ایک نشانی ہو۔ اور ہم کو اپنے دستر خوان کرم سے روزی دے۔ اور تو سب روزی دینے والوں سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت خوب، بیشک ہم وہ خوان تم لوگوں پر اتاریں گے۔ مگر جو شخص پھر تم میں سے ہماری خدائی کا انکار کرتا رہے گا۔ تو ہم اس کو سخت عذاب کی سزا دیں گے کہ دنیا جہاں میں کسی کو بھی ویسی سزا نہیں دیں گے۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد)

افسوس مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے ایسی ایسی باتیں بنا لیتے ہیں کہ ادنیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

طالب العلم بھی ہنسی اڑاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ کان ماضی کا صیغہ ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ چونکہ وہ کھانا نہیں کھاتے لہٰذا فوت ہو گئے ہیں۔ یہ ایسی ہی نامعقول بات ہے جو کوئی مرزا صاحب کو ان کی زندگی میں کہتا کہ آپ دودھ پیتے تھے۔ اور وہ ماضی کا زمانہ تھا۔ اس لئے آپ فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ اب آپ کا دودھ نہ پینا آپ کی وفات کی دلیل ہے۔

اب ذرا ﴿کَانَ﴾ پر بحث بھی ضروری ہے تا کہ مرزا صاحب کا منطق معلوم ہو کہ وہ اپنے مطلب کے واسطے من گھڑت قاعدہ بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کے برخلاف ہوتا اور لطف یہ کہ پھر اس کا نام حقائق و معارف رکھتے۔ اور افسوس مرید تسلیم کرتے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ﴿کَانَ﴾ چونکہ ماضی کا صیغہ ہے۔ اور ماضی کے سوا اور، اور معنوں یعنی مضارع و حال و استقبال کے معنوں میں نہیں آتا اس لئے اس آیت سے وفات مسیح ثابت ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ دیکھو قرآن مجید کی آیات ذیل:۔

۱...... **مثال**: ﴿مَا کَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ یعنی مسلمانوں اور پیغمبر کو لازم نہیں۔ کیا مرزا صاحب اس جگہ بھی یہ معنی کریں گے کہ پیغمبر اور مسلمانوں کو لازم نہیں تھا۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر ان کا کہنا غلط ثابت ہوا کہ ﴿کَانَ﴾ صرف ماضی کے واسطے آتا ہے اور اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔

۲...... **مثال**: ﴿وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ اِذْ هَدَاهُمْ﴾ (پ۱۱ع۲) یعنی اللہ کی شان سے بعید ہے کہ یک قوم کو ہدایت دے اور پیچھے گمراہ قرار دے۔ یہاں بھی ﴿کَانَ﴾ آیا ہے مگر ماضی کے صیغہ کے معنی نہیں دیتا جس سے وفات مسیح باطل اور استدلال مرزا صاحب غلط ثابت ہے۔

۳...... **مثال**: ﴿لَوْکَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا کَافَّةً﴾ (پ۵،ع۲) یعنی مناسب نہیں کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ یہاں بھی ﴿کَانَ﴾ ماضی کا صیغہ ہے اور معنی ماضی کے نہیں حال اور استقبال کے ہیں۔ پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا بالکل غلط ہے۔ کہ ﴿کَانَ﴾ سے وفات مسیح ثابت ہے کان سے تو صرف یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ مریم دونوں مخلوق تھے۔ اور عاجز انسان تھے۔ خدا اور خدا کی جزو نہ تھے۔ دوسری مخلوق کی طرح طعام کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ خدا کھانے پینے سے پاک ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ دونوں ماں بیٹا وفات پا گئے۔ یہاں تو تردید الوہیت وثالث ثلاثہ ہے نہ کہ تردید حیات ہے۔ یہ مرزا صاحب نے کہاں سے سمجھ لیا کہ اب عیسیٰ علیہ السلام طعام نہیں کھاتے۔ اور وہ طعام کے کیا معنی سمجھتے ہیں اگر گندم کی روٹی اور گوشت وغیرہ کو ہی طعام سمجھتے ہیں تو بہت انسان اور حیوان مردہ ثابت ہوں گے۔ کیونکہ بہت انسان صرف دودھ پر گذارہ کرتے۔ اور تین تین ماہ تک چولہا گرم نہ ہوتا۔

اب ہم اس بڑے بھاری مغالطہ کی تردید کرتے ہیں جو مرزا صاحب یہ آیت پیش کر کے مسلمانوں کو دیتے ہیں۔

مرزا صاحب: ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی مر چکے ہیں۔ حالانکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہرگز نہیں۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی گذرنے کے ہیں اور گذرنا زندوں اور مردوں دونوں کے واسطے بولا جاتا ہے۔ اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کے گروہ میں جو گذر چکے ہیں۔ چار نبی زندہ بھی ہیں۔ یہی قرآن مجید کے اعلیٰ درجہ کے فصاحت ہے کہ اس نے ایسے موقعہ پر ایسا لفظ استعمال فرمایا جو کہ مردہ اور زندہ سب نبیوں اور رسولوں پر حاوی ہو۔ کیونکہ چار نبی زندہ ہیں جو گذر گئے ہیں۔ دو/۲ آسمان پر اور دو/۲ زمین پر۔ حضرت خضر والیاس زمین پر اور حضرت مسیح اور ادریس آسمان پر۔ جیسا کہ شیخ اکبر" حضرت محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں لکھا ہے۔ اور مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۳۸ میں لکھا کہ کہا بغوی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے معالم التنزیل میں چار شخص انبیاء میں سے زندہ ہیں۔ زمین پر خضر والیاس اور آسمان پر ادریس و عیسیٰ الخ۔ اسی واسطے قرآن مجید نے ﴿خلت﴾ کا لفظ فرمایا تا کہ مردہ اور زندہ رسولوں پر حاوی ہو۔ ﴿خلت﴾ کے معنی صرف موت کے ہرگز نہیں۔

ہم ذیل میں قرآن مجید کی چند آیات مشت نمونہ از خروار لکھتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ خلت زندوں کے واسطے بھی بولا جاتا ہے اور مردوں کے واسطے بھی۔

اول: ﴿وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ﴾ یعنی جب وہ اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں۔ (پ۱ع۲) یہ ﴿خلوا﴾ جو مادہ ہے ﴿خلت﴾ کا خاص زندوں کے حق میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی جب منافق لوگ مسلمانوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کی طرف جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ٹھٹھے کرتے ہیں۔ کیا یہ منافقین کا آنا جانا زندہ ہونے کی حالت میں تھا یا مردہ ہونے کی حالت میں۔ اور ﴿خلوا﴾ زندوں کے واسطے مستعمل ہوا یا مردوں کے واسطے۔ صاف ظاہر ہے کہ زندوں کے واسطے مستعمل ہوا پس ثابت ہوا کہ ﴿خلت﴾ کے معنی موت ہی نہیں زندوں کے واسطے بھی ﴿خلت﴾ بولا جاتا ہے۔

دوم: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ﴾ یعنی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں جاری ہے۔ کیا یہاں سنت اللہ فوت ہو گئی معنی کرو گے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ غلط ہوا کہ ﴿خلت﴾ کے معنی موت ہے۔

سوم: ﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ یعنی جس وقت اکیلے ہوتے ہیں تو مارے غصے کے تجھ پر اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اس جگہ بھی ﴿خلوا﴾ زندوں کے واسطے بولا گیا ہے کیونکہ مردے تو غصے سے انگلیاں نہیں کاٹتے۔

چہارم: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

النَّارِ﴾ (پ۸، رکوع۱۱)۔یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم بھی داخل ہو جائے مل کر جن اور انسانوں کی امتوں میں جو تم سے پہلے گزری تھیں آگ میں۔یعنی دوزخ میں۔

اب ظاہر ہے کہ یہاں بھی ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہیں صرف گذرنے کے ہیں علاوہ برآں قرآن مجید میں کثرت سے سنت اللہ کے ساتھ ﴿قَدْخَلَتْ﴾ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی سنت اللہ کی موت کے نہیں صرف گزرنے کے ہیں۔اور گزرنے کے واسطے موت لازم نہیں زندگی کی حالت میں گزرنا ہوتا ہے۔جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ پنجاب میں یا اور کسی ملک میں بھی دستور ہے کہ جب کبھی کوئی تبدیل ہو جائے اور نیا حاکم آئے تو بولا جاتا ہے کہ کئی حاکم آئے اور گزر گئے۔اس کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ سب حاکم فوت ہو گئے۔کیونکہ زندگی میں بھی گزرنا ہوتا ہے۔زید دہلی جاتا ہوا امرتسر،لدھیانہ، جالندھر اور انبالہ سے گزر جاتا ہے۔حالانکہ فوت نہیں ہوتا۔پس یہ بالکل غلط اور دھوکہ دہی ہے کہ ﴿قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ سے وفات مسیح ثابت ہے۔بلکہ اس سے تو حیات ثابت ہوتی ہے۔کیونکہ مسیح زمین سے گزر کر آسمان پر چلا گیا۔جیسا کہ زندہ آدمی کسی شہر امریکہ سے گزر کر انڈیا میں چلا آئے جو نیچے زمین کے ہے اور جس طرح امریکہ سے گزر کر انڈیا میں آنے کے واسطے موت لازم نہیں ہے۔اسی طرح حضرت عیسیٰ کے واسطے فوت ہونا لازم نہیں۔اور ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ حیات مسیح ثابت کر رہا ہے۔ورنہ اگر مسیح فوت ہو گیا تھا تو صاف موت کا لفظ ہوتا۔یعنی ﴿قَدْ مَاتَ﴾ ہوتا۔مگر ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ اس واسطے فرمایا ہے کہ چار نبی گزر بھی گئے اور زندہ بھی ہیں۔جو اس واسطے ایسا لفظ قرآن میں ذکر فرمایا جس سے دونوں معنی نکل سکیں۔اس لئے ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ استعمال فرمایا تاکہ جو رسول فوت ہو کر گزرے ہیں ان پر بھی صادق آئے اور جو ابھی تک نہیں مرے۔ان پر بھی صادق آئے۔پس اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔بلکہ حیات ثابت ہوتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿خَلَتْ﴾ کا لفظ فرمایا جو کہ مشترک المعنی ہے ورنہ صاف صاف ﴿قَدْ مَاتَ﴾ کا لفظ ہوتا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی مرزا صاحب کا استدلال غلط ہے۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہیں ہیں۔

یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ کا اصل مطلب کیا ہے؟

صحیح مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نصاریٰ کی تردید فرما کر بتا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک رسول تھا۔ جیسا کہ اس کے پہلے رسول ہو گزرے ہیں۔ اس جگہ صرف تردید الوہیت مسیح اور اثبات رسالت اس کی مقصود بالذات ہے نہ کہ کسی کی حیات و موت کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں جب آپ یہ آیت نکال کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ صرف رسالت مسیح کا ثابت کرنا اس سے مقصود ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے نبیوں کے ساتھ رسالت و نبوت میں مماثلت ہے۔ نہ کہ رسولوں کی پیدائش اور موت میں مماثلت ہے۔ پیدائش میں حضرت مسیح کل رسولوں سے علیحدہ ہیں یعنی بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت آدم پیدائش میں رسولوں سے مماثلت نہیں رکھتے کیونکہ بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ میں آدم سے مماثلت صرف رسالت میں ہے اور ایسا ہی دوسرے رسولوں سے رسالت میں مماثلت ہے نہ کہ مرنے اور جینے میں۔ اگر مرنے میں مماثلت ہے۔ تو پیدائش میں بھی ہونی چاہئے۔ اور یہ بالبداہت بلا خوف تردید روشن ہے کہ مسیح کو پیدائش میں کسی رسول سے مماثلت نہیں۔ کیونکہ کوئی نبی کنواری لڑکی سے بغیر مس باپ کے پیدا نہیں ہوا۔ پس اس آیت سے وفات مسیح کا استدلال غلط بلکہ اغلط ہے۔

قولہ۔ پنجم آیت: یہ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ (پ ۱۷، ع ۱)۔ در حقیقت یہی اکیلی آیت کافی طور پر مسیح کی موت پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب کوئی جسم خاکی بغیر طعام کے نہیں رہ سکتا یہی سنت اللہ ہے۔ تو پھر حضرت مسیح کیوں کر اب تک بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ اور اگر کوئی کہے کہ اصحاب کہف بھی تو بغیر طعام کے زندہ موجود ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہاں کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو مار چکی ہے۔" بے شک ہم اسبات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اصحاب کہف بھی شہداء کی طرح زندہ ہیں"......(الخ)

اقول: مرزا صاحب خود غرضی سے کچھ ایسے محو حیرت تھے کی خود ہی اصول بناتے اور جب انہی کا موضوعہ اصول ان کے خلاف مطلب ہوتا تو اس سے بھی انکار کر کے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے۔ اس مذکورہ بالا عبارت میں جب دیکھا کہ اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید میں ہے ان کے مدعا کے برخلاف ہے تو جھٹ قرآن کی تردید مسلم کی حدیث سو برس والی سے کردی۔ مگر ساتھ ہی ایک مہمل تقریر کردی کہ بے شک اصحاب کہف زندہ ہیں۔ مگر شہداء کی طرح ان کی زندگی ہے۔ سبحان اللہ امام اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ اور ایسی فاش غلطی کہ کوئی پرائمری جماعت کا طالب علم بھی نہیں کر سکتا کل دنیا جانتی ہے کہ شہید پہلے جنگ کرتے تھے۔ اور کفار کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے تھے۔ اور قبروں میں مدفون ہو جاتے تھے۔ تب ان کو شہید کہا جاتا تھا۔ مرزا صاحب نے جو صریح قرآن مجید کے برخلاف کہہ دیا کہ ان کی یعنی اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں کی سی ہے۔ کس قدر غضب کی بات ہے۔ کہاں قرآن میں یا کسی حدیث میں یا کسی تاریخ میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف کفار کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور ان کو شہیدوں کی مانند زندگی عطا ہوئی۔ اگر کوئی مرزائی یہ دکھائے تو پھر مرزا صاحب کی دروغ بافی اور کذب بیانی اظہر من الشمس ہوگی۔ ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیت لکھتے ہیں جس سے ثابت ہے۔ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک غار میں زندہ رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیکھو قرآن فرماتا ہے: ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ (الخ)۔ سے قصہ شروع ہوتا ہے اور آگے صاف لکھا ہے۔ ﴿قَالَ قَائِلٌ﴾ الآیۃ۔ یعنی ''ان میں سے ایک بولنے والا بول اٹھا'' بھلا اس غار میں تم کتنی مدت ٹھہرے ہوں گے۔ وہ بولے ہم بہت رہے ہوں گے۔ کہا کہ تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اس غار میں کتنی مدت رہے۔ اپنے میں سے ایک کو اپنا روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو تا کہ وہ جا کر دیکھے کہ کس کے ہاں اچھا کھانا ہے اور اس میں سے بقدر ضرورت کھانا تمہارے لئے لے آئے اور چپکے سے لے کر چلا آئے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے اگر تمہاری قوم کے لوگ تمہاری خبر پا جائیں گے تو ﴿يَرْجُمُوْكُمْ﴾ تم کو سنگسار کر دیں گے۔ ﴿اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ﴾ یا تم کو الٹا پھر اپنے دین میں کر لیں گے اور ایسا ہوا تو پھر تم کو کبھی فلاح نہ ہو گی۔

ان آیات سے (جن کا بخوف طوالت فقط حافظ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے) صاف ثابت ہے کہ اصحاب کہف کفار کے خوف سے غار میں پوشیدہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص قدرت سے ایسی نیند عطا کی کہ وہ کھانے پینے سے بے پرواہ ہو گئے۔ اس حالت میں نیند میں نہ ان کو بھوک لگی نہ پیاس۔ جب جاگے تو بھوک پیاس محسوس ہوئی۔ اس نص قرآنی سے ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں بھوک پیاس نہیں ہوتی۔ اس واسطے **توفی** کے معنی نیند کے درست ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں ہیں اور تا نزول اسی حالت میں رہیں گے۔

اب مرزا صاحب کی دلیری دیکھئے کہ کس طرح قرآن مجید کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ''میں کہتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی اس جہان کی زندگی نہیں۔ مسلم کی حدیث سو برس والی ان کو مار چکی''۔

اب کوئی پوچھے کہ حضرت کلام اللہ کے مقابل آپ کا کہنا کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ کا کہنا جب کسی سند شرعی سے نہیں کہ اصحاب کہف مر گئے تھے۔اور بعد موت غار میں پوشیدہ ہوئے اور اب ان کی زندگی شہیدوں والی ہے۔کوئی سند بھی ہے یا یوں ہی جو دل میں آیا لکھ مارا۔

سنو! خدا تعالی فرماتا ہے کہ اگر غار والوں کی خبر کفار کو ہو گی تو سنگسار کریں گے مرزا صاحب بتا دیں کہ شہیدوں کو بھی سنگسار کیا جاتا ہے۔مر کر تو شہید ہونا ہوتا ہے اور مرزا صاحب کی عقل اور فلسفی عقل دیکھئے کہ کہتے ہیں شہیدوں کی زندگی ہے۔

دوم: قرآن شریف فرماتا ہے ایک کو کھانا لانے کے واسطے شہر میں روانہ کرو۔کیا کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حمائت کر کے بتا سکتا ہے۔کہ شہید کھانا مول لینے کے واسطے آیا کرتے ہیں۔اور روپیہ ساتھ لاتے ہیں جیسا کہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص لایا تھا اور اس کو پھر معلوم ہوا کہ تین سو نو برس ہم غار میں سوتے رہے۔دیکھو قرآن شریف کی آیت ﴿وَلَبِثُوا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ یعنی اصحاب کہف اپنی غار میں تین سو برس رہے اور نو برس اس کے اوپر۔

اب مرزا صاحب قرآن شریف کی تردید کر کے کہتے ہیں کہ اصحاب کہف شہید تھے کوئی اس عقل مند سے پوچھے کہ شہید لوگ غار میں چھپے کیوں گئے۔وہ تو غار میں اس واسطے گئے کہ کفار کے ہاتھ سے مارے نہ جائیں اور شہید نہ کہلائیں۔تو پھر انہوں نے شہادت کس طرح سے پائی۔جب کفار کے ہاتھ میں بھی نہ آئے اور نہ قتل ہوئے تو شہید غار میں بیٹھے بیٹھے کس طرح ہوئے۔مگر یہ شہادت شائد قادیانی شہادت ہے کہ کاذب اپنے کذب کے ذریعہ سے جس طرح اپنے آپ کو شہید بلکہ اس سے بھی زیادہ بنالیتا ہے۔اسی طرح قادیانی شہادت اصحاب کہف کو بھی دیدی۔سنو! مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کربلا است سیر ہر آنم　　صد حسین رضی اللہ عنہ است درگریبانم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی ہر وقت میں کربلا جیسے صدمات اٹھا رہا ہوں اور ایک حسین رضی اللہ عنہ کیا بلکہ سو حسین رضی اللہ عنہ میرے گریبان میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قادیان کربلا ہے اور میں ایک سو حسین رضی اللہ عنہ کا مجموعہ ہوں۔ یعنی جو کچھ عذاب کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہوئے اس سے سو درجہ زیادہ مجھ کو عذاب ہوتے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ سے سو درجہ شہادت مجھ کو ہوتی ہے۔ بلکہ ہر آن کربلا کی سیر کرتا رہتا ہوں یعنی کربلا جیسے عذاب ہر وقت برداشت کرتا ہوں۔

اب کسی باحواس آدمی کو شک رہتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹ وافترا اور خلاف واقعہ بات کہہ دینے میں اول درجہ کے ڈگری یافتہ تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تین دن کے پیاسے دشت کربلا میں شہید ہوئے اور جسد مبارک تیروں سے چھد گیا تھا۔ اور سر مبارک تن اطہر سے جدا کیا گیا۔ اور کاذب مدعی کیوڑے اور خس کی ٹیٹوں میں عیش وآرام سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور عورت کے زیور سونے کے اس قدر کہ کسی امیر دنیا پرست کو نصیب نہ ہوئے ہوں۔ اور مقویات اور لذیذ غذاؤں کی وہ کثرت کہ حلق مبارک سے دوسری غذا کا اترنا ایسا ہی محال تھا جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا نزول۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کے جسم کو ان کے کذب بھرے سر سے کسی نے سبکدوش نہیں کیا یعنی کسی نے مرزا صاحب کو قتل نہیں کیا۔ تیروں کے بدلہ میں ایک سوئی کا زخم نہیں لگا۔ خود اپنی موت مرض ہیضہ سے فوت ہوا۔ مگر کذب بیانی یہ کہ سو حسین کا عذاب آپ کو ہر وقت ملتا ہے۔ خیر یہ قصہ طول بے اصل مطلب کی طرف آتا ہوں کہ اصحاب کہف نہ تو کفار کے ہاتھ آئے اور نہ شہید ہوئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی مانند اپنی قدرت نمائی سے عجیب کام کیا کہ کفار غار تک نہ پہنچ سکے اور صحیح وسلامت ۳۰۹ برس تک سوئے رہے۔ یہ بالکل فاسد اور غلط عقیدہ مرزا صاحب نے تراشا ہے کہ اصحاب کہف کی زندگی شہیدوں والی زندگی ہے۔ اور صریح قرآن شریف کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

انکار کیا ہے۔

پس قرآنی نص سے ثابت ہوا کہ جسمانی جسم بغیر طعام کے زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ شاہد ہے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے جس خدا نے اصحاب کہف کو اپنی خاص عجوبہ نمائی قدرت سے ایسی نیند سے سلایا کہ ۳۰۹ برس تک بھوک پیاس سے مستغنی رہے وہی خدا قادر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی نیند عطا کر دی ہے کہ تا نزول وہ انسانی حوائج سے بے پرواہ رہے۔ اور اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ بحالت نیند اٹھائے گئے اور تا نزول اسی حالت میں رہیں گے۔ اور **توفی** کے معنی نیند کے بھی ہیں۔ اور بھوک پیاس نیند کی حالت میں نہیں لگتی۔

اب ہم مسلم والی حدیث کی بابت بحث کرتے ہیں۔

۱...... مرزا صاحب نے خود اپنا اصول توڑا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف جس امر کو سچا معاملہ بتا کر فرما رہا ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک زندہ سوئے رہے۔

اور بعد میں ایک ان میں سے کھانا مول لینے آیا۔ مرزا صاحب قرآن کی تردید مسلم والی حدیث سے کرتے ہیں۔ جب یہ مسلمہ اصول ہے کہ اول قرآن بعدہ حدیث پھر قرآن کے مقابل حدیث پیش کرنی مرزا صاحب کی غلطی ہے۔

۲...... مسلم والی حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ اصحاب کہف مر گئے۔ یہ مانا کہ مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے جھوٹ استعمال کیا کرتے ہیں مگر ایسا جھوٹ کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ حدیث میں اگر کوئی مرزائی دکھا دے کہ اصحاب کہف مر گئے تھے تو ہم اس کو سو روپیہ انعام دیں گے۔ مرد صادق بنیں اور حدیث مسلم والی سے دکھا دیں یا اب تو کاذب مدعی کا پلہ چھوڑیں۔ کیونکہ ثابت ہے کہ وہ قدم قدم پر جھوٹ بولتا ہے۔ تو دعویٰ والہام میں کیوں کر سچا ہو سکتا ہے اور ایسا دروغ گو پیشوا ہونے کے لائق نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۳...... مسلم والی حدیث کا حوالہ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ سے پہلے ہو گزرے ہیں اور حضرت محمد ﷺ نے اصحاب کہف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت مدت بعد فرمایا۔ مابعد کا زمانہ ماقبل کے زمانہ پر کیوں کر حاوی ہو سکتا ہے یہ صرف خود غرضی ہے کہ اس نے اندھا کر دیا ہے۔ جب قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کا ایک ہزار برس سے بھی زیادہ عمر پانا مذکور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ساڑھے نو سو برس کی تورات سے ثابت ہے تو کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ عمداً جھوٹ اختیار کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث جو کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے واسطے فرمائی وہ پہلے انبیاء اور مخلوق کے واسطے بتائی جائے یہ ایسی ہی جہالت کی بات ہے کہ کوئی جاہل کہے کہ حضرت ابراہیم وموسیٰ نے قرآن پر عمل نہیں کیا تو جس طرح اس جاہل کو سمجھایا جائے گا۔ کہ اس وقت تو قرآن شریف نہ تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب کو بتایا جاتا ہے کہ اصحاب کہف کے وقت نہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور نہ مسلم والی حدیث تھی۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ ایک بادشاہ ایک امر کی ممانعت تو کرے یکم جنوری ۱۹۱۸ء کو اور جن جن لوگوں نے اس حکم سے پہلے جنوری ۱۸۹۹ء یا ۱۵۸۰ء میں وہ کام کئے ان کو بھی ساتھ ہی شامل کرے۔ ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمائیں تو چھ سو برس کے بعد کے زمین پر سو برس سے زیادہ کوئی نہ جئیے گا اور مرزا صاحب حضرت عیسیٰ اور اصحاب کہف کو بھی اس حدیث میں شامل کر لیں۔ یہ زبردستی اور غرضی نہیں تو اور کیا ہے۔

۴...... یہ حدیث تو زمین کے ساکنان کی بابت ہے اور بحث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درازی عمر کی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ زمین کی بات آسمان والوں پر کیوں کر صادق آسکتی ہے۔ بلکہ اس سے تو حیات ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ زمین پر سو برس تک کوئی نہ رہے گا۔ تو ثابت ہوا کہ جو آسمان پر ہے وہ اس حدیث کی رو سے زندہ ہے اور موت سے بچا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوا ہے۔

۵..... اب ہم مرزا صاحب کے اپنے قول سے اس حدیث کا ایسے موقع پر پیش کرنا غلط ثابت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب نے خود ایک کتاب جس کا نام ''راز حقیقت'' ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پا کر فوت ہو کر کشمیر میں مدفون ہوئے۔ اصل عبارت بہت طویل ہے خلاصہ یہ ہے۔

''حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر ہوئی تھی''۔ (دیکھو راز حقیقت کا حاشیہ مندرجہ صفحہ نمبر ۲ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی مرزا صاحب کے اقرار سے تو یہ حدیث مسلم والی درست نہیں رہتی اور جب حضرت عیسیٰ نے اس حدیث کے قاعدہ کو ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پا کر توڑ دیا تو اصحاب کہف بھی توڑ سکتے ہیں۔ جن کی عمر کا ذکر قرآن شریف میں ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جھوٹ بول کر دھوکہ دہی کی غرض سے مسلم والی حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ جب ان کو خود معلوم تھا کہ مسیح کی عمر میں خود ہی ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی قبول کر چکا ہوں تو یہ کیوں کہتا ہوں کہ مسلم والی حدیث اصحاب کہف کو مار رہی ہے۔ یہ دھوکہ دہی نہیں تو اور کیا ہے۔

۶..... جب حدیث خواہ کیسی ہی صحیح ہو قرآن کے متعارض ہو تو حدیث کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ پس جب قرآن شریف اصحاب کہف کی مدت نیند ۳۰۹ برس بیان کرتا ہے اور مسلم والی حدیث سو برس سے کسی کی زیادہ عمر ہونے نہیں دیتی۔ تو حدیث کی تاویل کرنی ہوگی یا بالکل ترک کرنا ہوگا اور یہ وہی اصول ہے جس کو مرزا صاحب اپنی کتابوں میں بار بار ذکر کرتے ہیں۔ مگر جب اپنا مطلب نہیں نکلتا تو خود ہی اس کے برخلاف جاتے ہیں اب مسلم والی حدیث جو کہ صریح قرآن شریف کے متعارض ہے کیوں پیش کرتے ہیں۔ کیا ان کے اعتقاد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں حدیث قرآن سے مقدم ہے۔

۷..... مرزا صاحب دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کی بحث میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث عقل اور واقعات کے برخلاف ہو اس کو مجاز واستعارہ پر عمل کرنا چاہئے اب مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے مجاز واستعارہ کیوں کیوں بھول گئے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ سو برس سے کسی شخص کی عمر زمین پر متجاوز نہیں ہوگی۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ کے وقت میں کسی شخص کی عمر سو برس کی یا سو سے زیادہ کی نہ ہو۔ تاریخ کی کتابوں سے اس کی تردید واقعات سے پائی جاتی ہے۔ دور نہ جاؤ مسیلمہ کذاب کی عمر سوا سو برس کی تھی اور مرتے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ (ص ۱۳۱، ازالۃ الاوہام، حصہ اول)

آج تک کثرت سے لوگوں کی عمریں ایک سو برس سے زیادہ ہوتی آئی ہیں۔ اور کئی ایک اب بھی موجود ہوں گے۔ پس اس حدیث مسلم والی کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ورنہ اسلام کو ایک مضحکہ خیز مذہب دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ اب ہم مرزا صاحب کے اصل مطلب کی طرف آتے ہیں کہ چونکہ کوئی جسم بغیر طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو چکے ہوں گے۔ اس کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔

۱..... مرزا صاحب کو طعام میں دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ طعام اسی کو کہتے ہیں جو انسان پکائیں اور روٹی یا چاول کے ساتھ بھاجی ترکاری روزانہ بنا کر کھائیں تو وہ جسم کا طعام ہے اور اسی سے بقائے جسم ہے۔ ورنہ کوئی جسم قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا قیاس ہے اور بالکل غلط ہے۔ اور نہ قرآن شریف کی اس آیت کا یہ منشاء ہے یہ آیت انبیاء علیہم السلام کی فطرت انسانی بتاتی ہے کہ وہ بھی انسان تھے۔ اور یہ جو تم اعتراض کرتے ہو کہ یہ کیسا نبی ہے کہ ہماری طرح کھانے پینے والا بنایا ہے۔ اور ان کے جسم ایسے بنائے ہیں کہ کھاتے ہیں طعام کو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اول: تو یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہیں ہے۔

دوم: اس سے کسی طرح بھی وفات مسیح کا استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ مرزا صاحب کو کس طرح علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر طعام نہیں ملتا۔ کیا مرزا صاحب آسمان پر گئے ہیں اور وہاں کے جغرافیہ سے واقف ہو کر آئے ہیں کہ آسمان پر طعام نہیں۔ اگر کہو کہ جدید علوم سے معلوم ہوا ہے کہ آسمانوں پر طعام نہیں تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم ہیئت کا ایک فرنچ عالم آرگو صاحب اپنی کتاب ''ڈے آفتر ڈیتھ'' کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں:

''اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ کیا سورج میں آبادی ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے علم نہیں لیکن مجھ سے یہ دریافت کیا جائے آیا ہم جیسے انسان وہاں زندہ رہ سکتے ہیں تو اثبات میں جواب سے گریز نہیں کروں گا۔''

مرزا صاحب خود ''سرمہ چشم آریہ'' میں جو ان کی کتاب ہے اس میں قبول کر چکے ہیں کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہے کہ چاند و مریخ وغیرہ ستاروں میں آبادیاں ہیں۔ جب آسمان پر آبادیاں ہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام بغیر طعام کیوں کر مانے جا سکتے ہیں۔ اصل میں مرزا صاحب کو طعام میں غلطی لگی ہوئی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ طعام وہی ہے جو انسان خود آگ پر پکا کر تیار کرتا ہے۔ اور اس طعام کے بغیر زندگی محال ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے ؏

کار پاکاں بر قیاس خود مگیر

مرزا صاحب اپنے نفس پر قیاس کر کے زعم کرتے ہیں کہ چونکہ میں لذیذ اور مقویات اور برف و کیوڑہ و گوشت مرغ و روغن بادام والی غذا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ شائد عباد الرحمٰن میں سے بھی کوئی بغیر ایسے طعام کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے حالات میں ''تاریخ فرشتہ'' میں لکھا ہے کہ آپ ڈیلے، جو ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جنگلی درخت کا پھل ہے کھایا کرتے تھے۔ اور یہی ان کا طعام تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چولہے میں تین تین ماہ مسلسل آگ نہ جلتی تھی اور نبی علیہ السلام کا کنبہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتا تھا۔

(دیکھو بخاری باب الطعمہ)

سوم: اولیائے اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ چالیس روز تک کچھ نہ کھاتے اور نہ پیتے مگر ان کی طاقت اور زندگی بحال رہتی۔ کیونکہ یاد الٰہی ان کی غذا ہوجاتی ہے۔ اور ذکر الٰہی کا سرور ان پر ایسا غالب آتا ہے کہ بھوک پیاس بالکل مفقود ہوجاتی ہے۔

چہارم: یہ قاعدہ ہے کہ ہر ایک ملک اور ہر باشندگان کی غذا و طعام الگ الگ ہوتا ہے۔ بعض دن رات میں آٹھ دفع کھاتے اور بعض چار دفعہ اور بعض صرف دو دفعہ اور بعض ایک ہی دفعہ اور بعض عاشقان خدا ہمیشہ ہی روزہ رکھتے ہیں اور یاد خدا ان کی غذا ہوتی ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے روزہ طی کی حدیث میں فرمایا ہے: **وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی** (متفق علیہ)۔ یعنی میں تمہاری طرح نہیں میں رات کاٹتا ہوں اور میرا خدا مجھ کو طعام کھلا دیتا ہے اور سیراب کر دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ میری زندگی تمہاری طرح معقولات کی محتاج نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو روحانی طعام خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ دوسرے عوام کو حاصل نہیں ہوتا۔ مگر مرزا صاحب چونکہ اس کو چہ سے واقف نہیں بقول شخصے ع

سخن شناس دلبرا خطا اینجا ست

مرزا صاحب کا طعام بھی اگر مانا جائے جو وہ خود استعمال کرتے تھے تو بہت مخلوق خدا جو خشک روٹی اور صرف دودھ یا نباتات پر زندگی بسر کرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ہیں۔ کیونکہ ان کو مرزا صاحب جیسا مرغن ملذذ و مقوی طعام نہیں ملتا۔ یا اقرار کرو کہ طعام

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صرف اسی گوشت، روٹی، دال بھاجی و پلاؤ کلیہ وغیرہ کا نام نہیں بلکہ جو چیز بدل ما تحلّل ہو کر جزو بدن ہو وہی غذا اور طعام ہے۔ اور یہ حسب فطرت اجسام ارضی و اجسام سماوی سب کو درجہ بدرجہ مختلف اقسام اور گوناگوں رنگ سے ملتی ہے یہاں زمین میں ہی دیکھ لو کہ بعض حیوانات کئی کئی دن تک پانی نہیں پیتے۔ حشرات الارض کی فطرت ایسی واقعہ ہوئی ہے کہ وہ پانی ہرگز نہیں پیتے۔ بعض انسان صرف گوشت کھاتے ہیں اور اناج کو چھوتے تک نہیں۔ شمالی لینڈ میں جو لوگ آلام پڑ گئے تھے ان کا بیان ہے کہ اس ملک کے لوگ اناج نہیں کھاتے۔ روٹی سونگھ کر پھینک دیتے ہیں۔ صرف گوشت کھاتے ہیں اور طاقت ور ایسے ہیں کہ گھوڑا اور اونٹ ان کا تعاقب کر کے پکڑ نہیں سکتا اور دوڑتے وقت وہ پا نپتے نہیں ان کا طعام صرف گوشت ہی ہے۔ قطب شمالی کے لوگ صرف مچھلی کھاتے ہیں ان کو بھی نہ اناج ملتا ہے اور نہ ان کا طعام اناج ہے۔ اہل ہنود میں بہت لوگ دودھ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ روٹی ہرگز نہیں کھاتے اور یہ لوگ دودھاری کہلاتے ہیں۔ جب زمین پر اس احسن الخالقین اور احکم الحاکمین کا یہ انتظام ہے کہ ہر ایک مخلوق کو مختلف اقسام سے طعام ملتا ہے تو اسی ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کی قدرت کاملہ کے آگے یہ ناممکن ہو سکتا ہے کہ آسمانی مخلوق کے واسطے جو کہ الطف و اکمل ہے کوئی انتظام اس کے بدل ما تحلّل نہ ہو۔ کیا تمام اجرام سماوی جو کہ ہر ایک زمین سے بڑا ہے اور اپنے اندر آبادیاں رکھتا ہے۔ اور جاندار مخلوق اس میں رہتے ہیں سب کو طعام نہیں ملتا اور سب فوت شدہ ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے آسمان پر طعام کا نہ ملنا ایک ایسا امر ہے جس کو کور باطنی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جب انسان اپنی اپنی عجائبات قدرت سے تو واقف نہیں۔ آئے دن جدید ایجادات اس کے محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت کا بخیہ ادھیڑ رہی ہے۔ اور جن جن امور کو آج سے پہلے کئی سال محال عقلی اور خلاف قانون قدرت کہا جاتا تھا آج وہ صرف انسانوں کی قدرت سے ممکن ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں بلکہ مشاہدہ میں آرہے ہیں۔ مثلاً ہوائی جہازوں کی ایجاد، بغیر تار تاروں کی خبر رسانی، آگ اور پانی کا ایک جگہ جمع ہو کر لوہے کو جو کہ ایک غیر متحرک دھات ہے اس کا اس قابل ہو جانا کہ سینکڑوں ہزاروں منوں بوجھ کو سینکڑوں اور ہزاروں کوس تک لے جانا وغیرہ وغیرہ۔ باوجود اس مشاہدہ کے پھر اپنی محدود عقل پر جو کہ ہر زمانہ میں ناقص ثابت ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی قدرت سے انکار کرنا اور عقلی ڈھکوسلا لگانا اور آسمانی کتابوں کا انکار کرنا۔ اور ان کی بیہودہ تاویلات کرنا عدم معرفت خدا کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے مرزا صاحب کی پوری تردید اور عدم معرفت باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔ شیخ ابن عربی نے ''فصوص الحکم'' ''فص عزیزی'' میں لکھا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی کہ یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں۔ اس پر جواب عتاب کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ شیخ ابن عربی ''فصوص الحکم فص عزیزیہ'' میں لکھتے ہیں۔ اور حدیث سے جو ہم لوگوں کو روایت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے وحی بھیجی **لئن لم تنته لا محون اسمک عن دیوان النبوۃ** اگر تم اس تعجب کے کہنے سے یعنی یہ محال عقلی ہے کہ مردے زندہ ہوں گے تو تمہارا نام نبوت کے دفتر سے مٹا دوں گا۔

تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میں وحی سے خبر دینے کا طریقہ تم سے اٹھا دوں گا۔ اور امور تجلی سے دوں گا۔ اور تجلی ہمیشہ تمہاری استعداد کے موافق ہوا کرے گی جس سے تم کو ادراک ذاتی حاصل ہو۔ الخ (دیکھو فصوص الحکم، صفحہ ۷۰، اردو)

شیخ اکبر کی عبارت مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے وہ اعلیٰ ہوتا ہے اور جو امور ادراک ذاتی سے بذریعہ عقل انسانی سمجھے جاتے ہیں وہ ادنیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عزیر نے جب بذریعہ ادراک معلوم کرنا چاہا کہ خداوند تو مردے کس طرح پر زندہ کرے گا۔ تو اس کو عتاب ہوا کہ تم اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بات کے کہنے سے باز نہ آؤ گے تو تمہارا نام نبیوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے گا اور تم کو ہر ایک وہ امر جو تمہارے مشاہدہ میں آ جائے دیا جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے احکام میں چوں چرا کرنا جائز نہیں۔ اور ہر ایک امر میں ادراک عقلی طلب کرنا درست نہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک سو برس تک مردہ پڑے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کر کے پوچھا کہ کتنا عرصہ گزرا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا کہ ایک دن یا زیادہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک سو برس تک تم مرے رہے۔ اور ہماری قدرت دیکھو کہ تمہارا کھانا بگڑا نہیں اور دیکھو اپنے گدھے کی طرف کہ کس طرح اس کی ہڈیوں پر گوشت پہنایا جاتا ہے۔

مرزا صاحب اس قصہ کو مانتے ہیں مگر ساتھ ہی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا یعنی زندہ ہونا ایک کرشمہ قدرت تھا پس ہم بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ اور رفع اور نزول اور مردوں کا زندہ کرنا اور دیگر معجزات کرشمہ قدرت یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا رسولوں اور نبیوں کی فضیلت دنیا پر ظاہر کرنے کے واسطے اور ان کی صداقت ظاہر کرنے کے واسطے خاص کرشمہ قدرت سے معجزے دکھایا کرتا ہے۔ جو کہ بظاہر محالات عقلی وخلاف قانون قدرت معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں محالات میں سے نہیں ہوتے کیونکہ جن لوگوں نے خدا کو مانا ہے انہوں نے اس کو اپنی صفات میں بھی کامل مانا ہے۔ اور جب ابتدائے عالم میں کچھ نہ تھا اور صرف امر کُنْ سے سب کائنات بنادی اور اس کی قدرت لامحدود کے آگے کوئی بات ان ہونی تو غیر ممکن نہیں تو پھر جو امور عقل انسانی میں نہیں آ سکتے یہ عقل انسانی کا قصور ہے کہ وہ ناقص ہے نہ کہ خدا تعالیٰ عاجز وجود ہے کہ وہ ایسے امور نہیں کر سکتا جو کہ مافوق الفہم انسانی ہیں۔ انسان تو خود عاجز ہے اور محدود ہے۔ ایک محدود وجود غیر محدود قدرتوں والے وجود پر محیط ہو سکتا ہے اور محدود وجود غیر محدود پر کس طرح حاوی ہو سکتا ہے۔ جب ادراکات انسانی لامحدود قدرت پر محیط نہیں ہے تو پھر اس کا یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہنا کہ یہ امر محالات سے ہے غلط ہے کیونکہ یہ خود ناقص ہے۔ اور خدا کی قدرت جو کہ محدود نہیں ہے اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کا جہل ہے جو کہ اس سے یہ کہلاتا ہے کہ یہ امر ناممکن محال عقلی ہے۔ حالانکہ یہ امر خدا تعالیٰ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ کی طرف منسوب ہے۔ پس وہ خدا تعالیٰ جو کہ ذرہ سے لے کر آفتاب تک اور ماہ سے لے کر ماہی تک ہر ایک وجود مرئی وغیر مرئی اور عناصر اور کل کائنات ارضی وسماوی کا خالق و مالک ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ کیا ہزاروں اور لاکھوں عیسیٰ کو اپنے امر کے تحت بلا خورد ونوش بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ یہ صرف دلائل کی طرف مائل ہونے کی خرابی ہے کہ خدا تعالیٰ کا وجود مان کر اور پھر اس کو اپنی قدرت وجبروت میں کامل یقین کر کے ہر ایک امر ممکن وغیر ممکن پر قادر یقین کر کے پھر بلا دلیل دہریہ وفلاسفہ کی تقلید میں کہ دنیا کہ یہ خدا نہیں کر سکتا۔ خدا کی معرفت سے سادہ اور لاعلم ہونے کی دلیل ہے۔

اب رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت نہیں بدلتی اس کا مطلب اگر وہ صحیح سمجھتے تو ہرگز خدا تعالیٰ کی ذات میں قادر مطلق ہونے کا شک نہ کرتے مگر مرزا صاحب تو دفعہ الوقتی کیا کرتے تھے۔ جب موقعہ ہوتا کہہ دیتے اگرچہ اپنی تردید خود ہی کر دیتے۔ ہم ذیل میں مرزا صاحب کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے خود ہی اپنے قلم مبارک سنت اللہ اور قانون قدرت ومحالات عقلی پر پانی پھیر دیا ہے۔ سنو حق الیقین والوں کی بابت لکھتے ہیں:

عباد الرحمٰن: اور اس قدر زور سے صدق ووفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کا خدا ایک الگ خدا ہے جس سے دنیا بے خبر ہے۔ اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو دوسرے سے وہ ہرگز نہیں کرتا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام۔ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اس لئے ہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کر دیا......(الخ)۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی، صفحہ ۴۹-۵۰، سطر ۲۰ سے سطر ۵ تک)

مرزا صاحب نے اگر یہ تحریر صدق دل سے لکھی ہوتی اور یہ ان کا اپنا اعتقاد ہوتا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں جو کچھ قرآن میں لکھا ہے سب درست سمجھتے۔ کیونکہ مفصلہ ذیل امورات کا فیصلہ مرزا صاحب نے خود کر دیا ہے۔

۱......''رسولوں اور نبیوں سے خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے''۔ مرزا صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عادت عوام سے اور ہے اور رسولوں اور نبیوں اور ولیوں سے الگ ہے۔ جب خدا کی اپنے خاص بندوں سے الگ عادت ہے تو پھر آپ کا یہ اعتراض غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنی مدت تک بغیر طعام نہیں رہ سکتے۔ مرزا صاحب کو کیا علم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس قسم کا طعام ملتا ہے۔ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خدا کی الگ عادت ہے کیونکہ وہ رسول ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الگ عادت سے طعام بھی کھلاتا ہے اور الگ عادت سے تا نزول درازیٔ عمر بھی دے رکھی ہے۔ آپ کا کیا عذر ہو سکتا ہے۔

۲......ان کے ساتھ خدا تعالیٰ کے وہ معاملات جو دوسرے سے ہرگز نہیں کرتا۔ مرزا صاحب جب اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو رسول و نبی سے معاملہ کرتا ہے وہ دوسرے سے نہیں کرتا تو پھر یہ اعتراض کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ بغیر طعام نہیں رہ سکتا۔ جب خدا کا ان سے یعنی عیسیٰ سے الگ معاملہ ہے تو پھر اس کو طعام بھی الگ دیتا ہے۔ جو کہ عوام کو وہ طعام نصیب نہیں ہوتا۔ بس عوام کا خیال و قیاس جو مرزا صاحب نے کر کے حضرت عیسیٰ کی حیات پر اعتراض کئے ہیں کل کا رد ہو گیا۔ کیونکہ ہر ایک کا یہی جواب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ خدا کی الگ عادت ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۳...... جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے ایک ظالم کے حکم سے تو خداتعالیٰ نے آگ کو ان پر سرد کردیا۔

اب کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزاصاحب کا قانون قدرت کہاں گیا اور سنت اللہ تبدیل ہوئی یا نہیں۔ جب سے کرہ نار خدا نے پیدا کیا تب سے اس میں جلانے کی خاصیت رکھی اور اب تک بھی سنت اور عادت اللہ یہی ہے کہ جو چیز آگ میں ڈالی جائے جل جاتی ہے اور آگ کسی پر سرد نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے جو آگ سرد کی گئی اور جس خدا نے آگ پر یہ قدرت نمائی فرمائی اور اپنے رسول کی حفاظت جسمانی کی غرض سے آگ کو حکم دیا کہ سرد ہو جاوہ ہی خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے وقت کیوں کر عاجز ہوسکتا ہے کہ اپنے رسول کی حفاظت جسمانی نہ کرے۔ اور اس کے جسم کو کوڑے پٹنے دے اور صلیب کے عذاب اس قدر دلا دے کہ بے گناہ بے ہوش ہو جائے۔ ایسا بے ہوش اور غشی کی حالت میں مردہ سمجھ کر دفن کیا جائے اور باوجود قادر ہونے کے پھر یہود کے سپرد کردے کہ تم جو عذاب چاہو دے لو میں پھر اس کا رفع روحانی کروں گا۔ یہ خدا کی عادت اور سنت کے خلاف ہے۔ یا مرزاصاحب کا خیال غلط ہے کیونکہ اس نے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں جگہ دے کر قدرت نمائی فرمائی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہود کے ہاتھ سے بچایا۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں اور حضرت یونس علیہ السلام کے دشمنوں سے ان کی جسمانی حفاظت کی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی حفاظت جسمانی فرمائی اور جسم کو اوپر اٹھالیا تاکہ یہود کسی طرح کا قابو نہ پاکر ایک رسول کی ذلت اور عذاب پر قادر نہ ہوں۔

آگ کے سرد ہونے اور مچھلی کے پیٹ میں بول براز نہ ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کچھ زیادہ عجیب تر نہیں۔ کیونکہ ''انجیل'' میں لکھا ہے کہ بادلوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور فرشتوں کے ذریعہ سے مسیح آسمان پر اٹھایا گیا۔ عیسیٰ کا اٹھایا جانا محال عقلی نہ رہا۔ کیونکہ نظیریں موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ نے رفع عیسیٰ سے عجیب تر معاملات اپنے رسولوں اور نبیوں سے کئے ہیں۔ اور ان کے جسموں کو بے حرمتی اور ذلت اور عذاب سے بچایا۔ پس حضرت عیسیٰ کو بھی رفع جسمانی دے کر بچایا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ کے حق میں ظلم ہوگا کہ اس کے جسم کو تو عذاب خدا تعالیٰ نے دلوائے اور صرف روح کو اٹھایا۔ جو کہ بلا دلیل و بلا ثبوت ہے۔ روح کا اٹھایا جانا یہود پر جب ظاہر نہ ہوا اور یہودیوں نے جو چاہا حضرت عیسیٰ رسول اللہ کو عذاب دیا اور تمام خلقت موجودہ نے دیکھا اور یقین کیا کہ سب عذاب اور ذلتیں حضرت مسیح کو دی گئیں اور یہودی اب تک کہتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ رسول اللہ کو مار ڈالا اور طرح طرح کے عذاب دے کر مار ڈالا۔ تو پھر خدا کی حفاظت اپنے رسولوں کے حق میں کیا ہوئی۔ بلکہ مرزا صاحب کی تاویل سے جو کہ وہ لکھتے ہیں کہ جان نہ نکلی تھی۔ زیادہ عذاب دیا جانا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ بدیہی مشاہدہ ہے اور ہر ایک مذہب کا اتفاق ہے۔ بلکہ دہریہ وغیرہ بھی یقین کرتے ہیں کہ موت عذابوں اور تکلیفوں کے ختم کرنے والی ہے اسی واسطے اکثر بڑے بڑے مدبر و فلاسفر، وعقلا نے خودکشیاں کیں اور عذاب سے نجات پائی۔ مگر مرزا صاحب یہ خدا کا ظلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت کرتے ہیں کہ ادھر تو یہودی حضرت عیسیٰ کو عذاب دیتے تھے اور اس طرف خدا تعالیٰ کا غضب حضرت عیسیٰ کے حق میں یہ تھا کہ صلیب پر جان نہ نکلتی تھی۔ کیونکہ اگر جان نکل جاتی تو صلیب کے عذابوں سے رہائی ہو جاتی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ یہود کا طرف دار تھا اور اپنے رسول کا دشمن تھا کہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے رسول کو عذاب دیئے جا رہے ہیں اور وہ بجائے امداد کرنے اور بچانے کے الٹی اپنے رسول کی جان بھی نکلنے نہیں دیتا۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ مسیح ایسا عذابوں سے بے ہوش ہوا کہ مردہ تصور ہو کر اتارا گیا۔ اور دفن کیا گیا۔ مگر افسوس کوئی خیال نہیں کرتا یہ کہ جب مسیح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایسا بیہوش تھا کہ مردہ متصور ہوا اور اس کی نبض بھی بند ہوگئی اور محافظان صلیب و یہودیاں موجود نے دیکھ بھی لیا بلکہ ایک سپاہی نے مصلوب کی پسلی چھید کر امتحان بھی کر لیا کہ مصلوب میں کوئی نشان زندگی باقی نہیں اور مر چکا ہے۔ اور پھر لاش کو غسل دیا گیا اور دفن کی گئی۔ جس کے ساتھ اس قدر معاملات ہوئے اگر وہ مردہ نہ تھا۔ تو مرزا صاحب اور مرزائی خود ہی بتائیں کہ مردہ ہونے کے کیا نشان باقی تھے جو اس وقت مصلوب مسیح میں نہ پائے گئے اور کس دلیل سے انیس سو برس کے بعد دھوکہ دیا جاتا ہے کہ جان باقی رہی تھی۔ اگر جان باقی تھی تو قبر میں دم گھٹ کر مر جانا ضروری تھا۔ غرض یہ بالکل غلط ہے اور خود غرضی کی تاویل ہے کہ مسیح صلیب دیئے گئے کیونکہ اس میں خدا اور اس کے رسول کی سخت ہتک ہے۔ معمولی انسان کی غیرت بھی یہ نہیں چاہتی کہ اس کے کسی دوست کو اس کا کوئی دشمن کوڑے مارے۔ کیل اس کے اعضاء میں ٹھوکے اور طرح طرح کے عذاب دے اور وہ چپ کا کھڑا تماشہ دیکھے۔ چہ جائیکہ خود خدا قادر مطلق ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ۔ عزیز الحکیم ہو اور ہر ایک طرح کی قدرت نمائی کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنے ایک رسول کی بے حرمتی دیکھے اور اس کو عذاب ہوتا دیکھے اور کوئی حفاظت اور امداد نہ کرے۔ حالانکہ وعدہ کر چکا ہو کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو بچالوں گا اور پھر عام وعدہ بھی ہو کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب رہتے ہیں۔ پھر مسیح کو یہودیوں کے حوالے کر دے یہ خدا کی ہتک نہیں تو اور کیا ہے اور ساتھ ہی ان دلائل سے مرزا صاحب کی سنت اللہ کے بدل جانے کا بھی ثبوت مل گیا ہے۔ کیونکہ جب ہمیشہ سنت اللہ یہی رہی کہ اپنے رسولوں کو بچاتا آیا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ کے واسطے کیوں سنت بدلی جائے اور اس کے واسطے صلیب کے عذاب تجویز کئے گئے۔ پس یا تو مسیح کا رفع جسمانی تسلیم کرنا پڑے گا یا خدا کی سنت کا تبدیل ہونا اور وعدہ خلاف ہونا ثابت ہوگا۔ چونکہ باقرار مرزا صاحب سنت اللہ نہیں بدلتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

زندہ ہیں۔اور وہ تانزول زندہ رہیں گے لہٰذا یہ آیت بھی وفات مسیح پر دلیل نہیں۔

قولہ ساتویں آیت: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ﴾ (پ۴،ع۶)۔یعنی محمد ﷺ ایک نبی ہیں ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔اب کیا اگر وہ بھی فوت ہو جائیں یا مارے جائیں تو ان کی نبوت میں کوئی نقص لازم آئے گا جس کی وجہ سے تم دین سے پھر جاؤ۔اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے اور ظاہر ہے۔کہ اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو پھر یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہوگی۔

اقول:۔یہ آیت بعینہ انہیں الفاظ میں جو مرزا صاحب پانچویں آیت میں پیش کر چکے ہیں ہے۔صرف مسیح کی جگہ محمد ﷺ کا نام آیا ہے۔ورنہ اور تمام الفاظ وہی ہیں۔ناظرین کی توجہ کے واسطے آیت دوبارہ لکھی جاتی ہے۔

﴿وَمَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾

یعنی مسیح صرف ایک رسول ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسول گزرے گئے۔ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں فرمایا کہ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ اور ظاہر ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ محمد ﷺ زندہ تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ احد میں رسول کریم ﷺ زخمی ہو گئے اور اس کش مکش میں شیطان نے پکار دیا کہ محمد ﷺ مر گئے۔یہ سنتے ہی مسلمانوں کا تمام لشکر (بجز خاص اصحابوں کے) بھاگ نکلا۔اس وقت کے تقاضا سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تم میں رسول ہمیشہ رہے تو تم راہ خدا میں استقلال سے جنگ کرو۔اور جب رسول فوت یا قتل ہو جائے تو تم بھاگ جاؤ۔اس آیت سے نہ تو کسی کی وفات کا ذکر ہے۔اور نہ مسیح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ السلام سے اس آیت کا کچھ تعلق ہے۔ اگر بقول مرزا صاحب اس آیت کا تعلق حضرت مسیح سے جوڑا جائے تو مسیح کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب خود ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ کے ترجمہ میں مسیح کو فوت شدہ نبیوں سے الگ تسلیم کر چکے ہیں یعنی لکھ چکے ہیں کہ مسیح سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ جب پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں تو وہ مرزا صاحب کے اقرار سے زندہ رہے۔ اب یہ آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ بھی مسیح کو زندہ ثابت کر رہی ہے۔ الف لام ﴿الرُّسُل﴾ کا اگر استغراقی لیں یعنی تمام نبی اس ﴿خَلَتْ﴾ میں شامل ہیں تو (نعوذ باللہ) محمد نبی و رسول ﷺ نہیں تھے کیونکہ ﴿مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ میں شامل نہیں۔ اور اگر محمد ﷺ کی رسالت تسلیم کریں تو پھر سب نبی و رسول فوت شدہ تسلیم نہیں ہو سکتے اور حضرت عیسیٰ و ادریس و خضر و الیاس مستثنیٰ ہیں۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ جس طرح ﴿الرُّسُل﴾ سے محمد ﷺ جن پر بحالت زندگی یہ آیت نازل ہوئی ﴿الرُّسُل﴾ سے مستثنیٰ تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ﴿قَبْلِ الرُّسُل﴾ کی وفات سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ جس طرح محمد ﷺ قبل الرسل میں وفات میں شامل نہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح بھی وفات میں شامل نہیں۔ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا صاحب نے حسب عادت خود بہت سے فقرات اپنے پاس سے بڑھا دئے ہیں جو کہ نمبر وار ذیل میں لکھ کر ہر ایک کا جواب دیا جاتا ہے۔

ا...... ان سے پہلے سب نبی فوت ہو گئے ہیں۔

الجواب: سب نبی فوت ہو جاتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول خدا اور اس کا رسول نہ فرماتا۔ کیونکہ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ اگر فوت ہو جاتے تو واپس آنا ان کا انا جیل و قرآن اور حدیثوں میں مذکور نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتا۔ جس طرح دوسرے کسی نبی ورسول کا دوبارہ آنا مذکور نہیں۔ پس یہ غلط ہے کہ سب نبی فوت ہو گئے۔ صحیح ترجمہ یہی ہے جو کہ سلف صالحین نے کیا ہے کہ سب نبی ورسول گزر گئے اور ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے کسی نے نہیں لکھے نہ کسی لغت کی کتاب میں ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہیں۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کا مادہ خلا وخلو ہے جس کے معنی گزرنے کے ہیں اور گزرنے کے واسطے ضروری نہیں کہ فوت ہو کر ہی گزرنے والا گزرے ﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ﴾ نص قرآنی شاہد ہے کہ منافق بحالت زندگی گزرتے تھے۔ پھر دیکھو ﴿سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِي﴾ یعنی اللہ کی سنت پہلے سے گزر چکی۔ کیا یہاں بھی اللہ کی سنت فوت ہوگئی معنی کرو گے۔ جو کہ بدیہی غلط ہیں کیونکہ مرنے سے تغیر وتبدل ہو جاتا ہے۔ اگر سنت اللہ بھی فوت ہو جائے تو تبدیل ہونا لازم آئے گا جو کہ ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ کے برخلاف ہے۔ ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل﴾ کا تعلق صرف ان کی رسالت اور زمانہ نبوت کے متعلق ہے جس کے معنی صرف گزرنے کے ہیں۔ عربی کا محاورہ ہے: خلت یاخلو من شهر رمضان یعنی رمضان کی فلاں تاریخ گزر گئی۔ پنجاب ہندوستان میں یہی محاروات ہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں میں دہلی جاتا ہوا آپ کے شہر سے گزر گیا۔ یا کئی تحصیلدار اس اس تحصیل سے گزر گئے یا کئی لاٹ صاحب آئے اور گزر گئے۔ آپ کو وطن چھوڑے کتنا عرصہ گزرا غرض ﴿خَلَتْ﴾ کا تعلق زمانہ سے ہے۔ اور مقصود خداوندی ان آیات میں بھی نبی ورسول کے زمانہ کی رسالت اور احکام شریعت کا گزرنا ہے۔ نہ کسی کی موت۔ ﴿خَلَتْ﴾ کی مفصل بحث پہلے پانچویں آیت کے جواب میں گزر چکی ہے۔ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہیں اگر ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے ہوتے تو خداتعالیٰ بھی بجائے ﴿أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ﴾ کے ﴿أَفَإِن خَلَتْ﴾ فرماتا۔ مگر چونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿خَلَتْ﴾ کے معنی موت کے نہ تھے اس لئے خدا نے **مات وقتل** کے الفاظ فرمائے جس سے ثابت ہے کہ ﴿خَلَتْ﴾ کے معنی صرف موت کے نہیں۔ زندہ ہونے کی حالت میں **خلو وخلت** ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا ہوا۔

۲...... **دلیل مرزا صاحب**: اگر مسیح ابن مریم زندہ ہے تو یہ دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی ہے صحیح نہیں ہوگی۔

الجواب:۔ خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں مرزا صاحب نے خود ہی خدا کی طرف سے دلیل بنالی ہے اور خود ہی جواب دے دیا ہے۔ اگر دوسرا شخص ایسا کرتا تو مرزا صاحب جھٹ اس کو یہودی اور لعنت کا مورد قرار دیتے اور زور سے کہتے کہ خدا کی کلام میں اپنی طرف سے عبارت ملاتے ہو۔ کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کس عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں میں سے پیش کرو جو اب تک زندہ موجود ہے...... (الخ)

ناظرین! مرزا صاحب اپنا مطلب ادا کرنے کے واسطے من گھڑت سوال بنا کر خود ہی جواب اپنے مطلب کا دینا شروع کر دیتے ہیں۔ آیت تو صرف یہ ہے۔ ﴿**وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل**﴾ یہ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں میں کوئی پیش کرو جو ہمیشہ زندہ رہے۔ یہ ایک راستباز کی شان سے بعید ہے۔ کہ خدا پر بہتان باندھے۔ خدا تعالیٰ علام الغیوب تو ایسی دلیل کبھی پیش نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب کی طرح خودغرض خلاف واقعہ بات بنانے والا نہیں اس کو علم ہے کہ چار نبی میری مرضی اور تقدیر سے جب تک میں چاہوں زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ تو ایسی دلیل پیش کر کے عاجز انسان کی طرح جہل کا الزام اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا افترا خدا پر ہے کہ خدا نے دلیل پیش کی کہ کوئی ہمیشہ زندہ رہنے والا نبی پیش کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے کا الزام بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمانوں پر مرزا صاحب کی اپنی من گھڑت عنایت ہے۔ ورنہ مسلمان تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بھی بعد نزول فوت ہو کر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مدفون ہوں گے اور یہ ان کی چوتھی قبر ہوگی۔ مگر مرزا صاحب خود ہی سوال کر لیتے ہیں اور خود ہی جواب اپنے مطلب کا دے دیتے ہیں۔ جو کہ بقاء اور راستبازی کے برخلاف ہے۔ یہ آیت تو صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مماثلت رسالت میں ماقبل کے رسولوں کے ساتھ ظاہر کرتی ہے۔ جس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ جس طرح پہلے رسول انسان تھے ایسا ہی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ نہ حضرت مسیح کا اس آیت سے تعلق ہے اور نہ ان کے ذکر میں یہ آیت مذکور ہے جو آیت حضرت محمد ﷺ کے حق میں ہو اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر پیش کرنا انکا کذب نہیں تو اور کیا ہے۔ اور قرآن شریف کو خود رائی اور مطلب پرستی کا جولانگاہ بنانا نہیں تو اور کیا ہے پس یہ آیت محمد ﷺ کے حق میں ہے اور وفات مسیح پر اس کے ساتھ استدلال بالکل غلط ہے۔

قولہ آٹھویں آیت: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ (پ ۱۷، ع ۴)۔ یعنی ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس اگر تو مر جائے تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک ہی سنت اللہ کے نیچے داخل ہیں اور کوئی موت سے بچا نہیں اور نہ آئندہ بچے گا۔ اور لغت کے رو سے **خلد** کا مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے۔

اقول: اس آیت کا بھی وفات مسیح سے کچھ تعلق نہیں یہ ایک عام قانون قدرت بتایا گیا ہے کہ کوئی بشر ہمیشہ رہنے والا ہم نے نہیں بنایا۔ یہ آیت تو مرزا صاحب ان لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے تھے جو مسیح کو ہمیشہ رہنے والا لازوال اور قدیم اور اللہ اور معبود مانتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمانوں کا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ مسیح ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔اوران کی ہستی لایزال اور غیر متبدل ہے یہ تو کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنے والے ہیں گے۔جب مسلمان نہیں کہتے کہ مسیح ہمیشہ رہے گا اور ہرگز نہ مرے گا۔تو پھر یہ آیت پیش کرنا غیر محل وغلط ہے۔مسلمان جب بموجب فرمودہ مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ اعتقاد رکھتے ہیں۔کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے تو پھر مرزا صاحب کا افترا ہے کہ مسلمان مسیح کی جاوید زندگی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب مسلمان بار بار حدیثیں پیش کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول مریں گے تو پھر یہ بہتان مرزا صاحب مسلمانوں کے حق میں ناحق تراشے ہیں۔دیکھو ذیل میں حدیثیں جن میں صاف لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک ہی حال پر نہ رہیں گے۔

پہلی حدیث: عن عبداللہ بن عمر قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبری واحد بین ابوبکر وعمر۔ (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفا)

یعنی روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر سے راضی ہو اللہ تعالیٰ دونوں باپ بیٹا سے کہا۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے طرف زمین کی، پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی ان کے لیے اولاد اور ٹھہریں گے ان میں پینتالیس برس۔پھر مریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے، پس دفن کیے جائیں گے۔بیچ قبر میری کے درمیان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ مسلمان حسب فرمودہ رسول مقبول ﷺ کے اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اصالتاً زمین پر نزول فرمائیں گے اور پھر نکاح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کریں گے۔ اور ۴۵ برس زمین پر رہ کر پھر فوت ہوں گے۔ اور رسول اللہ کے مقبرہ میں درمیان ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما دونوں کے درمیان دفن کیے جائیں گے۔ افسوس مرزا صاحب نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کے حق میں اعتقاد وخلود کا رکھتے ہیں جس کے واسطے مرزا صاحب نے یہ آیت پیش کی۔

دوسری حدیث: عن عبداللہ بن سلام قال یدفن ابن مریم معه رسول اللهﷺ وصاحبه فیکون قبره رابعا۔ (اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی)

یعنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "دفن کئے جائیں گے عیسیٰ ابن مریم مقبرہ رسول اللہ میں اور ان کی قبر چوتھی قبر ہوگی"۔ اس حدیث کی رو سے بھی مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ ایک حالت پر رہیں گے۔ یہ مرزا صاحب کی اپنی طبعزاد بات ہے جو اپنے مطلب کے واسطے بنائی ہے۔ کل مرزائی جمع ہو کر مسلمانوں کی کسی کتاب سے بتائیں کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ ایک حالت پر مانتے ہیں ورنہ تسلیم کریں کہ اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ نویں آیت: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (پ۱،ع۱۶)۔ یعنی اس وقت سے پہلے جتنے پیغمبر ہوئے یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہو گیا۔ ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے۔

اقول: اس آیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا کوئی ذکر نہیں اور نہ یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلیل ہے کیونکہ **تلک** اسم اشارہ ہے اور اشارہ ہمیشہ مشار الیہ کے ذکر کے بعد آیا کرتا ہے۔ اب قرآن مجید میں اوپر کی آیت دیکھو کہ ان میں اگر حضرت عیسیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

علیہ السلام کا ذکر ہے تو مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال درست ہوگا۔ ورنہ بالکل غلط۔ اب ﴿تِلْکَ اُمَّةٌ﴾ کے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تِلْکَ اُمَّةٌ﴾ یہ پیغمبر ہیں جن کا ذکر ہے اور تلک کا اشارہ انہیں پیغمبروں کی طرف ہے۔ مرزا صاحب کے مرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ﴿تِلْکَ اُمَّةٌ﴾ میں دکھادیں۔ ورنہ مرزا صاحب کی دھوکہ دہی ظاہر ہے کہ ذکر دوسرے پیغمبروں کا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواہ مخواہ شامل کر کے قرآن میں ایک پیغمبر کا نام زیادہ کر کے تحریف لفظی قرآنی کے مرتکب ہوتے ہیں کہاں عیسیٰ کا نام ہے۔ وہاں تو ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط ہے۔ ویعقوب و عیسیٰ مرزا صاحب نے خود بنالیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ اور تحریف مرزا صاحب کے اپنے اقرار سے یہودیت والحاد ہے۔

باقی وہی قَدْخَلَتْ کی بحث ہے کہ مرزا صاحب خَلَتْ کے معنی غلط کرتے ہیں۔ مرنے اور گزرنے میں فرق ہے۔ افسوس مرزا صاحب خَلَتْ کے معنی مرنے کے خلاف لغت عرب و محاورات عرب کرتے ہیں۔ اور کوئی سند نہیں دے سکتے۔

اس وقت سے پہلے بھی اپنے پاس سے کلام الٰہی میں لگالیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ مگر اس قدر زور لگایا تحریف کے مرتکب بھی ہوئے مگر پھر بھی یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔

قولہ دسویں آیت: ﴿وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ اس آیت کا ترجمہ مرزا صاحب نے نہیں کیا۔ شائد کوئی مصلحت ہو ہم ذیل میں پہلے ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کی اس آیت سے جو کہتے ہیں کہ بالکل غلط ہے ترجمہ یہ ہے۔ ''اور مجھ کو حکم دیا گیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوۃ دوں''۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آگے مرزا صاحب ان الفاظ سے خدا اور خدا کے رسول سے تمسخر اڑاتے ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ انجیلی طریق پر نماز پڑھنے کے لئے حضرت عیسیٰ مسیح کو وصیت کی گئی تھی اور وہ آسمان پر عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ ان کی نماز کی حالت میں ان کے پاس یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔مردے جو ہوئے حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے......(الخ) (ص ۱۰۰۰)

اقول: یہ تحریر مرزا صاحب کی ایسی دل آزار اور بے سند ہے کہ کوئی بے دین بھی ایسی گستاخی اور تکذیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نہیں کرسکتا۔

یہ رسول اللہ ﷺ پر تمسخر اڑایا ہے کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور کرائیں گے اور یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا ہے کہ میں نے شب معراج میں حضرت عیسیٰ اور یحییٰ کو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہے: **فلما خلصت اذا یحیٰی وعیسٰی وھما ابنا خالۃ قال: ھذا یحیٰی وھذا عیسٰی وسلم علیھما فسلمت**۔یعنی جب میں دوسرے آسمان پر پہنچا ناگہاں عیسیٰ اور یحییٰ کھڑے تھے۔کہا جبرائیل نے کہ یہ یحییٰ ہیں اور یہ عیسیٰ پس سلام کران کو۔پس سلام کیا میں نے ان کو...... (الخ) (ص ۵۵۹، جلد ۴، مظاہر حق)

اب مرزا صاحب کو کس طرح معلوم ہوا کہ عیسیٰ عیسائیوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور حضرت یحییٰ پاس یوں ہی فارغ بیٹھے ہیں۔یہ مرزا صاحب کا دروغ بے فروغ اپنی ایجاد ہے اور ذیل کی دلائل سے باطل ہے۔

اول: مرزا صاحب کو کسطرح معلوم ہوا کہ یحییٰ یوں ہی بیٹھے ہیں۔اس سے مرزا صاحب کا آسمان پر جانا ثابت ہوتا ہے۔اور مرزا صاحب چونکہ آسمان پر جانہیں سکتے اور نہ ان آنکھوں کے ساتھ آسمان کے حالات دیکھ سکتے ہیں۔اس لیے یہ من گھڑت افترا ثابت ہوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو مرزا صاحب نے حضرت یحییٰ پر باندھا ہے کہ وہ یوں ہی بے نمازی کی حالت میں پڑے ہیں۔

دوم: رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرائیل کی شہادت کے مقابل مرزا صاحب کے جاہلانہ اعتراضات اور خود غرضی کے استدلات چونکہ کچھ وقعت نہیں رکھتے اس لیے مرزا صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ عیسائیوں کی نماز پڑھتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے اعتراض ہے اور عیسائیوں کا نام لے کر حضرت عیسیٰ کے نزول سے نفرت دلا کر اپنا الو سیدھا کرنا مقصود ہے ورنہ وہ خود جانتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے اور کتاب آسمانی قرآن سے پہلے انجیل واجب التعمیل تھی اگر انجیل کے حکم کے مطابق وہ نماز پڑھیں تو کیا حرج ہے۔

سوم: قرآن میں صرف نماز و زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ عیسائی طریق مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے لگایا اور تحریف کے مرتکب ہوئے۔ جو کے بقول ان کے الحاد و کفر ہے۔

چہارم: مرزا صاحب کو معلوم ہے کہ جو احکام قابل اطاعت امت ہوتے ہیں۔ وہ اس امت کے نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حقیقت میں وہ تمام افراد امت کے واسطے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا یہ فرمانا کہ مجھ کو وصیت کی گئی ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں نماز ادا کرتا رہوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں۔ مرزا صاحب کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو زکوٰۃ جس طرح لینا حرام ہے اسی طرح مال جمع کرنا اور زکوٰۃ کے لائق ہونا حرام ہے کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زندگی میں جو واقعہ صلیب سے پہلے تھی جس میں کسی کو اختلاف نہیں صاحب زکوٰۃ تھے۔ اور انہوں نے زکوٰۃ دی۔ تو پھر ان کا آسمان پر جانا اور مال جمع کرنا اور زکوٰۃ نہ دینا مرزا صاحب کو کیوں کر معلوم ہوا۔ مرزا صاحب کے پاس کوئی سند ہے جس کی چشم دید شہادت ہو کہ حضرت عیسیٰ نے آسمان پر مال تو جمع کیا، صاحب نصاب ہوئے اور زکوٰۃ نہیں دیتے۔ جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوئی مرزائی مرزا صاحب کی حمایت میں ہمیں بتادے گا کہ مسیح نے آسمان پر مال جمع کیا ہوا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتے تو ہم ان کو مسیح کا زکوٰۃ دینا بتائیں گے بلکہ وہ مساکین بھی بتائیں گے جن کو زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ایسا ہی نماز کا حال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازول نماز پڑھتے ہیں جس نے اس کو تارک الصلوٰۃ دیکھا ہے اس شخص کو پیش کرو۔جس طرح ہم محمد ﷺ کو پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت یحیٰی اور عیسیٰ کو دوسرے آسمان پر دیکھا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرب فرشتے کی شہادت ہے۔جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ یہ عیسیٰ ہیں اور یہ یحیٰی ہیں۔ان کو سلام کرو۔اور حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے سلام کیا جیسا کہ اوپر حدیث کا ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔اگر مرزا صاحب اور مرزائی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں کہ مسیح اب نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ زکوٰۃ دیتا ہے کوئی سند وشہادت پیش کریں۔بلا دلیل بات ایک جاہل سے جاہل بھی بنا سکتا ہے۔یہ کوئی دلیل نہیں کہ چونکہ مسیح اب زکوٰۃ نہیں دیتے اور نماز نہیں پڑھتے جس کا ثبوت فی بطن القائل ہے۔اس دلیل سے وفات ثابت ہو سکے یہ ایسی جاہلانہ دلیل ہے کہ کوئی مرزا صاحب کو ان کی زندگی میں کہتا آپ خدا کی طرف سے حج کے واسطے مامور ہیں چونکہ آپ نے اب تک حج نہیں کیا۔آپ فوت شدہ ہیں اگر مرزا صاحب اس جاہلانہ اور احمقانہ دلیل سے فوت شدہ ثابت ہو جاتے تو مرزا قادیانی کی اس دلیل سے مسیح بھی فوت شدہ ثابت ہو سکتا ہے اور اگر مرزا صاحب ایسی دلیل سن کر اس کو اپنے دربار سے پاگل کر کے نکال دیتے۔تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی بھی اس دلیل کو ویسا ہی ردی سمجھا نہ جائے۔جیسا کہ جو مرزا صاحب کو ان کے حج نہ کرنے سے مردہ تصور کرتا تھا۔ایسا ہی مرزا صاحب کی اس دلیل کو ردی سمجھا جائے۔

پنجم: یہ الٹا منطق صرف مرزا صاحب کا ہی خاصہ ہے کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھے تو مردہ ہو جاتا ہے۔جب سے دنیا بنی ہے انبیاء علیھم السلام تشریف لاتے رہے ان کی امتیں اور وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خودنماز کے واسطے مامور تھے۔ مگر کوئی باحواس آدمی تسلیم کرسکتا ہے کہ نماز نہ پڑھنا کسی امت کے فرد کے لئے موت کی دلیل ہوسکتی ہے۔ دور نہ جاؤ۔ اپنی امت میں ہی دیکھ لو۔ ہزاروں لاکھوں اسی ملک پنجاب میں ہوں گے۔ کہ جو نماز نہیں پڑھتے۔ کیا وہ بھی مرزا صاحب کی اس دلیل سے مردہ ہیں۔ اور ان کا نماز نہ پڑھنا ان کی موت کی دلیل ہے۔ مرزا صاحب خود جب نابالغ تھے۔ اور نماز کے لئے مکلف نہ تھے۔ اور نہ نماز پڑھتے تھے۔ کیا وہ مردہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ یہ بالکل غلط استدلال ہے کہ مسیح کا نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا جو کہ خود بلا دلیل ہے اور کوئی ثبوت شرعی ساتھ نہیں رکھتا۔ صرف مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے وفات مسیح پر دلیل ہو۔

ششم: ﴿مَا دُمْتُ حَیًّا﴾ سے تمام حیاتی کا زمانہ یکساں سمجھنا اور نماز وزکوٰۃ کے واسطے دلیل حیات گردانا بالکل غلط ہے یہ فرمانا حضرت عیسیٰ کا اس وقت کا ہے۔ جس وقت ماں کی گود میں انہوں نے کلام کیا تھا۔ اور اسی وقت فرمایا تھا۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور عبداللہ ہوں۔ دیکھو قرآن شریف کی آیت ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ آگے ﴿وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ﴾ یعنی حضرت عیسیٰ ماں کی گود میں بطور معجزہ بول اٹھا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو کتاب (انجیل) عنایت فرمائی ہے۔ اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں، نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں۔ اور اپنی ماں کا خدمت گار بنایا۔ اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا۔ (پ۱۶، ع۴)

اب ظاہر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیر خوارگی کی حالت میں نماز نہ پڑھتے تھے۔ اور نہ زکوٰۃ دیتے تھے۔ مگر زندہ تھے۔ پھر سن شعور کی حالت میں زندہ تھے۔ مگر زکوٰۃ ونماز نہ پڑھتے تھے۔ سن شعور سے بالغ ہونے کے زمانے تک زندہ تھے۔ مگر نماز گزار وزکوٰۃ دہندہ نہ تھے۔ اگر کوئی جاہل یہودی صفت کہہ دے کہ عیسیٰ تو ماں کی گود میں مردہ تھے۔ کیونکہ نماز نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھتے تھے۔اور نہ زکوۃ دیتے تھے۔تو مرزائی صاحبان تسلیم کرلیں گے کہ مسیح شیرنوشی کی حالت اور نابالغی کی حالت میں مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔تو پھر خدا کے واسطے خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر ایمان سے بتادیں کہ یہ آیت مسیح کی وفات پر کس طرح دلیل ہوسکتی ہے۔کہ اگر بفرض محال ہم مرزا صاحب کا بلادلیل دعویٰ مان بھی لیں کہ مسیح اس دنیا سے آسمان پر جاکر نماز گزار نہیں اور زکوۃ دہندہ نہیں تو نعوذ باللہ اس کی نافرمانبرداری اس کی وفات کی دلیل کس طرح ہوسکتی ہے۔

مرزا صاحب نے خود بہت احکام شریعت کی نافرمانبرداری کی۔مثلاً حج کو نہیں گئے۔ جہاد سے محروم رہے۔رمضان کے اکثر روزے قضاء یا فوت کرتے۔نمازیں جمع کر کے پڑھتے رہے۔تو کیا ان کی اس حالت کو ان کی وفات کی دلیل کہہ سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں تو پھر اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے اور باقی جو مرزا صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں پر مخول و تمسخر اڑایا ہے اس سے ان کی متابعت تامہ اور جو عظمت رسول اللہ ﷺ کی ان کے دل میں ہے اس کا پورا پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ کی محبت اور عشق کا دعویٰ صرف زبانی تھا ؎

نام محمد ﷺ کا فقط تیری زبان پر   پر دل میں تو کل بھر بھی نہیں جائے محمد ﷺ

کیا کسی مسلمان کا حوصلہ بڑھتا ہے کہ ایسے کھلے لفظوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں پر ہنسی اڑائے اور رسول اللہ ﷺ کی ہتک کرے اور صریح رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرے۔ رسول اللہ تو فرمائیں کہ عیسیٰ میری متابعت کرے گا۔مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:"جب دنیا میں حضرت عیسیٰ آئیں گے تو برخلاف اس وصیت کے امتی بن کر مسلمانوں کی طرح نماز پڑھیں گے"۔گویا رسول اللہ کا فرمانا غلط ہے کہ عیسیٰ ابن مریم جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں وہی دوبارہ آئیں گے اور میری شریعت کے تابع حکم کریں گے۔ یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مرزا صاحب کی غرض مبارک کے موافق نہیں اس واسطے کہ ان کے مسیح موعود ہونے کو خارج ہے اس واسطے عیسائیوں اور آریوں کی مانند فلسفی اعتراض کرتے ہیں کہ وہ شریعت محمدی کے تابع ہو کر اس وصیت کے برخلاف کریں گے جس سے مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ ایک امت کا امام ہوگا غلط ہے اور خدا کی وصیت کے برخلاف ہے۔ اگرچہ یہ اعتراض اس قابل نہیں کہ جواب دیا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مقابل مرزائی ڈھکوسلا کی کچھ وقعت نہیں اور یہ وہی باتیں ہیں جو پہلے کذابون کرتے آئے ہیں اور مسیح موعود ہونے کا مدعی ہو گزرے ہیں اور کامیاب بھی ایسے ہوئے کہ سلطنتیں قائم کر لیں۔ مگر اس خیال سے کہ کوئی مسلمان مرزا صاحب کی دروغ بیانی پر دھوکہ نہ کھا جائے جواب دیتا ہوں۔

مرزا صاحب کچھ ایسے خود غرض تھے کہ اپنے مطلب کے واسطے صریح قرآن شریف کے برخلاف اعتراض کر دیتے تھے چاہے وہ اعتراض ان کی شرم ساری کا باعث ہو مگر وہ اعتراض کے وقت من گھڑت ڈھکوسلے لگانے میں دریغ نہ کرتے۔

اول: مرزا صاحب کے ایمان کا اندازہ ہو گیا کہ ان کو اسلام بانیٔ اسلام سے کس قدر بغض ہے کہ مسیح کا طریقہ اسلام پر نماز پڑھنا حقیقی نماز نہیں۔

مرزا صاحب کے مذہب میں اسلامی نماز اور اسلامی طریقہ باعث نجات نہیں کیونکہ مسیح پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر وہ اسلامی طریقہ پر نماز پڑھیں گے تو خدا کی وصیت کے برخلاف ہوگا۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے یہ نہ بتایا کہ کس قسم کی نماز اور کس طریقہ کی نماز کا حکم حضرت عیسیٰ کو ہوا تھا۔ یوں ہی اعتراض کر دیا کیونکہ صرف **اوصانی بالصلوۃ** قرآن میں آیا ہے آگے بقول ایجاد بندہ مرزا صاحب نے خود اپنے پاس سے وہ نماز تصور کر لی جو اسلامی طریقہ کے برخلاف ہوتی ہے کوئی مرزائی بتا دے کہ وہ کون سی نماز ہے جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پڑھنی چاہیے تھی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نماز اور تابعداری تو مرزا صاحب کو پسند نہیں اور یہ وہ ذریعہ نجات ہو سکتی ہے۔ جب کوئی مرزائی کسی سند شرعی سے بتائے گا۔ کہ فلاں قسم کی نماز حضرت عیسیٰ کو پڑھنی چاہئے۔ پھر ہم ثابت کردیں گے۔ کہ وہ وہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب ہم مرزا صاحب کو قرآن سے ناواقف تو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وفات مسیح کے مسئلہ کا اس قدر ان پر احسان ہے۔ کہ انہوں نے ہر ایک آیت کو مدنظر رکھا ہوا ہے۔ مگر تعجب سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ انہوں نے عمداً مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ کہ مسیح بعد نزول اگر شریعت محمدی پر عمل کرے گا۔ یا محمد ﷺ کی تابعداری کرے گا۔ تو اس کی اپنی نبوت جاتی رہے گی۔ جس کا جواب قرآن کی آیات ذیل خود دے رہی ہیں۔ جن کو مرزا صاحب نے چھپایا۔ جو کہ ایک راستباز کی شان کے برخلاف ہے۔ قرآن تو فرماتا ہے کہ سب نبی ورسول حضرت خلاصۂ موجودات محمد ﷺ خاتم النبیین پر ایمان لانے کے واسطے عہد لئے گئے ہیں۔ اور یہ شان محمدی دنیا پر ظاہر کرنے کی غرض سے ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾

ترجمہ: جب خدا نے نبیوں کا اقرار لیا کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آئے۔ جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا۔ تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت قرآن نے مرزا صاحب کے تمام اعتراضوں کا جواب دے دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے خود تردید فرما دی ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کیا قصور کہ اس کو امتی بنایا جائے اس کا جواب خدائے تعالیٰ نے خود دے دیا ہے کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لے لیا تھا۔ کہ جب خاتم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

النّبیین آئے۔اور تمہاری تصدیق فرمائے تو تم سب اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ جب حکم خداوندی کی تعمیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام متابعت شریعت محمدی کر کے اسلامی طریقہ پر نماز پڑھیں گے۔تو پھر خدا کی وصیت کے برخلاف کس طرح ہوا۔اسلامی طریقہ پر حضرت عیسیٰ کا بعد نزول نماز پڑھنا عین حکم خداوندی کے موافق ہے۔پس اگر ایک نبی دوسرے نبی کی متابعت کرے۔تو اس کی اپنی نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔حضرت خاتم النّبیین کی تابعداری کرو۔اور حضور علیہ السلام نے ملت ابراہیمی کی جو تابعداری فرمائی۔تو کیا ان کی اپنی نبوت جاتی رہی ہرگز نہیں۔تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت خاتم النّبیین کی تابعداری سے کیوں جاتی رہے گی۔

حضرت خاتم النّبیین نے جو فرمایا۔کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو چارہ نہ ہوتا۔اس حدیث سے ثابت ہے۔کہ ایک نبی کی دوسرے نبی کی تابعداری سے نبوت نہیں جاتی۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا ڈھکوسلا ہے جو کہ ایک مسلمان دیندار کی شان سے بعید ہے۔

باقی رہا زکوٰۃ دینا،اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ زکوٰۃ نہیں دیتے۔اور صاحب نصاب ہیں۔افسوس مرزا صاحب کو حق بات چھپاتے ہوئے خوف خدا نہیں آتا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تو صاحب نصاب نہ ہوئے۔اور نہ کبھی زکوٰۃ مال جمع شدہ ادا کی ہمیشہ بے خان و مان مسافرت میں رہے اور رسالت کا کام انجام فرماتے رہے۔جب اس دنیا میں ان کے واسطے زکوٰۃ فرض نہ تھی۔کیونکہ مال دار نہ تھے تو اس دنیا میں جس جگہ دنیاوی مال نہیں کس طرح زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک نبی کو جو حکم اس کی امت کے واسطے ہوتا ہے وہ نبی اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔جب یہود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے آ کر پوچھا کہ حضرت عیسیٰ نے ماں کی گود میں فرمایا: **انا عبد اللّٰہ** یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں خدا نے مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی مقرر فرمایا ہے اور مجھ کو احکام دیئے ہیں۔ ان حکموں میں سے یہ حکم بھی ہے کہ نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں۔ آخر آیات تک جیسا کہ آیات پہلے لکھی گئی ہیں۔ غرض کہ جو احکام امت کے واسطے ہوتے ہیں وہ نبی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کو حکم زکوٰۃ کا ہوا۔ کیا کبھی حضور علیہ السلام نے بھی مال جمع کیا اور زکوٰۃ دی۔ جب تم محمد رسول اللہ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دو گے تو ہم حضرت عیسیٰ کا زکوٰۃ دینا ثابت کر دیں گے۔ ورنہ جو احکام شریعت امت کے واسطے خاص ہوتے ہیں اور بعض صورتوں میں نبی ان سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے ضروری نہیں کہ خود بھی ضرور کریں۔ زکوٰۃ کی فلاسفی کیا ہے۔ کہ مساکین نادار دینداروں کو امداد دی جائے۔ جب آسمان پر مساکین نہیں تو زکوٰۃ کا مسئلہ وہاں کس طرح جاری رہ سکتا ہے۔

مگر تعجب تو یہ ہے کہ وفات مسیح سے اس آیت کا کیا تعلق۔ مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور بلا دلیل باتیں جہلا کو بہکانے کے واسطے بلا سند طبعزاد شروع کر دیں۔ یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ بلکہ اس آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے ﴿وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ یعنی مجھ کو برکت والا کیا ہے چاہے کہیں بھی رہوں۔ اس ﴿اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ سے سکونت آسمانی ثابت ہے۔ کیونکہ جب کبھی کوئی کسی بلا اور مصیبت سے مخلصی پاتا ہے اور سلامتی کی جگہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو مبارک مقام کہتے ہیں۔ یہ مبارک ہرگز نہیں کہ کوڑے مارے جائیں لمبے لمبے کیل صلیب کے ٹھوکے جائیں اور خون جاری ہو اور عذاب الٰہی زیادہ اس پر یہ ہو کہ بقول مرزا صاحب جان نہ نکلے۔ پس مبارک اسی میں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ ﴿اِنِّیْ رَافِعُكَ﴾ حضرت عیسیٰ کو صلیب کے عذابوں سے بچا کر آسمان پر پہنچا کر بے خطر فرما کر مبارک فرمایا۔ ﴿اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں آسمان پر جانے کا اشارہ ہے ورنہ ﴿وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا وَّاَوْصَانِیْ﴾ (الآیۃ) کافی تھا۔ جہاں کہیں رہوں اس سے پایا جاتا ہے کہ مسیح کے رہنے کی دو جگہ ہیں زمین بھی اور آسمان بھی ورنہ ﴿اَیْنَ مَا كُنْتُ﴾ فرمانے کی کچھ حاجت نہ تھی۔

پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے نہ کہ وفات۔ یہ کہاں اس آیت میں لکھا ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے یا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مار ڈالا۔ جیسا کہ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے مراد اٹھایا جانا اور جسم کا بچانا ثابت ہے۔ نصوص شرعی کے مقابل من گھڑت باتیں کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر غلط ہے۔

قولہ گیارھویں آیت: ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ اس آیت میں واقعات عظیمہ جو حضرت مسیح کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے ہیں حالانکہ اگر رفع ونزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا۔ کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سو اس جگہ خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع یوم اموت میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔

اقول: اس آیت کو پیش کر کے مرزا صاحب نے اپنے تمام مذاہب کی تردید کر دی۔

اول: صلیب دیا جانا جو مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ مسیح صلیب دیئے گئے اور صلیب کے عذاب اس کو اس قدر دیئے گئے کہ بے ہوش ہو گئے اور ایسی غشی کی حالت میں ہو گئے کہ مردہ متصور ہو کر اتارے گئے اور دفن کئے گئے وغیرہ وغیرہ (دیکھو ازالہ اوہام)

اس آیت سے تمام مذہب اور قیاس مرزا صاحب غلط ہوا کیونکہ اس آیت میں خدا تعالیٰ مسیح کی سلامتی کی تصدیق فرماتا ہے کہ مسیح کو یوم ولادت سے یوم موت تک سلامتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔تو ثابت ہوا کہ مسیح ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے اور سلامت رہے۔کوئی مرزائی کسی لغت کے کتاب یا قرآن وحدیث سے دکھا سکتا ہے کہ سلامتی کے معنی پہلے کوڑے مارے جانے جن کے صدمات اور ضربوں سے گوشت پارہ پارہ ہو جائے اور پھر ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں میں لمبے لمبے کیل ٹھوکے جائیں۔اوران سے خون جاری ہو اور اس کثرت سے عذاب دئے جائیں کہ تمام دیکھنے والے چشم دید شہادت دیں۔کہ جان ان صدموں اور دردو کرنے سے نکل گئی تھی جب تک کوئی کتاب پیش نہ کریں جس میں لکھا ہو کہ سلامتی کے معنی صلیب کے عذاب ہیں۔تب تک کوئی باحواس انسان تو قبول نہیں کرتا کہ مسیح سلامت بھی رہے اور صلیب کے عذاب بھی ان کو دیئے گئے۔پس صلیب کی تردید اور رفع جسمانی کی تصدیق اس آیت میں ہے کہ مسیح بال بال بچائے گئے اور رفع جسمانی کر کے خدا نے ان کو حسب وعدہ اس آیت کے سلامت رکھا۔

دوم: مرزا صاحب نے جو رفع روحانی کا ڈھکوسلا ایجاد کیا تھا غلط ثابت ہوا۔کیونکہ اس آیت میں صاف صاف مذکور ہے کہ مسیح کو اپنی سلامتی کا علم تھا کہ مجھ کو یوم ولادت سے یوم وفات تک سلامتی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی دعا رفع روحانی کے واسطے نہ تھی بلکہ صلیب کے عذابوں سے جن کو انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا ان سے بچنے کی دعا کی تھی اور وہی دعا قبول ہو کر ﴿اِنِّی رَافِعُکَ﴾ کا وعدہ دیا گیا تھا کہ ہم تجھ کو صلیب سے بچا لیں گے۔یہ تو ہرگز معقول نہیں کہ مسیح کو اپنے رفع روحانی میں شک تھا۔جب رفع روحانی حاصل تھا تو پھر دعا سلامتی جسم کے واسطے تھی جو قبول ہوئی اور رفع روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہوا کیونکہ عذاب جسم کو دیے جاتے تھے نہ کہ روح کو۔

سوم: مرزا صاحب کا یہ مذہب بھی اس آیت سے باطل ہے کہ مسیح صلیب سے بچ کر کشمیر میں پہنچے اور وہاں ۸۷ برس زندہ رہ کر فوت ہوئے۔کیونکہ دشمنوں کے خوف سے چھپ کر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

زندگی بسر کرنے کا نام سلامتی کی زندگی کوئی باہوش نہیں کہہ سکتا۔ کہ سلامتی اسی حالت میں ہو سکتی ہے کہ بے خوف وخطر اپنی زندگی پوری کرے۔ جب مسیح اپنے دشمنوں کے ڈر سے اپنی رسالت کا کام نہ کر سکا تو خاک سلامتی ہوئی کیونکہ کشمیر میں کوئی عیسائی نہ ہوا۔ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے۔

چہارم: مرزا صاحب کا یہ مذہب کہ مسیح ایک سو برس کی عمر میں اپنی موت سے فوت ہو گیا تھا۔ اس آیت سے غلط ثابت ہوا کیونکہ ﴿**یَوْمَ اَمُوْتُ**﴾ آیت کے الفاظ ہیں اور **اموت** کے معنی **مات** کے ہرگز کوئی عربی دان نہیں کر سکتا۔ جب قرآن کی اس آیت کے نزول کے وقت تک مسیح علیہ السلام کو **اموت** کہا گیا یعنی مروں گا تو ثابت ہوا کہ ابھی تک **فوت** نہیں ہوا۔ یعنی اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تک جو چھ سو برس سے زیادہ عرصہ ہے، حیات ثابت ہوئی۔ کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ جو شخص فوت ہو چکا ہو وہ اپنے آپ کو اموت کہتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ زندہ کے حق میں اموت آتا ہے یعنی جس دن میں مروں گا۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے۔

پنجم: مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ میں مسیح موعود ہوں غلط ہوا کیونکہ اس آیت کی تشریح میں مرزا صاحب نے خود اقرار کر لیا کہ رفع اور نزول کا ذکر اس آیت میں نہیں۔ چونکہ اس آیت میں رفع ونزول کا ذکر نہیں اس لیے یہ خیال مسلمانوں کا ہیچ ہے اور نزول سراسر باطل ہے۔ جب بقول مرزا صاحب نزول باطل ہے تو مرزا صاحب کا اپنا دعویٰ بھی باطل ہوا۔

ششم: حضرت خلاصۂ موجودات محمد مصطفیٰ ﷺ کی تکذیب ہے، کیونکہ مسلم کی حدیث عن نواس بن سمعان میں چند بار یہ الفاظ آئے ہیں: **ویُحصَر نبیُّ اللّٰہ عیسیٰ واصحابُہ، فیرغَبُ نبیُّ اللّٰہ عیسیٰ واصحابُہ، ثم یَھْبِطُ نبیُّ اللّٰہ عیسیٰ واصحابُہ**. پس حضرت عیسیٰ کے اصالتاً نزول سے انکار رسول اللہ کا انکار اور تکذیب ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کیونکہ عیسیٰ نبی اللہ ہیں اور غلام احمد قادیانی جو ۱۹ سو برس کے بعد پیدا ہوا ہو ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ اسم علم کبھی نہیں بدلتا۔ غلام احمد قادیانی سے غلام احمد کی ذات ہوگی نہ کسی غیر کی۔ پس غلام احمد کو عیسیٰ نبی اللہ سمجھنا رسول اللہ کی تکذیب ہے۔ افسوس مرزا صاحب وفات مسیح کے ثابت کرنے کے واسطے ایسے ایسے ردّی دلائل پیش کرتے ہیں کہ کوئی اہل علم ایسا نہیں کر سکتا آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ کا رفع اور نزول ترک کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال ہیچ اور خلاف واقع ہے سبحان اللہ مسیح موعود ہونے کا مدعی سلطان القلم کے معزز لقب سے ملقب اور یہ جاہلانہ استدلال کہ چونکہ اس آیت میں رفع ونزول ترک کیا گیا ہے اس واسطے رفع ونزول باطل خیال ہے۔ یہ ایسا ہی استدلال ہے۔ جیسا کہ ایک جاہل اجہل قرآن شریف کی آیت ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ﴾ پیش کر کے مرزا صاحب کی طرح کہہ دے کہ چونکہ اس آیت میں نماز وزکوٰۃ وحج کا ذکر نہیں آیا اور قادیانی منطق کی رو سے جب ایک آیت میں کوئی امر ترک کیا جائے تو ہیچ اور خلاف واقع ہے اس واسطے نماز وزکوٰۃ وحج ہیچ وسراسر باطل خیال ہے۔ مسلمانو غور کرو کہ وفات مسیح کے عشق نے مرزا صاحب کو کہاں تک پہنچا دیا کہ اگر قرآن کی ایک آیت میں سارے قرآن کا مضمون نہ ہو تو سارا قرآن ودیگر احکام قرآن ہیچ وسراسر باطل ہو جاتے ہیں یہ ہیں قادیانی حقائق ومعارف۔ کوئی مرزا صاحب سے پوچھے کہ یہ طریقہ استدلال آپ نے کہاں سے سیکھا ہے اور کس علم سے یہ من گھڑت ایجاد بندہ اگرچہ سراسر باطل خیال گندہ لیا ہے۔ کیا یہ بھی الہامی دلیل ہے؟ کہ اگر ایک حکم یا امر ایک آیت میں مذکور نہ ہو تو دوسری آیات (نعوذ باللہ) بقول مرزا صاحب سراسر باطل ہیں۔ اس طرح تو اس آیت کے تمام قرآن شریف (نعوذ باللہ) ردّی ہوا۔ کیونکہ جس طرح مرزا صاحب نے لکھ مارا کہ رفع ونزول چونکہ اس آیت میں مذکور نہیں اس واسطے رفع ونزول باطل ہے۔ اور قرآن مجید کی آیات ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اِلَیۡہِ، وَاِن مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ﴾ کی طرف اشارہ نہ دیکھا بلکہ یہاں تک خود غرضی نے محو حیرت کر دیا کہ یہ آیات خود ہی پہلے اسی کتاب میں پیش کر کے آئے ہیں۔ مگر یہاں لکھتے ہیں کہ رفع ونزول اس آیت میں ترک کرنا دلیل ہے رفع اور نزول کے باطل ہونے کی۔ اگر کوئی کہے کہ اس آیت میں مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا مذکور نہیں اور یہ واقعہ عظیمہ تک ذکر نہ کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ خیال کے مسیح بغیر باپ پیدا ہوا سراسر خیال غلط ہے۔ تو جو جواب مرزائی اس معترض کو دیں گے وہی جواب ہمارا ہوگا۔ غرض مرزا صاحب نے اس استدلال سے اپنا سلطان القلم ہونا اور معجز بیان ہونا ثابت کر دیا ہے۔ کیا مرزا صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر تمام وکمال واقعات قرآن مجید میں مختلف مقام اور آیات میں مسیح کی نسبت مذکور ہیں سب کہ سب ایک ہی جگہ جمع ہو جاتے اور اسی آیت میں آجاتے کیونکہ ترک کرنا باطل کرنے کی دلیل ہے تو اس طرح تمام مذہب اسلام باطل ہے۔ کیونکہ ہر ایک مسلمان جانتا ہے کہ کسی آیت میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر ہے، کسی آیت میں یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ذکر ہے، کسی آیت میں نماز کا ذکر ہے اور کسی آیت میں حج کا ذکر ہے۔ اور کسی آیت میں زکوۃ کا ذکر ہے۔ تو پھر مرزا صاحب کے مذہب میں اگر حج والی آیت پر عمل ہو تو نماز وروزہ اور یتیموں کے ساتھ سلوک اور والدین سے احسان وغیرہ وغیرہ سب احکام سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کا ذکر پیش کردہ آیت میں ترک کیا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کی حالت پر جو خیال ان کے دل میں پیدا ہوتا خواہ وہ کیسا ہی نامعقول ہوتا اس کو لکھ مارتے اور افسوس ان کے مریدوں پر جو بے چون وچرا تسلیم کر لیتے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کا استدلال کس طرح درست ہو سکتا ہے اور یہ آیت وفات مسیح پر کس قاعدہ اور طریقہ اہل علم سے دلالت کرتی ہے۔ مرزا صاحب بڑے زور شور سے اعتراض کرتے ہیں اور ان کے مرید بھی کہتے ہیں کہ مسیح آسمان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر طعام کہاں سے کھاتا ہوگا۔ بول و براز کہاں کرتا ہوگا۔ اور دیگر حوائج انسانی کس طرح پوری کرتا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ تو ان کا جواب ہم مرزا صاحب کے قاعدہ استدلال سے یہ دیتے ہیں کہ چونکہ اس آیت ﴿وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا﴾ میں کھانے پینے بول براز اور واقعات عظیمہ کا ذکر ترک کیا گیا ہے۔ اس واسطے مسیح کھانے پینے بول براز کے خیالات باطل ہیں جس طرح اس کے رفع ونزول کے خیالات ترک ذکر سے باطل ہیں۔ اگر مرزائی ہماری اس دلیل کو تسلیم کرلیں گے تو ہم بھی مرزا صاحب کی اس دلیل کو تسلیم کرلیں گے ورنہ یہ شعر ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں کی نذر کریں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب وفات مسیح کے ثابت کرتے وقت سب مسلمات دین ولغات ومحاورات بھول جایا کرتے تھے۔ نادان سے نادان آدمی بھی جانتا ہے کہ جب یوم ولادت و یوم وفات ذکر کیا جائے تو تمام وسطی حالات کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ **"اول را بآخر نسبتے ہست"** کا مشہور مقولہ شاہد ہے۔ پس یہ آیت بھی حیات مسیح پر دلیل ہے نہ کہ وفات مسیح پر۔ کیونکہ اس سے رفع جسمانی ثابت ہے۔

قولہ بارھویں آیت: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفّٰى وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلٰى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ "بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف رد کیے جاتے ہیں اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد علم کے نادان ہوجاتے ہیں"۔

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح پر ہرگز دلالت نہیں کرتی اور نہ مسیح سے یہ متعلق ہے۔ مسلمانوں کو قرآن مجید کا (۱۷پارہ رکوع ۸) دیکھنا چاہیے۔ مرزا صاحب نے اس آیت میں تحریف معنوی کی ہے۔ پہلے ہم اس آیت کا اصل مطلب بیان کرتے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ آیت قیامت کے منکر کفار کو سمجھا رہی ہے کہ وہ خدا جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر علقہ بنایا، پھر مضغہ سے بنایا اور پھر ماں کے پیٹ میں جگہ دی اور پھر اپنے ارادہ سے طفل بنا کر نکالا۔ اور پھر جوان کیا۔ پھر تم میں سے کوئی تو مر جاتا ہے اور کوئی بڑھاپے کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے کہ پھر اس کو کوئی علم نہیں رہتا۔ یہ خلاصہ ترجمہ کا ہے۔ اوپر کی آیت کا اور آیت مستدلہ کا۔ یہ آیت خدا تعالیٰ کی قدرت اور عجوبہ نمائی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان لوگوں کو جو محالات عقلی کے دلائل سے قیامت کا انکار کرتے ہیں ان کو سمجھاتا ہے کہ تم قیامت کے محالات عقلی پر کیوں جاتے ہو پہلے اپنی ہی پیدائش کے حالات اور مختلف منازل کی طرف دیکھو کس طرح ہم نے تم کو بنایا۔ اور جب ہم نے تم کو عدم سے بنا کر کھڑا کیا تو اب تمہارا دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔ جب ہم پہلے محالات عقلی پر قادر تھے تو اب بھی ہم تم کو قبروں سے اٹھا سکتے ہیں جو تمہارے نزدیک محالات عقلی میں سے ہے۔

اس آیت کا وفات مسیح کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اگر مرزائی صاحبان اقرار کریں کہ یہ آیات حضرت مسیح کے حالات پر حاوی ہیں اور حضرت مسیح بھی اسی سنت اللہ اور قانون فطرت اور قدرت کے تابع ہے تو ہم زور سے کہتے ہیں کہ ان کی حالت اس شکار کی طرح ہو گی جو خود شکاری کے آگے آ جائے اور شکاری با آسانی اس کو اپنے دام میں پھنسا دے۔ پہلے اس کے کہ کوئی مرزائی اپنے مرشد کی حمایت کرے اور مسیح کو قانون قدرت کے ماتحت لائے ہم خود ہی مفصلہ ذیل دلائل پیش کر دیتے ہیں۔ جس سے ثابت ہو گا کہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی اور مرزا صاحب کا استدلال اس آیت سے بھی غلط ہے۔

اول: خدا تعالیٰ نے ان آیات میں قانون فطرت بتایا ہے کہ انسان کی پیدائش نطفہ سے ہے۔ مگر مسیح علیہ السلام باتفاق فریقین بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا۔ جب پہلے ہی مسیح اس قانون فطرت سے مستثنیٰ کر کے بغیر مس مرد کے صدیقہ مریم کے پیٹ میں خلاف قانون فطرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

متذکرہ بالا آیات جو اس آیت سے پہلے ہیں پیدا کیا تو پھر یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز صادق نہیں آسکتی۔

دوم: یہ نطفہ انسان کی صفت ہے کہ وہ عمر کی درازی سے ضعیف ہو جاتا ہے اور مادی ہونے کے باعث زمین کی تاثیرات سے متاثر ہو کر ضعیف ہو جاتا ہے۔ مگر آسمان کی تاثیرات ایسی ہیں کہ اجرام فلکی کا بدل **مایتحلل** ساتھ ہی ساتھ ہوتا جاتا ہے۔ اور وہ ضعیف نہیں ہوتے۔ پس مسیح بھی تاثیرات فلکی سے ارذل عمر کے ضعف سے بچا ہوا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ فرشتے، ستارے، آفتاب، مہتاب وغیرہ ایک ہی حالت پر رہتے ہیں۔ لہذا مسیح بھی آسمان پر درازی عمر سے نکما نہیں ہو سکتا اور نہ زمین کی آب و ہوا کی طرح آسمان کی آب و ہوا ہے کہ مسیح کو ارذل عمر ملے۔ چونکہ مسیح کی پیدائش نفخ روح سے تھی اور روح درازی عمر سے ضعیف نہیں ہوتا صرف جسم ہوتا ہے۔ اس لیے مسیح کے واسطے ارذل عمر کا ضعف لازم نہیں۔ کیونکہ وہ روح تھا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ''فصوص الحکم'' میں لکھتے ہیں: اور عیسیٰ علیہ السلام دو جہت سے بشر کی صورت ہوئے۔ ایک جہت ان کی ماں کی طرف سے تھی اور دوسری جہت جبرئیل سے تھی۔ کیونکہ وہ بشر کی صورت پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور یہ دو جہتیں اس واسطے ہوئیں کہ اس نوع انسانی میں تکوین خلاف عادت نہ واقع ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿ **كَلِمَةُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ** ﴾ یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلمہ ہیں اور ان کو مریم کی طرف القا فرمایا اور وہ روح اللہ ہیں (دیکھو فص عیسوی فصوص الحکم اردو شیخ اکبر ابن عربی) کے اس حوالے سے جو قرآن کی تفسیر میں ہے۔ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح ماں کی جہت سے بشر تھے اور باپ کی جہت سے روح اللہ تھے۔ پس مسیح قانون خلقت انسانی کے ماتحت پیدا نہ ہوئے اور نہ ارذل عمر کا ہونا ان کے واسطے ہونا ضروری ہے۔ یا تسلیم کرو گے کہ روح اللہ کو بھی ارذل عمر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ حضرت جبرائیل سب پیغمبروں اور رسولوں کے پاس آتے رہے جو ابتدائے دنیا سے پیدا ہوتے رہے اور وہ ارذل عمر کو نہ پہنچے حالانکہ ہزاروں برس گزر گئے اور نہ علم الٰہی حضرت جبرائیل کو فراموش ہوا۔

سوم: جب خدا تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت مسیح کے حق میں فرماتے ہیں کہ ''وہ نہ صلیب دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا'' تو ثابت ہوا کہ وہ ارذل عمر اور وفات وضعف پیری سے ایسا ہی مستثنیٰ کیا گیا جیسا کہ اپنی ولادت میں قانون فطرت سے مستثنیٰ کیا گیا تھا کہ بغیر نطفہ مرد کے پیدا ہوا اور عجوبہ نمائی قدرت خدا تعالیٰ کی ظہور میں آئی۔ کیونکہ علم طب سے ثابت ہے کہ ہڈی نطفہ مرد سے بنتی ہے اور گوشت خون حیض سے بنتا ہے مگر مسیح میں ہڈی تھی اور نطفہ مرد سے پیدا شدہ نہ تھا۔ اسی طرح تا نزول اس کو عمر دراز عطا کی گئی اور ارذل عمر کے اثر سے خاص کرشمہ قدرت سے محفوظ ہے۔

اب ہم مرزا صاحب کی وجہ استدلال کا جواب دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ وجہ استدلال بھی غلط ہے۔

اول: مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ سنت اللہ دو ہی طرح سے تم پر جاری ہے۔ بعض عمر طبعی سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں...... (الخ)

مرزا صاحب نے ''دو ہی طرح سے سنت اللہ کا جاری ہونا'' کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے؟ آیت میں تو دو کا کوئی لفظ نہیں اور نہ طبعی موت کا لفظ ہے۔ الفاظ ''دو طریق اور طبعی موت'' مرزا صاحب نے اپنے پاس سے لگا لیے ہیں جو کہ مشاہدہ سے بھی غلط ہے کیونکہ بعض بچے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں جو کہ مرزا صاحب کے دو طریق کے حصر کو توڑ رہے ہیں۔ بعض کا اسقاط حمل ہو جاتا ہے اور پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ اس سے بھی مرزا صاحب کا حصر کہ ''دو ہی طریق سے سنت اللہ جاری ہے'' غلط ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم: مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں مگر عمر طبعی کا عرصہ نہ بتایا کہ کتنی عمر کو عمر طبعی کہتے ہیں اور جب اس حد سے عمر گزر جائے تو عمر ارذل ہے۔ افسوس مرزا صاحب فلاسفہ کی تقلید تو کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ڈر جاتے ہیں اور بودی دلائل سے جہلاء کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حکمائے یونان کا مقولہ ہے کہ عمر طبعی انسان کی ایک سو بیس برس مقرر ہے۔ اس سے اگر پہلے مر جائے تو یہ موت طبعی نہیں بلکہ کسی حادثہ سے ہے جیسا کہ چراغ میں تیل بھی ہو بتی بھی ہو مگر ہوا کے جھونکوں سے گل ہو جائے۔ اسی طرح انسان عمر طبعی سے پہلے مر جاتے ہیں۔ مگر اہل اسلام بلکہ کل اہل مذاہب کا اتفاق ہے کہ کسی جاندار (انسان ہو یا حیوان) کی عمر طبعی مقرر نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق موت آنی ہے خواہ کوئی جوان ہو، خواہ بوڑھا، خواہ شیر خوار بچہ، خواہ جنین یعنی وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ مرزا صاحب کا استدلال تب درست ہو سکتا تھا کہ عمر طبعی قرآن یا کسی حدیث سے ثابت ہوتی۔ مگر قرآن اور تواریخ سے تو ثابت ہے کہ اصحاب کہف ۳۰۷ برس اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ۹۳۰ برس اور نوح علیہ السلام کی عمر ۱۲۰۰ برس کی تھی۔ شاہنامہ ''فردوسی طوسی'' میں لکھا ہے کہ رستم کی عمر ایک ہزار ایک سو تیرہ برس کی تھی ع

''ہزار صد و سیزدہ سالہ مرد''

مرزا صاحب نے عمر طبعی کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ جب اس حد سے گزر جائے تو ارذل عمر ہے۔ جب موت کا وقت مقرر نہیں اور یہ ایسا مسلمہ امر ہے کہ جس میں موافق و مخالف سب متفق ہیں اور صرف اتفاق ہی نہیں بلکہ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ اچانک موت آ جاتی ہے۔ طبعی موت کی کوئی حد مقرر نہیں جب خدا تعالیٰ کسی کو اپنی طرف بلاتا ہے تو وہ فوراً چلا جاتا ہے ﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ نص قرآنی شاہد ہے۔ اور اگر اخیر عمر کے حصے کو ارذل کہا جائے تو اس سے کوئی انسان خالی نہیں۔ کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو پچیس برس کی عمر میں فوت ہوا اس پندرہ برس کی عمر کے مقابل بیس پچیس برس کا زمانہ ارذل عمر ہے اور جو سو برس کی عمر میں فوت ہوا اس کا ارذل زمانہ نوے برس ہوا اور جس نے ہزار برس کی عمر پائی اس کا زمانہ ارذل عمر تو سو برس کے بعد ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس مسیح کا زمانہ ارذل عمر نزول کے بعد ہوسکتا ہے۔ تب بھی مرزا صاحب کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ طبعی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اگر ہے تو کوئی مرزائی بتائے۔

دور نہ جاؤ! مرزا صاحب اور حکیم نور دین صاحب کا آخری حصہ عمر اگر ارذل تھی تو پھر وہ تمام علم بھول گئے تھے اور نادان بچوں کی طرح باتیں کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط ثابت ہوا اور ایسے ایسے دلائل شاید اسی ارذل عمر کا خاصہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ ان کا ارذل زمانہ ۷۰، ۸۰ برس ہے جس کے درمیان فوت ہو گئے یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے جو قرآن میں تحریف کر کے طبعی عمر اپنی طرف سے بڑھالیا ہے غلط ہے۔ اور یہ آیت وفات مسیح پر ہرگز دلیل نہیں۔

قولہ تیرھویں آیت: یہ ہے ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ یعنی ''تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ یہاں تک اپنے تمتع کے دن پورے کر کے مر جاؤ گے''۔ آگے جا کر لکھتے ہیں کہ ''یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر جانے سے روکتی ہے۔ کیونکہ ﴿لَكُمْ﴾ جو اس جگہ فائدہ تخصیص کا دیتا ہے اسبات پر بصراحت دلالت کر رہا ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جاسکتا۔ الخ (ازالہ اوہام، ص ۲۰۹)

اقوال: یہ آیت بھی مسیح کے متعلق نہیں یہ تو آدم اور شیطان کے حق میں ہے۔ دیکھو ان سے پہلی آیت ﴿وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ یعنی ''اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور زمین میں تمہارے لیے ایک وقت خاص تک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ٹھکانا ہے''۔

اب روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس (شیطان) کے حق میں ہے۔اور اس وقت ابھی مسیح کی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔تو یہ آیت مسیح کے حق میں ہرگز نہیں۔یعنی جب حضرت آدم نے نافرمانی کی اور شیطان کے بہکانے سے گنہگار ہوا تو خدا تعالیٰ نے ان کو سزا دی اور فرمایا کہ آسمان سے نیچے زمین پر اتر جاؤ اور وقت مقرر تک وہاں ہی رہو۔حضرت مسیح کی وفات کا اس میں کہاں ذکر ہے اور حضرت مسیح کا آسمان پر جانا جو صریح نص قرآنی اور شہادت انجیل سے ثابت ہے۔کیونکر ناممکن ہے۔بلکہ اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ انسان آسمان پر جا سکتا ہے۔کیونکہ انسان کا جد امجد حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے اترے۔جب آسمان سے اترنا اسی آیت سے جو مرزا صاحب نے خود پیش کی ہے ثابت ہے تو آسمان پر جانا بدرجہ اولیٰ ممکن اور ثابت ہوا۔کیونکہ آسمان پر انسانی سکونت پہلے تھی اور اس کے طعام آسائش کے سامان بھی مہیا تھے۔جب پہلے انسان وہاں پر سکونت پذیر تھا۔اور کسی جرم کی سزا میں زمین پر اتارا گیا تو اس آیت سے آسمان پر جانا ممکن ہوا۔کیونکہ جو شخص ایک جگہ سے آئے اس جگہ واپس بھی جا سکتا ہے۔

دوم: ﴿اِهْبِطُوْا﴾ کے حکم سے معلوم ہوا کہ آسمان سے زمین پر اترنا ہوا۔جب انسان آسمان پر نہیں رہ سکتا تھا تو آدم کس طرح رہا۔کیونکہ بعد میں اترا پہلے تو رہتا تھا۔اور کھاتا پیتا تھا۔اور طعام اس کو ملتا تھا۔کیونکہ بہشت میں سب اسباب معیشت موجود ہیں۔اس سے تو مرزا صاحب کے تمام اعتراضات اڑ گئے کہ عیسیٰ کو آسمان پر طعام نہ ملتا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔کیونکہ آدم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے۔مرزا صاحب **لکم** کو تخصیص کے فائدہ کے واسطے کہتے ہیں۔یعنی **لکم** کا مرجع خاص شیطان اور آدم ہیں۔مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ **لکم** مرجع خاص آدم و شیطان ہیں مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہے۔کیونکہ جب شیطان اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آدم کو یہ خطاب خاص ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیھم السلام مستثنیٰ رہے۔ یعنی یہ خاص حکم کہ اتر جاؤ اور تمہارا ٹھکانا زمین ہے خاص آدم اور شیطان کے واسطے ہیں۔ مسیح کا اس آیت سے کچھ تعلق نہیں پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا استدلال غلط ہے۔

قولہ چودھویں آیت: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ یعنی جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ حواس میں فرق آ جاتا ہے عقل اس کی زائل ہو جاتی ہے۔ الخ

اقول: اس آیت میں بھی کہیں نہیں لکھا کہ مسیح فوت ہو گئے اور نہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔ مرزا صاحب کی جو وجہ استدلال ہے وہی درست نہیں۔ کیونکہ جب زیادتی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کہ جب انسان اس حد تک پہنچ جائے۔ تو پھر فرتوت وہیم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایسا بوڑھا کہ اس کے حواس قائم نہ رہیں۔ انسان کی فطرت مختلف طاقتوں اور قوتوں والی بنائی گئی ہے۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ کئی لوگ پچاس برس سے زیادہ عمر کے ہوئے اور ان کی طاقتیں بالکل سلب ہو جاتی ہیں اور بچپن کا زمانہ عود کر آتا ہے۔ مگر بعض ایسے طاقتور ہوتے ہیں کہ اسی نوے برس کی عمر میں بھی ان کی نظر قائم رہتی ہے۔ اور حواس بجا رہتے ہیں اور ایسی صائب رائے دیتے ہیں کہ جوانوں کو بھی وہ باتیں نہیں سوجھتی۔ جوان کو سوجھتی ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی اور جب مسلمانوں سے مقابلہ تھا تو ایسی ایسی تدبیر اس کو سوجھتی تھیں کہ بہت نو جوانوں کو نہ سوجھتی تھیں۔ زیادتی عمر نے اس کی قوتوں میں کچھ کمی نہ کی۔ پنجاب میں ایک مثل مشہور ہے کہ "فلاں شخص ستر بہتر گیا ہے" یعنی بے وقوفی کی باتیں کرتا ہے حالانکہ ہزاروں اشخاص کے حق میں یہ مثال غلط ہوتی ہے۔ حکیم نور دین صاحب کی عمر زیادہ ہو گئی تھیں مگر ان کو قادیانی مشن کی ترقی کے وہ وہ وسائل سوجھتے تھے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہ کسی جوان مرزائی کو نہ سوجھتے تھے۔ پس جب عمر کی طاقتوں کی کوئی حد نہیں تو پھر یہ قیاس ہی غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زیادتی عمر کے باعث نکما ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ مرزا صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام سے خاص معاملہ ہے اور مسیح بھی نبی و رسول تھا اس لیے اس کے ساتھ بھی خاص معاملہ ہے کہ وہ تا نزول زندہ رہے گا۔ اور درازی عمر کا اثر اس پر ہرگز نہ ہو گا جس طرح کے اصحاب کہف پر باوجود گزر جانے عرصہ دراز ۳۰۹ سال کے وہ جس عمر اور طاقت کے ساتھ سوئے تھے۔ ۳۰۹ برس کے بعد اسی طاقت اور عمر کے ساتھ اٹھے اور زمانے کے اثر سے محفوظ رہے۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ۱۴۰۰ برس کی تھی اور زمانے کے اثر سے وہ محفوظ رہے۔ حضرت شیث علیہ السلام کی عمر ۹۱۲ برس کی تھی اور ان کی طاقتوں میں فرق نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے کہ وہ اسے قاعدہ کلیہ بناتے ہیں۔ اور جو امر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی پر منحصر رکھا ہوا ہے۔ اس کو اپنے قیاس سے خلاف منشاء خدا تعالیٰ کلیہ قاعدہ بتاتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے کوئی طبعی عمر مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی کوئی پیری وغیرہ کا زمانہ مقرر فرمایا ہے۔ تو پھر یہ غلط خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تغیر کا زمانہ آ گیا ہو گا۔ جب کہ ثبوت موجود ہے کہ آسمانی مخلوق بہ نسبت زمینی مخلوق کے الطف اور اکمل ہے۔ اور زمانہ کا اثر ان پر کم ہوتا ہے یا بالکل ہی نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا بنی ہے چاند و سورج و ستارے وغیرہ بروج اپنے اپنے کام میں بحکم ایزد متعال لگے ہوئے ہیں کوئی بوڑھا نہیں ہوا۔ کوئی ارذل عمر تک پہنچ کر ردی نہیں ہوا فرشتے بوڑھے ہو کر پاگل نہیں ہو گئے۔ حاملان عرش نے بوڑھے ہو کر اور کم طاقت ہو کر عرش رب العالمین کو پھینک نہیں دیا تو حضرت عیسیٰ آسمان پر کس طرح زمانہ کے اثر سے ﴿نُعَمِّرْهُ﴾ ہو کر نکمے ہو سکتے ہیں؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت و جبروت سے لاعلمی کا باعث ہے اور اس حی و قیوم خدا کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قدرت لامحدود سے ناواقفیت کا سبب ہے کہ مرزا صاحب کو ایسے ایسے وہم اور قیاس سوجھتے ہیں۔ ورنہ جس کا یہ اعتماد ہو کہ خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس نے صرف ایک امر کُنْ سے تمام کائنات کو ایک دم بنا کھڑا کیا ہے۔ اس کے آگے ایک انسان کو درازی عمر کا دینا اور تا نزول زندہ رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ افسوس مرزا صاحب ایک حرف تو مانتے ہے کہ خدا نے ابراہیم پر آگ سرد کر دی جو بالکل خلاف قانون قدرت ہے۔ مگر دوسری طرف حضرت عیسیٰ کے زیادہ عمر پانے سے انکار کرتے ہیں۔ اور ایسے ایسے ردی دلائل پیش کرتے ہیں کہ بقول ان کے ان کی اپنی ہی ارذل عمر کا ثبوت ہے۔ ورنہ دیندار مومن بالغیب کی شان سے بعید ہے کہ ایسے ایسے من گھڑت ڈھکوسلوں سے نصوص قرآنی کا انکار کرے۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح کا استدلال غلط ہے۔

قولہ پندرھویں آیت: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً﴾ ترجمہ: ''خدا وہ ہے جس نے تم کو ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت دے دی'' یہ آیت بھی صریح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ کوئی انسان اس قانون قدرت سے باہر نہیں...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح پر نص قطعی تو درکنار کنایۃً بھی دلالت نہیں کرتی۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ ہر ایک انسان کے لئے ضعف پیری ضرور ہے اس لئے حضرت مسیح بھی ضعف پیری سے بچ نہیں سکتے مگر کوئی باحواس آدمی کہہ سکتا ہے کہ ضعف پیری سے موت ہو جاتی ہے یا جو ضعف پیری سے ضعیف ہو جائے وہ ضرور ہی مر جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں بوڑھے ضعیف دنیا میں بقید حیات موجود ہیں۔ کیا یہ ان کی وفات کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس قدر عمر پائی۔ کیا وہ مردہ تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ جو ضعیف العمر ہو وہ ضرور مر جاتا ہے۔ جبکہ پیری کا کوئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خاص زمانہ مقرر نہیں اور نہ عمر طبعی کا کوئی زمانہ مقرر ہے۔ اگر کوئی جاہل حکیم نورالدین سے کہتا کہ آپ ضعف پیری سے فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پیش کرتا ہے کہ چونکہ آپ کو ضعف پیری آگیا ہے۔ آپ مردہ ہیں لہٰذا آپ خلیفہ نہیں ہو سکتے کیونکہ مردے کبھی خلیفہ نہیں ہوتے تو مرزا صاحب کے مرید اس دلیل کو تسلیم کر لیتے اور حکیم صاحب کو مردہ تصور کر لیتے، ہرگز نہیں۔ تو پھر مسلمان مرزا صاحب کی اس دلیل کو کس طرح تسلیم کر لیتے۔ (☆) ''مولوی محمد احسن صاحب امروہی'' اب تک ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی مردہ مانے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعف پیری میں زندہ موجود ہیں۔ کیا وہ بھی مردہ مانے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح ضعف پیری سے کس طرح مردہ ثابت ہو سکتا ہے۔ کیا ضعف اور موت ایک ہی چیز ہے۔ مرزا صاحب خود ہمیشہ امراض کے دورہ سے کمزور اور ضعیف رہتے۔ دردسر اور دیگر بیماریوں کے باعث ضعیف رہتے مگر کوئی ان کو مردہ نہ سمجھتا تھا۔ اگر بفرض محال یہ سمجھ لیں کہ مسیح کی عمر دو ہزار برس ہونے کی وجہ سے وہ ضعیف العمر ہے تو اس سے اس کی وفات کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ پس اس آیت سے بھی حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ ضعیف العمری نشان زندگی ہے نہ کہ نشان موت۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا۔ مرزا صاحب بار بار قانون قدرت! قانون قدرت! کہہ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ مسیح اس قانون قدرت کے نیچے ہے کس مسلمان کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ مسلمان تو بار بار کہتے ہیں کہ بعد نزول مسیح ۴۰ برس زمین پر رہیں گے۔ اور پھر فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن کئے جائیں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے۔ مگر افسوس مرزا صاحب نے وفات مسیح ثابت کرتے کرتے ضعیف العمری ثابت کر کے حیات مسیح ثابت کر دی۔

قولہ سولھویں آیت: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

﴿فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ﴾ (الخ)۔ یعنی اس زندگی دنیا کی مثال یہ ہے کہ جیسے اس پانی کی مثال ہے جس کو ہم آسمان سے اتارتے ہیں اور پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جاتی ہے۔ پھر وہ روئیدگی بڑھتی اور پھولتی ہے اور آخر کاٹی جاتی ہے۔ یعنی کھیتی کی طرح انسان پیدا ہوتا ہے اول کمال کی طرف رخ کرتا ہے پھر اس کا زوال ہو جاتا ہے۔ کیا اس قانون قدرت سے مسیح باہر رکھا گیا ہے...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی وفات مسیح ہرگز نہیں بتاتی اور نہ یہ مسیح کے بارہ میں ہے۔ یہ آیت پیش کر کے تو مرزا صاحب نے دراز عمر ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ جس طرح پانی امتزاج عناصر سے کھیتی اور پھل تیار کرتا ہے یا پانی سے کھیتیاں اور پھل تیار ہوتے ہیں اسی طرح انسانی وحیوانی زندگی ہے آخر کار ہر ایک انسان کھیتی کی طرح کاٹا جائے گا۔ جس طرح کھیتی اور درخت کاٹے جاتے ہیں۔ اس سے کس کو انکار ہے۔ ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے۔ جھگڑا تو سارا درازی عمر کا ہے اور درازی عمر ہم حضرات آدم ونوح وشیث علیھم السلام وغیرہم ثابت کر آئے ہیں۔ لیکن جس خدا نے ان رسولوں کو دراز عمریں دیں۔ وہی خدا مسیح کو بھی جس قدر چاہے دراز عمر دے سکتا ہے۔ اس میں کوئی خلاف قانون قدرت نہیں۔ جب بعد نزول مسیح فوت ہوگا۔ تو اسی قانون کے نیچے آ جائے گا۔ اس مثال سے تو اللہ تعالیٰ نے درازی عمر مسیح ثابت کر دی ہے کہ فرمایا کہ یہ حیاتی دنیا کے پانی کی مانند ہے جس طرح پانی دوسرے عناصر سے مل کر مختلف منازل طے کرتا ہے۔ یعنی پہلے بیج سے انگوری نکلتی ہے اور پھر درخت اور پھل، پھول، پتے ہوتے ہیں اسی طرح یہ حیاتی انسانی پہلے ماں کے پیٹ میں منزلیں نطفہ، مضغہ، میں ہونے کی منازل طے کر کے بچہ، طفل، جوان، اور فرتوت ہو کر آخر مر جاتا ہے۔ اس قانون سے کسی کو اختلاف وانکار نہیں۔ مگر مرزا صاحب جو اس قانون قدرت کو مساوی طریق پر ہر ایک متنفس پر یکساں جاری کرتے ہیں یہ غلط

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔ کیونکہ نہ نباتات کا وقت یکساں معین ہے اور نہ حیوانات کا وقت زندگی یکساں سب حیوانوں کے واسطے مقرر ہے۔ سب کھیتیاں مساوی عمر کی نہیں ہوتیں اور نہ سب حیوان وانسان مساوی عمر کے ہوتے ہیں ہر ایک میں امر رب جاری ہے۔ دیکھو کدو وغیرہ وغیرہ ترکاریوں کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ صرف بائیس تئیس مہینے پھل دے کر جل جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف جو مکئی، گندم کئی ماہ میں تیار ہو کر کاٹے جاتے ہیں اور دیر تک انکا ذخیرہ رکھا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ترکاریاں اور پھل دو تین روز سے زیادہ نہیں رہ سکتے۔ پونڈا یعنی گنا دس ماہ کے بعد تیار ہوتا ہے اور اس کی عمر بھی کم ہوتی ہے۔ یہی اختلاف درختوں اور انکے پھلوں میں ہے آڑو کا درخت دو سال میں تیار ہو جاتا ہے۔ اور پھل لاتا ہے اور آم و انار کا درخت دس بارہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ لے کر تیار ہوتا ہے۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو روزمرہ مشاہدہ میں آرہی ہیں کہ نباتات کی عمریں بھی مساوی نہیں اور نہ قانون قدرت یکساں طور پر ہر ایک مخلوق میں جاری ہے۔ بعض حیوانات بہت عمر کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سانپ، گوہ وغیرہ۔ اور بعد حیوانات درازی عمر پاتے ہیں جیسے حشرات الارض اور بکری وغیرہ جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ اس مثال پانی والی میں وجہ شبہ قانون نشوونما ہے جس کے واسطے کوئی حد مقرر نہیں۔ ایسا ہی انسانوں کی عمریں مساوی نہیں ان میں قانون نشوونما بیشک جاری ہے۔ مگر فطری طور پر نہیں ہے۔ سب میں مشیت ایزدی خفیہ کام کر رہی ہے منشائے حق کے مطابق سب نباتات مختلف طور پر پھل پھول لا رہے ہیں جب تک حکم ہوتا ہے تب تک پھل لاتے ہیں اور آخر جل سڑ کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ ہرگز نہیں کہ سب کے سب ایک حد معین تک محدود ہوں۔ بعض درخت سیکڑوں برس تک قائم رہتے ہیں اور بعض چند سالوں میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح حیوان اور انسان ہیں کہ نشوونما میں تو اس قانون فطرت کے تابع ہیں مگر اپنی ہستی قائم رکھنے میں مختلف مدراج رکھتے ہیں اور سب میں امر حق جاری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔اور مشیت ایزدی کے تابع ہیں۔حضرت نوح اس قانون قدرت کے تابع پیدا ہوئے کہ ۱۴۰۰ برس تک مشیت ایزدی کے امر کے موافق زندہ رہے اور عوج بن عنق ۳۵۰۰ برس تک زندہ رہا۔ (دیکھو جامع العلوم مطبوعہ نول کشور صفحہ ۳۸) حالانکہ اب اس قدر عمر دراز محالات میں سے ہے اور خلاف قانون قدرت سمجھی جاتی ہے مگر واضح رہے کہ مقنن یعنی قانون بنانے والے کا اختیار ہوتا ہے کہ بعض امور میں قانون کی پابندی نہ کرے جس کو شاذ و نادر کہتے ہیں۔دور نہ جاؤ حضرت مسیح کی ولادت ہی شاذ و نادر بطور معجزہ کے ہے۔اگر اس کو درازی عمر بھی خدا تعالیٰ نے دے دی اور تا نزول زندہ رکھا تو کیا محال ہوا۔پس یہ آیت بھی مسیح کی حیات ثابت کرتی ہے کہ جس طرح پانی کھیتی میں ایک ہی اثر نہیں رکھتا اور ایک ہی وقت سب کھیتیاں تباہ و ہلاک نہیں ہوتی اسی طرح انسان میں بھی دنیا کی حیاتی مختلف مدارج رکھتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف عمریں ہیں ایک ہی وقت اور عمر سب کے واسطے مقرر نہیں کوئی بچپن میں مر جاتا ہے کوئی جوانی میں مر جاتا ہے کوئی بوڑھا ہو کر نہیں مرتا حالانکہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور وہ خود بھی مرنا چاہتا ہے مگر مشیت ایزدی اس کو زندہ رکھتی ہے حالانکہ نشو و نما سب کے سب قانون قدرت کے نیچے ہیں۔پس مسیح بھی حیاتی کے نشو و نما میں بیشک قانون قدرت کے تابع ہے۔مگر درازی عمر اس کو اس قانون سے خارج نہیں کرتی اس لئے اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ سترھویں آیت: ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ﴾ یعنی اول رفتہ رفتہ تم کو کمال تک پہنچاتا ہے اور پھر تم اپنا کمال پورا کرنے کے بعد زوال کی طرف میل کرتے ہو یہاں تک کہ مر جاتے ہو......(الخ)

اقول: اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز مفہوم نہیں ہوتی۔یہ وہی قانون قدرت ہے یعنی نشو و نما کے بعد تم مرنے والے ہو۔اس سے مرزا صاحب نے کلیہ کس طرح بنا لیا کہ جو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قانون قدرت کے مطابق پیدا ہو کر نشو ونما پائے وہ اسی وقت مر جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی استدلال ہے کہ کوئی آ کر مولوی غلام رسول صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو کہے کہ جناب آپ فوت شدہ ہیں اور یہی آیت پڑھ دے ﴿**ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ**﴾ یعنی بعد نشو ونما کے آپ مرنے والے ہیں۔ پس اس آیت کے رو سے آپ مردہ ہیں۔ جو شخص مرنے والے اور مرے ہوئے میں فرق نہیں کرتا اس کے حق میں کیا کہا جائے ۔ یہ کون کہتا ہے کہ مسیح مرنے والا نہیں۔ جس کا یہ اعتقاد ہو کہ مسیح مرنے والا نہیں اس کو یہ آیت سنانی چاہئے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ مسیح بعد نزول مرنے والا ہے۔ اور اس آیت میں بھی ﴿**مَيِّتُوْنَ**﴾ فرمایا گیا ہے جو کہ اگر مسیح کے حق میں لیا جائے تو اس کی حیات ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ﴿**مَيِّتُوْنَ**﴾ فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ **مات** یعنی مرنے والا فرمایا مر گیا نہیں فرمایا۔

قولہ اٹھارھویں آیت: ﴿**اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ**﴾ (الآیہ) ان آیات میں بھی مثلاً یہ ظاہر کیا ہے کہ انسان کھیتی کی طرح رفتہ رفتہ اپنی عمر کو پورا کر لیتا ہے۔ اور پھر مر جاتا ہے...... (الخ)

اقول: کھیتی اور پانی کی مثال کا جواب سولہویں آیت کے جواب میں دیا گیا ہے یہ صرف آیت کا نمبر بڑھانے کے واسطے اسی مضمون کی آیت کو لکھا ہے جو کہ اہل علم کے نزدیک عیب سخن ہے۔ ہم جواب دے چکے بار بار ذکر کی حاجت نہیں۔ ہاں اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ عمر کا پورا کرنا جو لکھا ہے۔ وہ کون سی عمر کی حد مقرر ہے کہ جب تم اس حد عمر تک پہنچ جاؤ گے تو مر جاؤ گے جب عمر کی حد مقرر نہیں جو ہزار برس زندہ رہے گا اس کی وہی عمر ہے۔ پس مسیح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعد نزول چاہے ہزار برس گزر جائیں اس کی مدت عمر وہی ہوگی اور وہ پوری کر کے ضرور مرے گا عمر جب تک کوئی حد مقرر نہ کرو۔تب تک یہ آیت وفات مسیح پر دلیل نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر سو آیت بھی ایسی پیش کرو گے تو ہرگز کام نہ آئی گی۔ پہلے عمر کی حد مقرر کرو جب ایک شخص کی حد عمر ہی مقرر نہیں تو پھر جو دو ہزار برس کے بعد نازل ہو کر مرے گا۔وہی زمانہ اس کی عمر کا پورا ہونا ہوگا۔پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ انیسویں آیت: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّآ اِنَّهُمۡ لَیَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَیَمۡشُوۡنَ فِی الۡاَسۡوَاقِ﴾ یعنی ہم نے تجھ پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے......(الخ)

اقول: یہ آیت بھی ہرگز نہ تو مسیح کے متعلق ہے اور نہ اس سے وفات مسیح کا وہم وگمان بھی ہوسکتا ہے۔یہ آیت تو صرف ان کفار کو جواب دے رہی ہے۔جو رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت کی شان سے بعید ہے اس اعتراض کا جواب خدا تعالیٰ نے دیا ہے کہ ''اے محمد ﷺ ہم نے تجھ سے پہلے سب نبی ورسول جو بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔یہ امور یعنی کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا نبوت ورسالت کے منافی نہیں۔اس سے وفات مسیح کا مفہوم ہرگز نہیں ہوسکتا۔اگر کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا وفات مسیح کا ثبوت ہے۔تو پھر جس قدر انسان کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے ہیں سب کے سب فوت شدہ ثابت ہوں گے اور یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ لاکھوں کروڑوں آدمی روزمرہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر آتے ہیں اور وہ زندہ ہیں اور کھانا کھانا اور بازاروں میں پھرنا تو نشان زندگی ہے نہ کہ موت۔باقی رہا مرزا صاحب کا استدلال کہ چونکہ مسیح اب کھانا نہیں کھاتا اور بازاروں میں پھرتا نظر نہیں آتا اس واسطے مردہ ہے۔تو یہ ایسی ہی نامعقول دلیل ہے کہ کوئی شخص کہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دے کہ خواجہ کمال الدین ومحمد صادق صاحب کے مرید فوت شدہ ہیں کیونکہ قادیان اور لاہور والوں کو کھانا کھاتے اور بازاروں میں پھرتے نظر نہیں آتے۔

افسوس مرزا صاحب کو مسیح کی وفات نے ایسا محو حیرت کر دیا ہے کہ ان کو ایسی دلیل پیش کرنے کے وقت سب علوم وفلسفی دلائل بھول جایا کرتے ہیں۔ بھلا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ عدم علم شئے وعدم مشاہدہ شئے، عدم وجود شئے پر دلیل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کا بار بار یہ کہنا کہ مسیح طعام نہیں کھاتا اس واسطے مردہ ہے۔ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کو آسمان کا علم ہی نہیں۔ ۱۹ سو برس کے بعد خدا کا فرض ہو سکتا ہے کہ مسیح کی ڈبل روٹی اور چائے کی پیالی روز مرہ چار وقت مرزا صاحب کو دکھاتا، بلکہ ان کے مریدوں کی خاطر ایسے کسی طریق سے آسمان سے نمودار کرتا کہ ہر ایک مرزائی دیکھ لیتا کہ یہ مسیح کا طعام ہے۔ کیونکہ اگر قادیان کے مرزائی دیکھ لیتے تو لاہور کے مرزائیوں پر حجت نہ ہوتی اور اگر لاہور والے دیکھتے تو قادیان والوں کے واسطے دلیل نہ ہوتی۔ پس قرص خورشید کی طرح قرص عیسیٰ علیہ السلام بھی ہر روز طلوع کرتی تب مرزا صاحب اور مرزائی مسیح کو کھانا کھانے والا یقین کرتے۔ مگر ابر اور بارش کے دن پھر بھی مسیح کو فاقہ مست ہی سمجھتے۔ اور شائد بعض محقق مرزائی تو کہتے کہ جب تک ہم آسمان پر جا کر مسیح کو روٹی کھاتے نہ دیکھ لیں تب تک اس کو زندہ نہیں کہہ سکتے۔ مگر افسوس مرزا صاحب کا منطق ایسا ردی ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ کیا مرزا صاحب کے مرید قادیان سے فاصلہ پر رہتے تھے اور ان کو مرزا صاحب کی یاقوتیاں اور مقوی غذائیں دیکھنے کا موقعہ نہ ملتا تھا ان کا نہ دیکھنا مرزا صاحب کی وفات کی دلیل تھی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مسیح جو کہ آسمان پر ہے زمین والوں کو کھاتا پیتا نظر نہ آئے تو مردہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے جب کہ زمین والوں کو زمین کے ہی باشندگان کا علم نہیں۔ لاہور والے کلکتہ والوں کا کھانا پینا اور بازاروں میں پھرنا جب نہیں دیکھ سکتے تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آسمان والوں کا کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ کیا کوئی آسمان پر گیا ہے۔ اور مسیح کو طعام نہ ملتا دیکھا آیا ہے یا مسیح نے اپنی فاقہ کشی کی شکایت کی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر غلط استدلال ہے کہ اس آیت سے سب رسولوں کا فوت ہو جانا ثابت ہے۔

قولہ بیسویں آیت: یہ ہے کہ ﴿**وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ**﴾ یعنی ''جو لوگ غیر اللہ کی پرستش کیے جاتے اور پکارے جاتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ آپ پیدا شدہ مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے''......(الخ)

اقول: اس آیت سے بھی وفات مسیح ہرگز نہیں نکلتی اور نہ یہ محل اس آیت کے پیش کرنے کا ہے۔ یہ آیت تو توحید باری تعالیٰ کو ثابت کر رہی ہے کہ جن جن معبودوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ تو خود مخلوق ہیں کچھ پیدا نہیں کر سکتے تو وہ تمہاری مرادیں کس طرح دے سکتے ہیں۔ وفات مسیح کے ساتھ اس آیت کا کچھ تعلق نہیں۔ مرزا صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی معبود ہیں اور مخلوق ہیں اس واسطے فوت ہو گئے ہوں گے۔ مگر یہ غلط اور خلاف واقعہ ہے کیونکہ کل مخلوق فوت نہیں ہوئی۔ فرشتے خدا کی مخلوق ہیں اور معبود ہیں مگر فوت نہیں ہوئے حضرات جبرائیل و میکائیل و اسرافیل جب سے دنیا پیدا ہوئے ہیں چلے آئے ہیں اور ہرگز نہیں مرے۔ سورج، چاند، ستارے سب مخلوق ہیں اور معبود ہیں مگر مرے نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان معبودوں میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید یہودیوں اور مشرکین کو فرماتا ہے: ﴿**وَمَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ**﴾ یعنی ''حضرت عیسیٰ کی نظیر جو ان کفار نے پیش کی ہے یہ ان کا مجادلہ ہے۔ یہ لوگ محض خصومت سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب قرآن مجید میں ﴿**اَنْتُمْ وَمَا**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ﴾ نازل ہوا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہمارے معبود یعنی بت جہنم میں ڈالے جائیں گے تو حضرت مسیح بھی معبود نصاریٰ ہیں، وہ بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کفار و مشرکین ایسا ہی معبود بتاتے ہیں جیسے کہ ان کے بت و دیگر مخلوق معبود کہے جاتے ہیں تو یہ بالکل غلط ہے اور وہ لوگ خصومت سے کہتے ہیں۔ پس یہ طریق استدلال جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبودوں میں شامل کرتے ہیں یہ طریق پہلے یہود و کفار عرب کر چکے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ خاصم فرماتا ہے۔ افسوس مرزا صاحب ایک رسول اور نبی کو بتوں اور ستاروں اور عناصر وغیرہ اصنام کی طرح سمجھ کر اس کی وفات کا ثبوت دیتے ہیں، حالانکہ ﴿اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ﴾ ان کی صفت ہے۔ یعنی کبھی زندہ نہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب حیات تھے اور اصنام اور باطل معبودوں میں شامل نہ تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنے مطلب کے واسطے خلاف قرآن ان کو بھی معبودوں میں مشرکین عرب کی طرح شامل کرتے ہیں اور اپنی طرف سے قرآن میں تحریف کر کے لکھتے ہیں کہ سب انسانوں کی وفات پر دلالت کر رہی ہے حالانکہ انسان کا لفظ قرآن کی آیت میں نہیں۔ مرزا صاحب انسانوں کا لفظ اپنے پاس سے لگا کر مسیح کو بھی اصنام میں داخل کرتے ہیں جو خلاف قرآن ہے۔

دوم: صرف حضرت مسیح علیہ السلام ہی معبودِ نصاریٰ نہیں وہاں تو تین اقنوم معبود ہیں، یعنی باپ، بیٹا، روح القدس۔ یعنی ایک مسیح دوسرا روح القدس اور تیسرا خدا۔ اگر مرزا صاحب کا استدلال درست سمجھا جائے تو روح القدس اور خدا کو بھی فوت شدہ سمجھنا ہوگا۔ کیونکہ یہ تینوں معبود ہیں اور پکارے جاتے ہیں اور یہ بالبداہت غلط ہے۔ کیونکہ نہ روح القدس مرتا ہے نہ خدا کی جز ہو سکتی ہے۔ پس یہ استدلال مرزا صاحب کا غلط ہے کہ جو معبود مانا جائے اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے فوت ہونا لازمی ہے۔

سوم: معبودوں پر موت دوطرح پر واقعہ ہوسکتی ہے یا حالاً، مآلاً۔ حالاً موت کے یہ معنی کہ وہ ذی روح نہیں تھے پتھر وغیرہ کے بنے ہوئے ہیں تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں کیونکہ ذی روح کو پتھر کے معبودوں میں شامل کرنا ذی ہوش کا کام نہیں۔ اگر کہو کہ **مآلاً** یعنی آخرکار ان کے واسطے وفات لازم ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں، سب مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول ضرور فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے۔ صرف سوال درازیٔ عمر کا ہے جسکی نظیریں حضرت نوح، حضرت آدم علیہم السلام کی درازیٔ عمر قرآن میں موجود ہیں۔ پس مسیح نہ معبودوں میں داخل ہیں اور نہ انکی وفات حالاً ثابت ہے، یعنی مسیح پتھر وغیرہ کا بنا ہوا نہ تھا۔ ہاں مآلاً ضرور ہوگی، یعنی بعد نزول ضرور فوت ہوں گے اور مرزا صاحب کا دعویٰ ہے قبل نزول فوت ہوگئے ہیں جو کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفاتِ مسیح غلط ہے۔

قولہ: اکیسویں آیت: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝﴾ یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہیں اور ختم کرنیوالے نبیوں کے۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا ...... (الخ)

اقول: مرزا صاحب نے نبی کے آنے میں مغالطہ دیا ہے۔ آنا اور پیدا ہونا دو الگ الگ امور ہیں دونوں کا مفہوم ایک ہرگز نہیں ہوتا۔ زید امرتسر سے لاہور آیا، یا بکر قادیان سے بٹالہ میں آیا۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ زید و بکر امرتسر و قادیان میں پیدا ہوئے۔ آیت خاتم النّبیین میں نبیوں کی پیدائش ختم کرنیوالا کے معنی ہیں۔ کیونکہ الفاظ ﴿اَبَآ اَحَدٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مِنْ رِّجَالِکُم﴾ صاف بتا رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ باپ کسی رجل کے نہ ہونے کی علت غائی ہے کہ آپ کے بعد کوئی اگر آپ ﷺ کا بیٹا ہوتا اور زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ جیسا کہ حدیث **لو کان ابراھیم حیا لکان نبیّ** سے ثابت ہے۔ یعنی اگر حضور ﷺ کا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اسواسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد ﷺ جو کسی مرد کے باپ نہیں اس کی علت غائی یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ورسول پیدا نہ ہوگا۔ حضور ﷺ کا بیٹا ابراہیم رضی اللہ عنہ اسیواسطے زندہ نہ رہا تا کہ محمد ﷺ کے بعد نبی نہ ہو۔ یہ سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ کسی نبی کا پیدا ہونا خاتم النّبیین کے برخلاف ہے اور مسلمان بھی اسی عقیدہ پر ہیں کہ بعد محمد ﷺ کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، کیونکہ آپ خاتم ہیں نبیوں کے پیدا ہونے کے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھ سو برس پہلے حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے پیدا ہو چکے ہیں اسواسطے انکا دوبارہ اس دنیا میں آنا ان کے دوبارہ پیدا ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ جدید نبی ہونے کی وجہ ہے اس لئے نزول عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اول "انجیل" میں بعدہٗ "قرآن" میں اور اس کے بعد "حدیث" میں اور اسکے بعد "اجماع امت" سے ثابت ہے، خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی جدید نبی پیدا ہوتا تو خاتم النّبیین کے برخلاف ہوتا۔ سابقہ نبی کا آنا خاتم النّبیین کے برخلاف نہیں۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میرا دعویٰ محمد ﷺ کے برخلاف نہیں، میں نے بروزی رنگ میں دعویٰ کیا ہے اور محمد ﷺ کی متابعت تامہ سے مجھ کو نبوت ملی ہے یہ وہی باتیں ہیں جو کہ مسیلمہ سے لیکر مرزا صاحب تک سب کاذب مدعیان نبوت کرتے آئے ہیں۔ مسیلمہ بھی کہتا تھا کہ اصل پیغمبر تو محمد ﷺ ہیں میں اُن کے ساتھ ایسا پیغمبر و نبی ہوں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کا تابع بھی تھا اور خود بھی نبی تھا۔ اسی طرح میں بھی غیر تشریعی ہوں۔ اسی طرح اور کذاب بھی امت محمدی میں گذرے ہیں اور ضرور گذرنے تھے، کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مخبر صادق حضرت محمد ﷺ کی پیشگوئی ہے کہ تیس (۳۰) جھوٹے نبی میری امت میں سے ہوں گے جو گمان کریں کہ نبی اللہ ہیں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ بہتیروں نے دعویٰ نبوت کیا اور آخر جھوٹے ثابت ہوئے۔ جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد جدید نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر پرانا نبی آئے تو وہ خاتم النبیین کے برخلاف نہیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فیصلہ اسکے متعلق ناطق ہے جس کے سامنے مرزا صاحب کے من گھڑت ڈھکوسلوں کی کوئی حقیقت نہیں جو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر نازل ہوئے تو یہ امر خاتم النبیین کے برخلاف ہوگا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا: **قولوا انه خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعدہٗ**. یعنی یہ کہو کہ حضرت محمد ﷺ نبیوں کے ختم کرنیوالے ہیں، مگر یہ مت کہو کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ یعنی عیسیٰ نبی اللہ مریم کا بیٹا جو پہلے نبی پیدا ہو چکا ہے اصالتاً نازل ہوگا۔ (مجمع البحار، ص۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا نبی ناصری بعد محمد ﷺ کے نبی اللہ ہے جو آنیوالا ہے اور کوئی جدید امتی دعویٰ مسیح موعود سے نبی اللہ نہ ہوگا۔

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت خلاصۂ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں، تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس عیسیٰ بیٹا مریم کا دفن کیا جائیگا۔ وہ قول بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نقل کیا جاتا ہے: **عن عائشة رضی الله عنها قال قلت یارسول الله ﷺ انّی اریٰ اعیش بعدک فتاذن ادفن الی جنبک فقال وانّی لک بذالک الموضع یاتیه الاموضی قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسٰی ابن مریم.** ترجمہ:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

''فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ اجازت دیں تو میں آپ کے پاس مدفون کی جاؤں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابوبکر و عمر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں''۔

ناظرین! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اصالتاً نازل ہوں گے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا کہ **قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ** تو ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ نبی اللہ عیسیٰ بیٹا مریم بعد آنحضرت ﷺ کے قرب قیامت میں نزول فرمائے گا۔ اسواسطے آپ نے ایک پرانے نبی کا آنا ذکر فرمایا کہ جو کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے چھ سو برس پہلے پیدا ہو چکا تھا۔ علاوہ برآں اس حدیث کی تصدیق رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ہو چکی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور ۴۵ برس زندہ رہ کر نکاح کر کے اولاد پیدا کر کے پھر مرے گا۔ **فیدفن معی فی قبری** یعنی مقبرہ میں درمیان ابوبکر و عمر کے دفن کیا جائے گا۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُسکی قبر چوتھی قبر ہوگی۔ پس اس حدیث سے مرزا صاحب کا تمام طلسم ٹوٹ گیا اور ذیل کے امور ثابت ہوئے:

۱...... یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد رسول اللہ ﷺ کا یہی مذہب تھا جو تمام مسلمانوں کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

۲...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام تا نزول زندہ ہیں کیونکہ اگر فوت ہو جاتے تو پھر انکا نزول ہی نہ ہوتا۔ دوبارہ آنے کے واسطے زندگی ضروری ہے ورنہ مردے کبھی دوبارہ نہیں آتے۔

۳...... **ثم یموت فیدفن معی فی قبری** سے جسمانی وفات اور جسمانی دفن ثابت ہوا اور ڈھکوسلا کہ میں روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ میں بسبب کمال اتحاد کے دفن ہو گیا ہوں،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بالکل غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست جسمانی دفن ہونے کے واسطے تھی اور اسی واسطے جگہ طلب کی تھی کیونکہ روحانی دفن کے واسطے جگہ طلب کرنے کی ضرورت نہ تھی اور روحانی دفن بہ سبب اتحاد قلبی ومتابعت تامہ ومحبت خالص کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھی، کیونکہ حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا فخر آپ کو حاصل تھا۔ پس جسمانی دفن کے واسطے درخواست تھی اور جسمانی دفن ہی مقصود تھا جو کہ اس دلیل سے حضور ﷺ نے اجازت نہ دی کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے مقبرہ میں مدفون ہوں گے اور مرزا صاحب کا روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ میں دفن ہونا ایک زٹل ہے جو حضرت خلاصۂ موجودات ﷺ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے کہ ایک غلام اپنے آقا کا ہم مرتبہ ہو۔

۴.....اس حدیث سے حیات مسیح ورفع جسمانی بھی ثابت ہوا کیونکہ اگر جسم کے ساتھ رفع نہ ہوتا تو جسم کے ساتھ اصالتاً نزول بھی موعود نہ ہوتا مگر چونکہ جسمانی نزول اور جسمانی دفن مذکور ہے اس لئے ثابت ہوا کہ رفع بھی جسمانی ہوا تھا جو کہ اصل ہے نزول کی۔

۵.....عیسیٰ بن مریم نبی ناصری مسیح موعود ہے نہ کہ اس کا کوئی بروز مثیل مسیح موعود ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کے دفن کی جگہ اپنا مقبرہ فرمایا اور عیسیٰ ابن مریم وہی نبی ناصری رسول اللہ ہے۔ مرزا صاحب نہ رسول اللہ نہ عیسیٰ بن مریم نہ مدینہ شریف گئے اور نہ وہاں جا کر دفن ہوئے۔

۶.....اصالتاً نزول ثابت ہوا کیونکہ عیسیٰ ابن مریم اسم علم ہے اور اسم علم کبھی نہیں بدلتا اور نہ اسکو کوئی بدل ہوسکتا ہے۔ پس غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ کبھی عیسیٰ بن مریم نہیں ہوسکتا، کیونکہ ابن مریم اس واسطے فرمایا کہ تحقیق ہو جائے کہ وہی عیسیٰ جسکا باپ نہ تھا اور جو بغیر نطفہ باپ کے پیدا ہوا تھا، وہی نازل ہوگا۔ اور مرزا صاحب کا باپ غلام مرتضیٰ تھا اس لئے مرزا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب سچے مسیح موعود نہ تھے۔

۷۔۔۔۔مرزا صاحب کا نبی ورسول ہونا باطل ہوا کیونکہ ان کی پیدائش محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوئی ہے جو کہ خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور مرزا صاحب کا ڈھکوسلا کہ میں بہ سبب متابعت رسول اللہ ﷺ کے رسول اللہ ہو گیا ہوں، غلط ہوا۔ کیونکہ متابعت تامہ رسول اللہ ﷺ کی سوا حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے کسی نے نہیں کی۔ جب صحابہ کرام متابعت تامہ سے نبی ورسول نہ ہوئے، تو جس شخص نے متابعت ناقص بھی نہیں کی اور قدم قدم پر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے، وہ کیونکر تابعدار کامل ہوسکتا ہے۔ اور کیونکر نبی ورسول کا نام پاسکتا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام بہ سبب متابعت تامہ کے اس نام (نبی ورسول) پانے کے مستحق نہ ہوئے۔ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ ”تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے، مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، لہٰذا تو نبی کا نام نہیں پاسکتا“۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔ پس قطعی نصوص شرعی ظاہر کر رہی ہیں کہ بعد محمد رسول اللہ خاتم النبیین کے کوئی سچا نبی نہ ہوگا۔ مرزا صاحب تو متابعت میں بھی ناقص ہیں۔ حج نہیں کیا۔ جہاد نفسی نہیں کیا۔ بلکہ اکثر مسائل میں صریح مخالفتِ رسول اللہ ﷺ کی ہے، مثلاً: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا جس کے میں قریب تر ہوں اور جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، وہی اصالتاً نزول فرمائے گا اور مرا نہیں، بعد نزول فوت ہوگا، مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے اور وہ میرے مقبرہ میں درمیان ابوبکر وعمر کے مدفون ہوگا“۔ مگر مرزا صاحب منہ سے تو متابعت تامہ کے مدعی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرکے انکو جھٹلاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مسیح موعود ودجال کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ عیسیٰ فوت ہوگئے وہ ہرگز نہ آئیں گے اور نہ آسکتے ہیں، کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے۔ پس عیسیٰ نبی اللہ جسکے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آنے کی خبر ہے وہ تو میں ہوں اور مسیح موعود امت میں سے ایک فرد ہوگا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا آئیگا اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں ایک امتی عیسیٰ کی خُو وبُو پر آئیگا۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ وہ مرا نہیں۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اسی واسطے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجازت جگہ کی نہ دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن کی جائیں۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ روحانی دفن مفہوم تھا جو رسول اللہ ﷺ کو علم نہ تھا اور میں روحانی طور پر رسول اللہ ﷺ کی قبر میں یعنی وجود مبارک میں مدفون ہوں، یعنی فنافی الرسول کے ذریعہ سے عین محمد ہی ہوں۔ اس واسطے میرا دعویٰ نبوت خاتم النبیین کے برخلاف نہیں اور نہ مہر نبوت کو توڑتا ہے۔ یہ ایسا ردّی اور باطل استدلال ہے کہ کوئی غاصب کسی شریف کا گھر بار چھین لے اور اس کا تمام مال اسباب اپنا مال اسباب سمجھے اور اس پر قبضہ کر لے، مگر جب اس کے وارث اس کے ظلم کی فریاد اور اسکے تصرف بے جا کی نالش شاہی عدالت میں کریں تو وہ عیار یہ کہہ دے کہ میں ان تمام وارثوں کا بروزی باپ ہوں اور یہ سب کچھ میرا اپنا ہے، کیونکہ ان کے دادا صاحب کی متابعت میں نے پوری پوری کی ہے اور اسکی محبت میں ایسا فنا ہو گیا ہوں کہ عین وہی ہو گیا ہوں اس واسطے میرا دعویٰ اور قبضہ کوئی مخالفانہ قبضہ نہیں، بلکہ میں تو خود ۔۔۔ نہیں ان وارثوں اور مدعیوں کا مورث اعلیٰ ہی ہوں، ان کے وارث اعلیٰ کا بروز ہوں، بلکہ وہی ہوں۔ کیا عدالت شاہی میں اس عیار کی تقریر بے نظیر سن کر بادشاہ اسکو مورث اعلیٰ سمجھ کر تمام اموال واملاک کی ڈگری دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر **احکم الحاکمین** جو خفی اور جلی کا جاننے والا ہے اور **خیر الماکرین** ہے، وہ مرزا صاحب کے اس ڈھکوسلے پر رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت وامت کس طرح دے سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو معزول کر کے نجات کا مدار مرزا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحب کی بیعت پر رکھ سکتا ہے؟ دور نہ جاؤ! ذرا کوئی بروزی ڈپٹی کمشنر ہی بن کر دیکھ لے کہ ڈپٹی کمشنر مانا جاتا ہے اور ضلع کی کچہری اسکو دیکھاتی ہے یا سیدھا جیل خانے بھیجا جاتا ہے۔ افسوس مرزا صاحب کو خود غرضی اور غرور نفس نے یہاں تک دھوکا دیا ہے کہ واقعات اور مشاہدات کے برخلاف کہتے ہوئے بھی نہیں جھجکتے اور قابو یافتگان کو ایسا اُلو بنایا ہے کہ وہ حواس کھو بیٹھے ہیں۔ جو کچھ مرزا صاحب نے کہد یا سب رطب و یابس قبول ہے۔ کیا لطف کی بات ہے کہ اگر کوئی غیر شخص رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرے تو محمد رسول اللہ ﷺ کو بڑا رنج وغصہ ہو۔ اور اگر مرزا صاحب نبوت و رسالت کا دعویٰ کریں تو سچے اور عین محمد رسول اللہ ﷺ بن جائیں۔ حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ غیر کا مقابلہ کرنا ایسا رنجیدہ اور مذموم نہیں جیسا کہ اپنا فرزند یا عزیز دوست مقابلہ کرے تو رنج ہوتا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ ایک امتی کے دعویٰ نبوت سے خوش تھے یا غضبناک تھے؟ یعنی مسیلمہ مسلمان تھا اور امتی تھا اور ایسا ہی اسود عنسی امتی تھا اور مرزا صاحب سے متابعت میں بڑھا ہوا تھا، کیونکہ اس نے حج بھی کیا تھا۔ یہ دعویٰ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوئے کیا رسول اللہ ﷺ اس وقت خوش ہوئے تھے یا غضبناک؟ ظاہر ہے ایسے غضبناک ہوئے کہ اُن مدعیان کو جو امتی تھے کافر قرار دیا اور ان پر قتال کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ "تاریخ اسلام" میں لکھا ہے کہ بیس ہزار صحابی معرکہ مسیلمہ میں کام آئے اور مسیلمہ کی طرف سے بھی بے شمار قتل ہوئے۔ پس اگر امتی نبی کا ہونا جائز ہوتا یا موجب فضیلت رسول اللہ ﷺ کا ہوتا تو پھر مسیلمہ کیوں کاذب سمجھا جاتا۔ اس میں تو بقول مرزا صاحب کے رسول اللہ نبی گر ہوتا تھا اور شانِ محمدی دوبالا ہوتی تھی۔ جنکی پیروی سے مسیلمہ و اسود عنسی متابعت محمد ﷺ سے نبی و محمد بن گئے اور رسول اللہ کے نبی گری سے نبوت و رسالت کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اگر یہ ڈھکوسلا سچا ہوتا تو اس قدر کشت وخون کیوں ہوتا۔ اور اگر امتی نبی سچا ہوتا اور اسکے پیرو سچے اور حق پر ہوتے تو پھر اسقدر خونریزی جماعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلام میں کیوں روا رکھی جاتی اور کیوں بے شمار مسلمان طرفین کے مارے جاتے۔ ان واقعات سے ثابت ہے کہ کسی امتی کا دعویٰ نبوت کرنا رسول اللہ ﷺ کے غضب کا باعث ہے۔ چاہے کاذب مدعی زبان سے کہے کہ میں فنافی الرسول ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ دشمن رسولِ خدا ہے اور مقابلہ کرنیوالا ایک باغی ہے۔ بھلا غور تو کرو رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ ابن مریم نبی اللہ ہوگا جو مسیح موعود ہے۔ مگر وفادار غلام کہتا ہے کہ نہیں صاحب وہ تو امتی ہوگا اور بجائے کے مریم کے بیٹے کے غلام مرتضیٰ کا بیٹا ہوگا اور بجائے دمشق میں نازل ہونے کے قادیان (پنجاب) میں پیدا ہوگا اور بجائے آسمان سے نازل ہونے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ بھلا ایسا صریح مخالف شخص دعویٰ فنافی الرسول میں سچا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ جیسے جنہوں نے جان و مال قربان کر ڈالا۔ ہر ایک تکلیف میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا۔ فقر و فاقے برداشت کیے ہیں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے جنگ کرتے رہے۔ وہ تو متابعتِ تامہ سے نبی نہ ہوئے مگر ایک شخص گھر بیٹھا ہوا مزے اڑاتا، تارک حج و دیگر فرائض، مسلمانوں کا مال دین کی حمایت کے بہانہ سے بٹور کر عیش کرتا ہوا فنافی الرسول کے مرتبہ کو پہنچ کر رسول اللہ و نبی اللہ بن جائے۔ اور اس پر فریبی یہ کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کے آنے سے جو پہلے نبی تھا خاتم النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے اور میرے دعویٰ نبوت و رسالت سے جو کہ مسیلمہ کی مانند متابعت سے ہے، خاتم النبیین کی مہر سلامت رہتی ہے ایک ایسا دروغ بے فروغ ہے جو اپنی آپ ہی نظیر ہے کیونکہ تیرہ سو برس سے اتفاق امت اسی پر چلا آتا ہے کہ ایک مسلمان شخص امتی تب ہی تک ہے جب تک خود نبوت و رسالت کا دعویدار نہ ہو۔ جب خود نبوت کا مدعی ہوا امت رسول اللہ سے خارج ہوا۔ کیونکہ نبوت و رسالت کے دعویٰ سے وہ تو خود رسول اللہ بن بیٹھا۔ اب مرزا صاحب نبی و رسول بھی بنتے ہیں اور مہر نبوت کی بھی فکر ہے کہ وہ بھی سلامت رہے۔ اس واسطے اپنا نام نبی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

وغیر تشریعی نبی و بروزی ظلی نبی رکھتے ہیں اور یہ خبر نہیں کہ مجھ سے پہلے ایسے ہی مدعی گذرے کہ جو امتی بھی تھے اور نبی بھی تھے، جب وہ کاذب ثابت ہوئے تو میں کیونکر اس اُلٹے منطق سے سچا نبی ہوسکتا ہوں کیونکہ دعویٰ نبوت بہر حال ''شرک فی النبوۃ'' ہے اور شرک ایک ایسا فعل مذموم ہے کہ تمام گناہ تو خدا تعالیٰ بخش دے گا، مگر شرک ہرگز نہ بخشے گا۔ جب بے نیاز خدا کو اپنا شریک منظور نہیں تو رسول اللہ ﷺ کو اپنا شریک کسطرح گوارا ہوسکتا ہے۔ پس یہ بالکل غلط منطق ہے کہ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مثیل موسیٰ تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آتے رہے اسمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے کہ انکے فیضان سے کوئی نبی نہ ہو۔ جس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ نبیوں کے بھیجنے کا وعدہ تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿وَقَفَّيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد رسول آتے رہیں گے اور موسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین نہیں فرمایا تھا، مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے یعنی جسکے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا۔

دوم: یہ غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ میں مماثلت تب ہی کامل ہو سکتی ہے جبکہ محمد ﷺ کے بعد بھی نبی آئیں کیونکہ واقعات اور توراۃ سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ساتھ ہی حضرت یوشع علیہ السلام مبعوث ہوئے اور لگاتار ایک نبی کے مرنے کے بعد دوسرا نبی آجاتا تھا، بلکہ ایک ہی زمانہ میں بہت نبی آئے۔ حتیٰ کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں بہت نبی آئے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد قریب اسی عرصہ یعنی ۱۳ سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا اور کوئی نبی نہ آیا۔ تو ثابت ہوا کہ خدا کے قول خاتم النبیین کی تصدیق خدا کے فعل نے کر دی، یعنی پہلے خدا نے فرمایا کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجیں گے اور اس عرصہ دراز تیرہ (۱۳) سو برس سے اوپر میں کوئی سچا نبی نہ بھیجا۔ جس سے ثابت ہوا کہ ہرگز منظور نہیں کہ اسکے حبیب کا کوئی شریک ہو اور کلمہ **لا الہ الا**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ محمد رسول اللہ جو مسلمانوں کا دین وایمان ہے اسمیں صاف ہدایت ہے کہ شرک جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے ساتھ منع ہے، اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کے ساتھ بھی منع ہے۔یعنی **لا** نافیہ جیسا کہ اللہ پر ہے ویسا ہی محمد ﷺ پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح **لا الہ الا اللہ** ہے، ایسا ہی **لارسول الا محمد رسول اللہ** ہے۔جیسا کہ شریک بخدا مشرک اور کافر ہے۔ویسا ہی مشرک برسول مشرک اور کافر سے بدتر ہے۔ کیونکہ محمد ﷺ کو رسول مان کر اسکی غلامی قبول کر کے پھر بغاوت کر کے خود ہی رسالت ونبوت میں شریک ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ ہر ایک مومن کو اس خیال باطل سے بچائے۔ اور ظلی وبروزی کا ڈھکوسلا ایسا باطل ہے کہ جسکی سزا زمانہ موجودہ میں بھی پھانسی ہے۔کوئی شخص بادشاہ وقت کا بروز ظل بن کر بادشاہت کا دعویٰ کر کے دیکھ لے کہ اسکو کیا سزا ملتی ہے۔کیا محمد رسول اللہ ﷺ اپنے شریک نبوت ورسالت کو چھوڑ دیگا؟ ہرگز نہیں۔ یہ گمان ہی ایسا ہے کہ قابل معافی نہیں۔ اسکی نظیر موجود ہے کہ مسیلمہ پر قتال کا حکم حضور ﷺ نے دیا۔کیا آپ کسی اور مدعی رسالت کو چھوڑ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی منطق پر تعجب آتا ہے کہ ظل وبروز وحالت سے خالی نہیں، یا تو عین ظل لہ ہے یا اسکا برعکس ہے۔اگر عین ہے تو یہ غلط ہے کہ پہلی بعثت میں تو اسقدر بہادر کہ کفار عرب کے چھکے چھڑا دیئے اور سترہ جنگیں کیں۔اور بعث ثانی میں (نعوذ باللہ) ایسے ڈرپوک اور بزدل کے جنگ وجدال کے تصور سے غش کھا جاتے ہیں۔اور ڈر کے مارے حج کے لئے نہ گئے ایک ڈپٹی کمشنر کے حکم سے الہام بند ہو گئے۔ پہلی بعثت میں اس قدر کامیاب کہ یتیمی کی حالت سے کامیاب ایسے ہوئے کہ شہنشاہ عرب ہو گئے اور تمام عرب کو کفر سے پاک کر دیا اور بعث ثانی میں اس قدر نامراد کہ تمام عمر عیسائیوں کی غلامی میں رہے اور آریوں کی کچہریوں میں مارے مارے پھرے، جنکو صفحہ ہستی سے محو ونابود کرنے کا دعویٰ تھا اور انہی کی عدالتوں میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملزمانہ حیثیت سے کھڑے ہوتے رہے۔ پہلی بعثت میں دین اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دکھایا اور بعثت ثانی میں ایسے مغلوب ہوئے کہ اہل ہنود آریہ صاحبان کے بزرگوں رام چندر جی اور کرشن جی اور بابا نانک صاحب وغیرہم کو نہ صرف نبی و رسول مانا، بلکہ خود ہی کرشن کا اوتار بن گئے۔ اور ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان بھی کفر سے پاک صاف نہ ہوا۔ قادیان جسکو دار الامان کہا جاتا ہے اس میں برابر سکھ آریہ سناتن دہرم والے موجود ہیں۔ پہلی بعثت میں صاحب وحی رسالت وشریعت ہو۔ اور بعثت ثانی میں اس سے یہ منصب چھینا جائے اور وحی و رسالت سے محروم کیا جائے۔ صرف الہام ہو جو ظنی ہے۔ کیا اسمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہتک نہیں؟ کہ ایک عام اُمّی کہے کہ میں عین محمد ہوں اور میرا دعویٰ نبوت محمد ﷺ کے برخلاف نہیں۔ بیشک حضرت خلاصۂ موجوات ﷺ کی ہتک ہے کہ ایسا شخص جسمیں کوئی صفت محمد ﷺ کی نہیں، اپنے آپ کو عین محمد ﷺ کہے اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرے۔

دوسرا طریق ظل و بروز کا یہ ہے کہ مدعی دعویٰ کرے کہ میں بہ سبب کمال محبت ومتابعت کے اصل شخص کا ظل یعنی سایہ ہوں۔ یہ مقام تو کم وبیش ہر ایک مسلمان کو حاصل ہے اور ایسے ایسے عاشقان رسول مقبول گذرے ہیں کہ نام سنتے ہی جان نکل گئی۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے، تو آپ نے کمال محبت کے جوش میں خیال فرمایا کہ یہ دانت حضور ﷺ کے شہید ہوئے ہوں گے، چنانچہ اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ پھر خیال آیا کہ شاید آپ کے یہ دانت نہ ہوں، پھر دوسرے اپنے دو دانت توڑ ڈالے۔ اسی خیال میں اپنے تمام دانت توڑ ڈالے اور اس طرح سے محبت نبوی کا ثبوت دیا جو تا قیامت یادگار رہے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بستر مبارک پر اس نیت سے سو گئے کہ رسول اللہ ﷺ بچ جائیں اور میں آپ کے بجائے شہید ہو جاؤں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ تھے اصلی محبت رسول اللہ ﷺ کے سچے مدعی اور متابعت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اظہر من الشمس ہے۔ مگر وہ تو نہ عین محمد ہوئے اور نہ انہوں نے محبت اور متابعت سے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا۔

اب مرزا صاحب کا حال سنئے کہ آقا فرماتا ہے کہ وہی عیسیٰ نبی اللہ ابن مریم آخری زمانہ میں آسمان سے دمشق میں نازل ہوگا۔ مگر مرزا صاحب اپنی تابعداری کا یہ ثبوت دیتے ہیں کہ عیسیٰ مرگیا، امت محمدی میں سے ایک شخص عیسیٰ کی صفات پر پیدا ہوگا۔ اور مرزا صاحب کو یاد نہ رہا کہ میں تو عین محمد ہوں۔ محمد ہو کر عیسیٰ صفت ہونا بالکل لغو ہے۔ محمد ﷺ کے عاشق صادق کو عیسیٰ سے کیا کام۔ اور عیسیٰ صفت ہونا محمد ﷺ ہونے کے برخلاف ہے آقا فرماتا ہے کہ خدا نے مجھ کو فرمایا ہے: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ یعنی کہہ اے محمد ﷺ اللہ ایک ہے اور اللہ پاک ہے، نہیں جنتا اور نہ جنا ہوا، اور کوئی شریک نہیں"۔ مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ جنتا ہے اور اس نے مجھ کو کہا ہے کہ **انت منی بمنزلة ولدی** (حقیقۃ الوحی، ص۸۶) کہ "اے غلام احمد تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے"۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کوئی اصلی بیٹا ہے، جسکے جا بجا مرزا صاحب تھے۔ **انت من مائنا وھم من فشل** (اربعین نمبر۳، ص۳۴) کہ "اے مرزا تو ہمارے پانی یعنی نطفہ سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے"۔ آقا ﷺ فرماتا ہے کہ **فیدفن معی فی قبری** یعنی "عیسیٰ بعد نزول فوت ہوگا اور میرے مقبرہ مدینہ میں مدفون ہوگا"۔ تابعدار کامل یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں صاحب "عیسیٰ مر چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم نہ تھا وہ تو کشمیر میں مدفون ہے"۔

مسلمانو! عقل خداداد سے سوچو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابن صیاد جسکو دجال سمجھا گیا تھا تشریف لے جاتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اجازت طلب کرتے ہیں کہ میں اسکو قتل کردوں، تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تو دجال کا قاتل نہیں، دجال کا قاتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے جو بعد نزول دجال کو قتل کرے گا۔ اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرتسلیم خم کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مر چکے ہیں، وہ کیونکر دوبارہ آئیں گے۔ مگر مرزا صاحب کی متابعت کا یہ حال ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سمجھ نہ سکے (نعوذ باللہ) یہ متابعت ہے یا مخالفت کہ صاف لکھتے ہیں کہ "مدینہ منورہ میں دفن ہونا استعارہ ہے"۔

ناظرین! یہ ہے ثبوت مرزا صاحب کا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قدم قدم پر مخالفت ہے۔ کیا کوئی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیش ہو سکتی ہے کہ انہوں نے مخالفت رسول اللہ ﷺ کی ہو؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر معلوم ہوا کہ صرف زبانی دعویٰ محبت رسول اللہ ﷺ کا مرزا صاحب کی طرف سے جھوٹا ہے۔ اب ایسے حالات کے ہوتے ہوئے کون تسلیم کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب محبت رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ میں سچے تھے۔ محبت کا تو یہ تقاضا ہے کہ وہ غیر جانب منہ کرنے نہیں دیتی چہ جائیکہ صریح مخالفت کی جائے اور مخالفت کس کی! جس کے عشق کا دعویٰ ہے۔ مصرعہ

ع باطل است آنچہ مدعی گوید

کا مصداق ہے نہ کہ عاشق رسول اللہ ﷺ جب عشق و محبت رسول اللہ ﷺ ناقص ہے بلکہ مخالفت رسول اللہ ﷺ کی افعال سے ثابت ہے، تو پھر ظلی و بروزی نبوت بھی کاذبہ نبوت ہے۔ جیسی کہ مسیلمہ وغیرہ کذاب مدعیان نبوت کی تھی۔ اور بیشک ایسا دعویٰ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے والا ہے اور یہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ میرے دعویٰ نبوت سے مہر خاتم النبیین سلامت رہتی ہے۔

باقی رہا مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں تو وحی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسالت کا آنا بھی ہوگا۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی لکھ کر جواب دیا جاتا ہے، **وھو ھذا:**

''مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حیثیت و ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے''...... (الخ)۔ (ازالہ اوہام، ص ۶۱۴)

جواب: مرزا صاحب کا حافظہ عجیب قسم کا تھا، اسی ''ازالہ اوہام'' کے ص ۶۴۳ میں تسلیم کر چکے ہیں (اصل الفاظ مرزا صاحب): ''یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں''۔ اس اقرار کے ہوتے ہوئے اب فرماتے ہیں کہ: ''اسکو یعنی مسیح کو جو رسول ہے اسکی ماہیت و حقیقت میں داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل کے حاصل کرے''۔ افسوس! مرزا صاحب کو قرآن شریف کے برخلاف قیاس کرنے میں خدا کا خوف نہیں۔ جب دین محمد ﷺ کامل ہے اور ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ خدا فرما رہا ہے تو پھر مسیح رسول کو کون سے دینی علوم بذریعہ جبرئیل علیہ السلام لینے ہوں گے؟ کیا مسیح ناسخ دین محمدی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ اعتراض کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر مسیح علیہ السلام پر جبرئیل علیہ السلام وحی رسالت لائے تو شریعت محمدی پر اس کا حکم کرنا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے باطل ہوتا ہے، کیونکہ جب جبرئیل تازہ وحی لائے تو قرآنی وحی منسوخ ہوئی اور ﴿اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ (نعوذ باللہ) غلط ہوتا ہے۔ پس یہ طبعزاد امر آپ کا کہ رسول کے واسطے ہمیشہ جبرائیل کا آنا لازمی امر ہے، غلط ہے۔ کیونکہ کسی نص شرعی میں نہیں ہے کہ مسیح موعود پر جبرئیل وحی لائیگا۔ بلکہ اجماع امت اسی پر ہے کہ مسیح موعود باوجود رسول ہونے کے رسول اللہ ﷺ کی امت میں شمار ہوگا۔ جیسا کہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ''فتوحات مکیہ'' کے باب ۹۳ میں فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ امت محمدیہ میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے افضل ہو۔ کیونکہ جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

عیسیٰ علیہ السلام فرود ہوں گے تو اسی شریعت محمدی سے حکم کریں گے، اور قیامت میں ان کے دو حشر ہوں گے ایک حشر انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں ہوگا۔ اور دوسرا حشر اولیاء رحمہم اللہ کے زمرہ میں ہوگا"......(الخ)

حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف والہام ہے اور مرزا صاحب اور ان کے مرید انکو مانتے ہیں۔ اس واسطے شیخ اکبر کی تحریر مسلمہ فریقین ہے۔ حضرت شیخ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول اسی شریعت محمدی پر عمل کریں گے باوجودیکہ وہ خود رسول ہوں گے، مگر چونکہ شریعت محمدی کامل شریعت ہے اس واسطے انکو بعد نزول وحی رسالت نہ ہوگا۔ دوسرے اولیائے امت کی طرح انکو بھی الہام ہوگا۔

وحی رسالت بیشک رسول کے واسطے لازمی امر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہلے ضرور جبرئیل علیہ السلام وحی رسالت لایا کرتے تھے، مگر وہ آنا محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے تھا جو کہ ان کی رسالت کا لازمہ تھا۔ اور وہ اسی وحی رسالت سے رسول ہوئے تھے اور صاحب انجیل رسول تھے۔ مگر یہ اعتراض مرزا صاحب کا غلط ہے کہ بعد نزول بھی اُن کو وحی رسالت ہونا ضروری ہے کیونکہ رسول کو علم دین بذریعہ جبرئیل ملتا ہے اور نزول جبرئیل بعد خاتم النّبیین کے چونکہ مسدود ہے، اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی بعد خاتم النّبیین کے نہیں آسکتے۔ اس اعتراض کے غلط ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر ایک وقت بلاضرورت بھی اسکے پاس جبرئیل وحی رسالت لاتا رہے۔ اور نہ وحی رسالت کے بند ہونے سے کسی رسول کی رسالت جاتی رہتی ہے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے پاس کتنی کتنی مدت تک جبرئیل نہ آتے تھے، تو کیا انکی رسالت (معاذ اللہ) جاتی رہتی تھی اور پھر جب جبرئیل آتے تھے تب پھر وہ رسول ہو جاتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ مرزا صاحب کا بالکل غلط خیال ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے تو ان کے واسطے وحی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رسالت بھی جبرئیل ضرور لائیگا اور ایک دوسرا قرآن بن جائے گا۔ کیونکہ رسول کے واسطے ضروری نہیں کہ ہر حال اور ہر آن میں وحی رسالت اس کے پاس جبرئیل لاتا ہے۔

دوسری وجہ اعتراض کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ چونکہ دین اسلام کامل ہے اور اس میں کمی بیشی کی ضرورت نہیں، اس واسطے جبرئیل کا آنا ضروری نہیں۔ اور نہ کسی وحی رسالت کی ضرورت ہے، کیونکہ وحی رسالت بعد خاتم النبیین کے آئے گی تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی۔ یا تو کچھ احکام منسوخ ہوں گے، یا زیادہ ہوں گے۔ اور یہ خیال باطل ہے، کیونکہ پھر شریعت اسلام کامل نہ رہی۔ جب دن کامل نہ رہا اور اس میں کمی وبیشی کی گئی تو پھر صاحب شریعت حضرت خاتم النبیین افضل نہ رہے۔ اور نہ اکمل رہے۔ پھر تو افضل واکمل عیسیٰ ہوں گے، اور یہ عقیدہ باطل وفاسد ہے اس لئے وحی رسالت کی نہ ضرورت ہوگی اور نہ وحی رسالت بوساطت جبرئیل آئیگی۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور کہ اسکی رسالت چھینی جائے اور اسکو امتی بنایا جائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے کس طرح سمجھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعد نزول اپنی نبوت ورسالت چھینی جائے گی اور وہ معزول ہوں گے۔ جب نظیریں موجود ہیں اور نص قرآنی ثابت کر رہی ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام حضرت خاتم النبیین ﷺ کی امت میں شمار ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سب نبیوں سے اقرار لے چکا ہے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کی تابعداری کرینگے اور ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ پڑھو قرآن کریم کی آیت شریفہ: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ ترجمہ: جب خدا نے نبیوں سے اقرار لیا جو کچھ میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر جب تمہاری طرف رسول آئے جو تمہاری سچائی ظاہر کرے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اور معراج والی حدیث سے ثابت ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام کے امام بنے اور اولوالعزم رسول آپ کے مقتدی ہوئے۔ جب ان تمام رسولوں اور نبیوں کی رسالت بحال رہی، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب بعد نزول شریعت محمدی پر خود عمل کریں گے یا اپنی امت کو اس پر عمل کرائینگے تو انکی رسالت کیونکر جاتی رہے گی؟ فرض کرو ایک جرنیل ہے اور وہ دوسرے جرنیل کی زیر کمان کسی خاص ڈیوٹی پر لگایا گیا تو اس جرنیل کی جرنیلی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ ہاں اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس جرنیل کے ماتحت یہ جرنیل جاتا ہے اسکی علو شان ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی متابعت کرینگے اور دین اسلام کی امداد کرینگے تو اپنا وعدہ جو روز میثاق میں کر چکے ہیں اسے وفا کرینگے انکی اپنی نبوت ورسالت بدستور بحال رہے گی۔ جیسا کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روز قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں بھی حشر ہوگا اور اولیاء کے زمرہ میں بھی۔ یہ کام تو ان کی فضیلت کا باعث ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے اولیاء کرام میں بھی انکا حشر ہوگا اور یہ ان کی اپنی دعا کا نتیجہ ہے۔ دیکھو ''انجیل برنباس'' فصل ۲۱۲ ص ۲۹۳: ''اے رب بخشش والے اور رحمت میں غنی! تو اپنے خادم (عیسیٰ) کو قیامت کے دن اپنے رسول (محمد ﷺ) کی امت میں ہونا نصیب فرما''...... (الخ)

ناظرین! ذرا غور فرمائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کیسا فنافی الرسول ہونے کا مدعی ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کی افضلیت دنیا پر ظاہر ہونے سے گھبراتا ہے اور نہیں چاہتا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی علو شان دنیا پر ظاہر ہو۔ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی کس قدر عظمت وشان اس دن ظاہر ہوگی جس دن عیسائیوں کا معبود حضرت خلاصۂ موجودات ﷺ کی امت میں ہو کر ایک امام کی ڈیوٹی بجالائے گا اور دنیا پر، اور اس وقت کے یہود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ونصاریٰ پر اپنی زبان سے اپنا معبود اور خدا نہ ہونا انکو بتائے گا اور تمام اہل کتاب انکی عدم مصلوبیت پر، وحیات پر ایمان لائینگے۔ حدیث میں اسی بات کی طرف رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: **"عن أبی هریرة قال قال رسول الله کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم"** (رواہ البیهقی فی کتاب الاسماء و الصفات)

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کیا حالت ہوگی تمہاری جب ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام تم میں آسمان سے اُتریںگے اور تمہارا امام مہدی بھی تم میں موجود ہوگا۔ یعنی اُس روز مسلمانوں کی شان و شوکت اور میری عظمت دنیا پر ظاہر ہوگی، جبکہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ مگر افسوس امرزا صاحب کو شان احمدی کے ظہور کی کوئی خوشی نہیں اور صرف عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی فکر پڑگئی کہ وہ معزول کیوں ہوں گے۔ فکر کیوں نہ ہو خود جو عیسیٰ صفت ہیں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عیسیٰ صفت ہوکر عین محمد ﷺ کس طرح ہوئے اور بروزی نبوت کس طرح پائی؟ اور "ازالہ اوہام" کے ص ۵۷۵ میں جو لکھا ہے کہ "خاتم النبیین کی آیت میرے لئے مانع نہیں، کیونکہ فنافی الرسول ہوکر میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا جزو بن گیا ہوں"۔ جب خاتم النبیین کی مہر، جدید امتی نبی کے دعویٰ سے بقول مرزا صاحب نہیں ٹوٹتی تو جو خاتم النبیین سے چھ سو برس پہلے نبی ہو چکا ہے اُسکے دوبارہ آنے سے کیونکر ٹوٹ سکتی ہے؟ اور جب اس کا دوبارہ آنا نصوص شرعی سے ثابت ہے اور دوبارہ آنے کے واسطے حیات لازم ہے۔ کیونکہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آسکتے، تو ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہے۔ اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر مرزا صاحب کا غلط ہے۔

قولہ بائیسویں آیت: یہ ہے ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی "اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو، تو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، تاکہ اصل حقیقت تم پر منکشف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو جائے“......(الخ)

اقول: ”چشم ماروشن دل ماشاد“ بیشک آپ اناجیل کی طرف رجوع فرمائیں اگر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل پائے جائیں اور اصالتاً نزول کے معتقد ہوں تو ہم سچے۔ اور مرزا صاحب جھوٹے اور اگر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ اعتقاد کرتے ہیں اور انجیلوں میں ان کی وفات لکھی ہے اور بروزی نزول لکھا ہے تو مرزا صاحب سچے اور ہم جھوٹے۔ مگر انجیل رفع جسمانی ونزول جسمانی بتاتی ہے۔

دیکھو انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳: ”جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا، اسکے شاگرد اسکے پاس آئے اور بولے کہ یہ کب ہوگا اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے“۔ **آیت ۴**: ”اور یسوع نے جواب دے کے اونہیں کہا خبردار ہو کہ کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے“۔ آیت ۵: ”کیونکہ بہتیرے میرے نام پر آئینگے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے......(الخ)۔ اس انجیل کے حوالہ سے ذیل کے امور ثابت ہیں:

۱......ثابت ہوا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اصالتاً خود ہی نزول فرمائیں گے نہ کوئی انکا مثیل و بروز ہوگا۔ کیونکہ مسیح کے شاگردوں کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے شاگردوں کو فرمایا کہ میں خود ہی قرب قیامت میں آؤں گا۔ اسی واسطے شاگردوں کا سوال انجیل میں درج ہے: ”اور تیرے آنے کا اور دنیا کے اخیر کا نشان کیا ہے“؟

۲......یہ ثابت ہوا کہ جو شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور گمراہ کرنیوالا ہے جیسا کہ لکھا ہے ”بہتیرے میرے نام پر آئیں گے“ چنانچہ مسیح کے نام پر بہت سے آبھی چکے ہیں جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ آٹھ آدمیوں نے مرزا صاحب سے پہلے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اُن کے یہاں صرف نام درج کیے جاتے ہیں تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو: (۱) فارس بن یحییٰ۔ اس نے مصر میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ بیماروں کو اچھا کرتا تھا اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

طلسم وغیرہ سے ایک مردہ بھی زندہ کر کے دکھا دیا تھا۔ (دیکھو کتاب المختار)۔ **(۲) ابراہیم بزلہ۔** **(۳) شیخ محمد خراسانی۔ (۴) یہسک** نامی ایک شخص نے بھی عیسیٰ بن مریم ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ **(۵) مسٹر ڈوئی** نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ''مجمع البحار'' میں لکھا ہے کہ سندھ میں **(۶) ایک شخص** عیسیٰ بن مریم بنا۔ **(۷) مرزا صاحب** بھی عیسیٰ ابن مریم بنتے ہیں۔ **مگر** خود ہی شکار کی طرح زد کے نیچے آ گئے ہیں کہ اس آیت کو پیش کر کے خود ہی کاذب مدعی ثابت ہوئے۔ کیونکہ اہل کتاب کی کتاب میں لکھا ہے کہ بہت جھوٹے مسیح آئیں گے پس اہل کتاب کے رو سے تو مرزا صاحب جھوٹے مسیح ہیں کیونکہ سچا مسیح موعود تو وہی عیسیٰ ابن مریم نبی ناصری ہے جس کا رفع آسمان پر ہوا وہی واپس آئے گا۔

۳...... یہ ثابت ہوا کہ مسیح زندہ ہیں اگر فوت ہو جاتے تو پھر ان کا اصالتاً آنا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ اصالتاً آنا لکھا ہے اس واسطے ثابت ہوا کہ زندہ ہے کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح زندہ کر کے اٹھایا گیا۔ (دیکھو انجیل لوقا، باب ۲۴، آیت ۵۰): ''تب وہ یعنی یسوع انہیں وہاں سے باہر بیت عنا تک لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی اور ایسا ہوا کہ جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا ان سے جدا ہوا اور آسمان پر اٹھایا گیا''۔ اب ظاہر ہے کہ چلتا پھرتا دعا اور برکت دیتا ہوا جب اٹھایا گیا تو زندہ ثابت ہوا، کیونکہ صرف روح ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کر سکتا۔ (پھر اعمال، باب ۱، آیت ۹ سے ۱۲ تک میں لکھا ہے): ''اور یہ کہہ کے ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا''۔ آگے جا کے پھر لکھا ہے ''یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا، پھر آئے گا''۔

ناظرین! ''پھر آئیگا'' کا فقرہ بتا رہا ہے کہ وہی عیسیٰ ابن مریم جو آسمان پر اٹھایا گیا ہے وہی پھر آئے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اب اناجیل اور اہل کتاب تو مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور وفات مسیح کی تردید کر رہے ہیں۔ مگر مرزا صاحب مغالطہ دے کر کہہ رہے ہیں کہ انجیل سے مسیح کی وفات ثابت ہے لیکن آج تک انجیل کی کوئی آیت پیش نہ کر سکے جس میں لکھا ہو کہ مسیح مر گیا ہے۔ وہ نہیں آئیگا اور اسکی جگہ کوئی دوسرا شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مسیح موعود بنے گا اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی دکھادے ہم اسکو ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔

مرزا صاحب نے ایلیاہ کا قصہ تورات سے ''ملاکی نبی'' کی کتاب کے حوالہ سے پیش کیا ہے جو کہ بالکل غلط اور بے محل ہے کیونکہ ''ملاکی نبی'' کی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ ایلیاہ یوحنا یعنی یحییٰ میں ظہور کرے گا۔ اصل عبارت ملاکی نبی ذیل میں لکھی جاتی ہے: دیکھو! ''خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ اور وہ باپ دادوں کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کرے گا تا کہ ایسا نہ ہو کہ میں آؤں اور سرزمین کو لعنت سے ماروں''۔ (باب ۴، آیت ۵،۶، کتاب ملاکی نبی)۔ اس ''ملاکی نبی'' کی کتاب سے ثابت ہے کہ ایلیاہ ہولناک دن یعنی قیامت سے پیشتر آئے گا۔ یہ نہیں لکھا ہے کہ وہی ایلیاہ آئیگا جس کا صعود آسمان پر ہوا تھا وہ ایلیاہ تو بروزی اور روحانی رنگ میں الیسع نبی میں یوحنا یعنی یحییٰ سے پہلے آچکا تھا۔ (دیکھو تورات سلاطین، باب ۲، آیت ۱۵): ''اور جب ان ایلیا زادوں نے جو یریحو سے دیکھنے نکلے تھے اسے دیکھا تو بولے ایلیاہ کی روح الیسع پر اتری اور دے اس کے استقبال کو آئے اور اس کے سامنے زمین پر جھکے''۔

دوسری طرف انجیل میں جسمیں ایلیاہ کا یوحنا یعنی یحییٰ میں ہونا لکھا ہے اسی انجیل میں لکھا ہے کہ ''یوحنا یعنی یحییٰ نے انکار کیا کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں میں وہ نبی ہوں جسکی خبر یسعیاہ نبی نے دی تھی''۔ ذیل میں انجیل کی اصل عبارت لکھی جاتی ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

انجیل متی، باب ۱۷، آیت ۹ سے ۱۳ تک: ''جب وہ پہاڑ سے اترے، یسوع نے انہیں تاکید سے فرمایا کہ جب تک ابن آدم مردوں میں سے جی نہ اٹھے اس رؤیا کا ذکر کسی سے نہ کرو۔'' **(آیت ۱۰)**: ''اور اس کے شاگرد نے اس سے پوچھا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے؟ یسوع نے انہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئے گا۔ اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا۔ پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آ چکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا، بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائیگا۔ تب شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے یوحنا بپتسما دینے والے کی بابت کہا ہے''۔

پھر باب ۱۱، آیت **۱۳** ''کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک، آگے کی خبر دی ہے''۔ **(۱۴)**: ''اور الیاس جو آنے والا تھا یہی ہے، چاہو تو قبول کرو، جس کسی کے کان سننے کے ہوں، سنے''۔

ناظرین! جب اسی انجیل میں لکھا ہے کہ ''یوحنا (یحییٰ) نے الیاس ہونے کا انکار کیا'' اور یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص کو جو اپنی نسبت علم ہوتا ہے، دوسرے کی نسبت نہیں ہوتا۔ "من آنم که خود میدانم" مثل مشہور ہے۔ یحییٰ علیہ السلام بھی نبی ہیں، وہ بھی جھوٹ نہیں کہتے اور نبی کبھی اپنے آپ کو چھپاتا نہیں۔ مگر یحییٰ صاف انکار کرتے ہیں کہ میں الیاس نہیں ہوں۔ **دیکھو انجیل یوحنا، باب ۱، درس ۱۹ سے ۲۳ تک:** ''یوحنا کی گواہی یہ تھی کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس (یوحنا) سے پوچھیں کہ تو کون ہے، اور اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا کہ میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے تا ہم انہیں جنہوں نے اس کو بھیجا تھا کوئی جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جیسا کہ یسعاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں...... (الخ)

ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ مرشد ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام ان کے مرید ہیں۔ مرید نے اپنے پیر کو ایلیاہ نبی بنانا چاہا مگر مرشد نے اپنے مرید کی تاویل اور قیاس کو غلط قرار دیکر کہا کہ میں ایلیاہ ہوں نہ مسیح ہوں اور نہ وہ نبی ہوں بلکہ ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔ جیسا کہ یشعیاہ نبی نے کہا تھا۔ کیا کوئی تسلیم کرسکتا ہے کہ پیر کے کہنے کے مقابل مرید کا کہنا معتبر ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر مرزا صاحب کا کوئی مرید یہ کہے کہ مرزا صاحب سلیمان ہیں اور مرزا صاحب خود کہیں کہ میں سلیمان نہیں عیسیٰ ہوں، تو کس کی بات قبول ہوگی؟ مرزا صاحب کی۔ پس اسی طرح یحییٰ کی بات قبول ہوگی اور مسیح کا کہنا ہرگز نہ مانا جائے گا۔ دوسری طرف قرآن نے ''سورۂ مریم'' میں فرمایا: ﴿**یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا**o﴾ ترجمہ: ''اے زکریا ہم تم کو ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام ہوگا۔ یحییٰ (اور اس سے) پہلے ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا''۔ اس نص قرآنی سے ثابت ہے کہ یحییٰ ایلیاہ ہرگز نہ تھے۔ کیونکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ہم نے اس نام کا کوئی آدمی پہلے نہیں بھیجا''۔ اگر یحییٰ ایلیاہ ہوتے تو خداتعالیٰ ﴿**لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا**﴾ نہ فرماتے۔ پس حضرت یحییٰ کا فرمانا درست ہے کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ اور انجیل میں جو یہ قول حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا ہے، الحاقی ہے۔ اور مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ مروجہ اناجیل محرف ومبدل ہیں۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ ایلیاہ یحییٰ میں بروزی طور پر آیا تھا۔ اور اس کے رد میں ذیل کے دلائل قاطع ہیں:

اول: مسئلہ بروز خود باطل ہے کیونکہ جب ایلیاہ کی روح یحییٰ میں آئی تو یہ تناسخ ہوا جو کہ بہ بداہت باطل ہے۔ بروز تناسخ ایک ہی بات ہے صرف لفظی متنازعہ ہے اور اسلامیہ مسئلہ نہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم: اگر کہو کہ روح نہیں، جسم ایلیاہ یحییٰ میں تھا، تو یہ غلط ہے کیونکہ یہ تداخل ہے اور تداخل بھی مسئلہ تناسخ کی طرح باطل ہے۔

سوم: حکیم نورالدین صاحب ایلیاہ کے یحییٰ ہونے کا رد کرتے ہیں۔ دیکھو، فصل الخطاب، صفحہ ۱۳۴'' پر لکھتے ہیں: ''یوحنا اصطباغی کا ایلیاہ میں ہونا بالکل ہندوؤں کے مسئلہ اواگون کے ہم معنی ہے''۔ لو اب وہی صورت پیدا ہوگئی جو مسیح اور یحییٰ میں تھی، یعنی مرشد بالکا میں اختلاف، یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا آنا بروزی رنگ میں ہوا اور حکیم نور الدین صاحب کہتے ہیں کہ یہ آواگون کے ہم معنی ہے اور باطل ہے۔ جب مرشد کے مقابل بالکے کا کہنا معتبر ہے اور مسیح کا کہنا یحییٰ کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے تو حکیم نورالدین کا کہنا مرزا صاحب کے کہنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ اور ثابت ہوا کہ ایلیاہ یحییٰ میں نہیں آیا۔

چہارم: جب ایلیاہ کو آسمان پر خدا نے اٹھالیا تھا جیسا کہ ''توراۃ، باب سلاطین ۲، آیت یکم باب ۲'' میں لکھا ہے اور جسم کے ساتھ اٹھایا گیا لکھا ہے دیکھو اصل عبارت: ''اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے تو ایلیاہ نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں دوبارہ دنیا میں آؤں گا اور مسیح نے اپنے آنے کی خبر دی ہے''۔ **(دیکھو انجیل متی، باب ۲۴، آیت ۳۰)**: ''اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال سے آسمان سے بدلیوں پر آتے دیکھیں گے''۔ **(انجیل لوقا، باب ۲۱، آیت ۲۷)**: ''اور تب ابن آدم کو بدلی میں قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے''۔ سب انجیلوں کا اتفاق ہے کہ اصالتاً نزول مسیح ہوگا۔ پس جس انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں آنا مذکور ہے اسی انجیل میں مسیح کا اصالتاً جسد عنصری کے آسمان سے اترنا مذکور ہے اور چونکہ اسی انجیل میں ایلیاہ کا یحییٰ میں ہونا غلط کہا گیا ہے، یعنی یحییٰ کہتے ہیں کہ میں ایلیاہ نہیں ہوں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔ تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری آسمان سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نزول فرمائیں گے اور اس مضمون انجیل کی قرآن شریف نے تصدیق بھی فرمائی ہے اور حدیث **ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل اخی عیسیٰ ابن مریم من السماء.** ترجمہ: ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جب میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔

(کنز الایمان ج ۱۴ ص ۶۱۹ حدیث نمبر ۳۹۰۲۶، باب نزول عیسیٰ)

اخی یعنی بھائی کا لفظ بتا رہا ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ناصری ہیں ان کے بغیر جو شخص حضرت مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔ امتی محمد ﷺ کا کبھی بھائی نہیں ہوسکتا۔ رسول کا بھائی وہی ہوسکتا ہے جو خود رسول ہو۔ اور امتی چونکہ رسول نہیں ہوسکتا وہ ہرگز بھائی بھی نہیں ہوسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا انجیل میں لکھا ہے اسکی تصدیق فرمائی۔ جب انجیل کی تصدیق قرآن وحدیث سے ہوجائے تو پھر اس کے خدا کی طرف سے ہونے میں کچھ شک مومن کو نہیں رہتا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا ہوا تو حضرت الیاہ کا یحییٰ میں ہونا غلط ہوا اور بروزی نزول باطل ٹھہرا۔

اب انجیل کی دوسری طرف آؤ اور دیکھو کہ انجیل تو قرآن کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا کر قتل کر رہی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "اسی طرح وہ چور بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے طعنہ مارتے تھے تب چھویں گھنٹہ سے لیکے نویں گھنٹہ تک کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلا کر کہا **ایلی ایلی لما سبقتنی** یعنی اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا"۔ ان میں سے بعضوں نے جو وہاں کھڑے تھے سن کر کہا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے۔ وہیں ان میں سے ایک دوڑ کر بادل (کپڑا) لے آیا اور سرکے میں بھگویا اور نرکٹ پر رکھ کر اسے چوسا۔ باقیوں نے کہا رہ جا ہم دیکھیں الیاس اسے چھڑانے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آتا ہے کہ نہیں۔ (آیت ۵)۔ ''اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی''۔ (انجیل متی، باب ۲۷ آیات ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰)

اس انجیل سے ثابت ہے کہ مصلوب کی جان نکل گئی تھی۔ اس چشم دید شہادت کے مقابل جو آسمانی کتاب میں ہے مرزا صاحب کی طبعزاد اپنے مطلب کی حکایت کہ مسیح کی صلیب پر جان نہ نکلی تھی اور بھاگ کر کشمیر جا کر فوت ہوا بالکل غلط ہے۔ بفرض محال اگر مرزا صاحب کی حکایت جو انہوں نے ۱۹ سو برس کے بعد بنائی ہے، اسے صحیح تسلیم کر لیں تو مسیح کی حیات میں مرزا قادیانی کا اور ہمارا اتفاق ہے کیوں کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے ذمہ ثبوت ہے، بلا سند کوئی نہیں مان سکتا۔

انجیل لوقا، باب ۲۳ آیات ۴۵، ۴۶، ۴۷: ''اور چھٹویں گھنٹہ کے قریب تھا کہ ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور نویں گھنٹہ تک رہا اور سورج بتاریک ہو گیا اور ہیکل کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا اور یسوع نے بڑے آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں یہ کہہ کے دم جندو نا اور صوبہ دار نے یہ حال دیکھ کر خدا کی تعریف کی''۔

اس انجیل کے مضمون سے بھی ثابت ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ اگر جان نہ نکلی اور کامل موت نہ آئی تو پھر آندھی کیوں آئی۔ ہیکل کا پردہ کیوں پھٹا، دنیا پر تاریکی کیوں چھا گئی۔ خدا نے جو مسیح کا ماتم منایا تو ثابت ہوا کہ مسیح مر گیا تھا صلیب پر۔

انجیل یوحنا، باب ۱۹، آیت ۳۰: ''پھر یسوع نے سرکہ چکھا تو یہ پورا ہوا اور سر جھکا کے جان دی''۔ اس انجیل سے یہی ثابت ہوا ہے کہ مصلوب مر گیا تھا۔ غرض انجیلوں کا اتفاق ہے کہ یسوع مصلوب مر کر پھر تیسرے دن زندہ کیا گیا۔ اور پھر اس کا رفع اسی جسم کے ساتھ ہوا جس کے ساتھ وہ شاگردوں کو ملا اور روٹی اور مچھلی کھاتا ہوا اور شاگردوں کو دعا دیتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوا آسمان پر اٹھایا گیا، اور قیامت کے قریب پھر آئے گا۔ (**دیکھو انجیل یوحنا، باب ۲۱،۲۰،۱۹**): ''یہاں تمام عبارات کی نقل باعث طوالت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس یسوع کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا وہ تو صلیب پر مر گیا تھا اور پھر تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر اٹھایا گیا۔ یہ تو عیسائیوں کا اعتقاد ہے اور قرآن نے اسکی تردید کی ہے کہ مسیح ہرگز صلیب نہیں دیا گیا اور نہ قتل کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بال بال بچایا اور پہلے اپنے قبضہ میں کر لیا تا کہ یہودی اسکی بے حرمتی نہ کریں اور نہ صلیب کے عذاب اسکو دے سکیں۔ چنانچہ وعدہ ﴿**وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا**﴾ سے ثابت ہے یعنی ''اے عیسیٰ میں نے تم کو ان کافروں کی بڑی جحت سے پاک کر دیا اور پھر آسمان پر اٹھا لیا۔ مرزا صاحب نے قرآن سے انکار کر کے عیسائیوں کا اعتقاد اختیار کیا اور صریح قرآن کی مخالفت کر کے مسیح کو صلیب پر لٹایا، کوڑے پٹوائے اور تمام ذلت روا رکھی اور من گھڑت ڈھکوسلا نکالا کہ جان نہ نکلی تھی۔ جان کا نہ نکلنا کسی سند اور دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ اناجیل کی چشم دید شہادت کے مقابل مرزا صاحب کی کون سنتا ہے۔ مگر مسیح کی زندگی کے دونوں گروہ یعنی عیسائی اور مسلمان معتقد ہیں اور اسکے اصالتاً رفع اور نزول کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر فوت ہو جانے کے بعد پھر تیسرے دن زندہ ہو کر اٹھایا جانا کہتے ہیں اور مسلمان بالکل صلیب کے نزدیک تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں آنے دیتے اور نہ کسی قسم کا عذاب اور ذلت اسکے واسطے وقوع میں آنا مانتے ہیں اور ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ پر ایمان رکھتے ہیں اور ﴿**مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ**﴾ کی ترتیب لفظی بتا رہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہیں لٹکائے گئے کیونکہ **ماقتلوهُ** پہلے ہے اور **صلبوه** بعد میں ہے اور تورات سے ثابت ہے کہ پہلے مار کر قتل کر کے مقتول کی لاش لٹکاتے تھے جس سے مرزا صاحب کی ایجاد کہ جان نہ نکلی تھی، باطل ہے۔ غرض مسلمان مسیح کے مردہ ہونے کے بعد زندہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہونے اور مرفوع ہونے قائل ہیں پس اہل کتاب کی شہادت سے مسیح کی حیات ثابت ہے کیونکہ انجیل میں صاف صاف لکھا ہے" اور ان سے کہا کہ یوں ہی لکھا ہے اور یوں ہی ضرور تھا کہ مسیح دکھ اٹھائے اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے"۔

پہلی شہادت، آیت ۴۶، باب ۲۴، انجیل لوقا، **دوسری شہادت**، انجیل متی، باب ۱۷، آیت ۲۲: "جب وہ جلیل میں پھرا کرتے تھے یسوع نے انہیں کہا کہ ابن آدم لوگوں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے گا اور وہ اسے قتل کریں گے، پھر وہ تیسرے دن جی اٹھے گا، تب وہ نہایت غمگین ہوں گے"۔ **تیسری شہادت**، انجیل باب ۱۶، آیت ۲۱: "دکھ اٹھاؤں اور مارا جاؤں اور تیسرے دن جی اٹھوں"۔ **چوتھی شہادت**، انجیل یوحنا، باب ۲، آیت ۲۲: "جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اس کے شاگردوں کو یاد آیا"۔

اب مرزا صاحب کی خود غرضی دیکھئے کہ تمام مضمون انجیل کا تو مانتے ہیں مگر جی اٹھنا چونکہ ان کے مسیح ہونے کا خارج ہے اور اصالتاً نزول ثابت کرتا ہے۔ اس واسطے اس سے انکار کر کے پھر قرآن کی طرف آتے ہیں کہ قرآن مانع ہے کہ طبعی مردے دوبارہ آئیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ مردہ زندہ کرسکتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ کیا خوب عقلمندی اور انصاف ہے کہ خود ہی اہل کتاب کے فیصلہ کو قبول کرتے ہیں اور قرآن کی طرف سے منہ موڑتے ہیں، یعنی جب قرآن کہتا ہے کہ ﴿**ما قتلوه وما صلبوه**﴾ تو اس کے برخلاف مسیح کے قتل وصلیب کے قائل ہو کر انجیل کی طرف آتے ہیں اور جب اسی انجیل میں مسیح کا زندہ ہونا دیکھتے ہیں تو قرآن کی طرف آتے ہیں، یہ کونسا اسلام ہے۔ شعر

چوں بو قلموں مباش بر لحظہ برنگ　　　بیا رومی روم باش یا زنگی زنگ

مسلمان رہ کر قرآن مجید کو مانیں یا عیسائی ہو کر انجیل عیسیٰ کو مانیں اور یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جو قرآن سے اپنے مطلب کی بات ملے اس وقت اسے پیش کریں اور جب انجیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے اپنا مطلب ملے تو انجیل پیش کریں اور اگر وہی انجیل اور قرآن فریق ثانی پیش کرے تو دونوں سے انکار کریں۔ آپ نے خود فیصلہ اہل کتاب پر ڈالا ہے اور اہل کتاب کی کتاب سے حیات مسیح اور اصالتاً نزول ثابت ہے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح پر غلط ہے۔

قولہ تیسویں آیت: ﴿یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةًo فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْo وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْo﴾ ترجمہ: یعنی ''اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں اور میرے بہشت کے اندر آ''۔ اس آیت سے صاف صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مبسوط طور پر اپنی صحیح بخاری میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے۔ لہٰذا جب دلالت صریحہ اس نص کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا...... (الخ) (صفحہ ۶۱۸، ازالہ اوہام، حصہ دوم)

اقول: اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہے بوجوہات ذیل:

اوّل: یہ آیت قیامت کے بارے میں ہے نہ کہ حضرت مسیح کے حق میں اور اس میں تمام نیکوکار اور مومنین جو کہ بعد میزان اعمال کے اور ذرہ ذرہ نیکی اور بدی کے حساب کے بعد جو لوگ نجات یافتہ ہوں گے۔ ان کے حق میں یہ آیت ہے نہ کہ یہ آیت مسیح کے حق میں۔ تاکہ وفات مسیح اس آیت سے ثابت ہو۔ اس آیت کے اوپر کی آیات دوزخیوں کے حق میں ہے جیسا: ﴿فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗ اَحَدٌo وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌo﴾ یعنی ''اس دن خدا گنہگاروں کو ایسی سزا دے گا کہ اس جیسی کسی نے سزا نہ دی ہوگی اور انکو اس طرح جکڑے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

گا کہ اس جیسا کسی نے نہ جکڑا ہوگا''۔ یہ تو دوزخیوں کے حق میں خدا فرمائے گا اور پھر نجات یافتہ اولا بہشتیوں کے حق میں فرمائے گا کہ تم میرے مقبول بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میرے بہشت میں چلے جاؤ۔

مرزا صاحب نے مسیح کی وفات پر کس طرح اسکو دلیل گردانا، یہ تو قیامت کو ہوگا اور یوم **یجمع الرسل** کے دن ہوگا۔ کیا قیامت آ گئی اور حساب کتاب ہو چکا اور یوم الفصل گذر گیا ہے کہ مسیح کے حق میں یہ فیصلہ ہوا کہ: ﴿**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ٥ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ٥**﴾ یعنی ''میرے بندے آؤ اور میرے بہشت میں داخل ہو جاؤ''۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب مسیح کو بہشت میں قیامت سے پہلے اور تمام سوال جواب سے پیشتر جو کہ مرزا صاحب کی مایۂ ناز آیت ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ میں ہونے والے ہیں، ہو گئے ہیں! یعنی خدا نے مسیح سے دریافت کر لیا ہے کہ تم نے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود اور الہ پکڑو؟ اور کیا حضرت مسیح نے ﴿**فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ**﴾ کا جواب دے دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ اس آیت کو جس کا وقوع قیامت کے دن ہونے والا ہے، مسیح کی فرضی اور زخمی وفات پر دلیل سمجھی جائے۔ اگر یہ آیت مسیح کے متعلق بھی جائے تو اس سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ نہ ابھی تک قیامت آئی اور نہ مسیح کو ﴿**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ٥ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ٥**﴾ کہا گیا جو موت کے مستلزم ہے۔ تو مسیح زندہ ہے کیونکہ ابھی خدا نے مسیح کو نہیں کہا اور نہ قیامت آئی۔ جب قیامت آئے گی تب مسیح کو کہا جائے گا۔ اور تب ہی مسیح فوت بھی ہوگا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ جب تک انسان مر نہ جائے تب تک وہ خالص بندوں میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ قاعدہ من گھڑت جو مرزا صاحب نے بنایا ہے اسی سے حیات مسیح ثابت۔ کیونکہ قیامت آنے والی ہے نہ کہ آ چکی ہے۔ اور یہ آیت بھی قیامت کو صاف کی جائے گی اور عوام نجات یافتہ لوگ اس کے مخاطب ہوں گے، نہ کہ صرف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

دوم: مرزا صاحب نے اپنی عادت کے موافق اس آیت میں بھی تحریف کی ہے یعنی اپنے پاس سے عبارت ملالی ہے جو الحاد و کفر ہے اور اُنکی اپنی تحریر کے رو سے یہودیت ہے۔ اس قدر عبارت مرزا صاحب نے غریب ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے واسطے اپنے پاس سے لگالی ہے کہ پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا جو دنیا چھوڑ گئے ہیں۔ یہ فقرہ جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں، اپنے پاس سے لگالیا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب روزِ جزا و سزا و قیامت کے منکر ہیں۔ صرف مرنے کے وقت وہ ساتھ ہی سب حساب کتاب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اسی وقت نجات یافتہ مردے کو نجات یافتہ لوگوں میں اور بہشت میں داخل کر دیتا ہے اور دوزخیوں کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔ اور نہ کوئی قیامت ہے اور نہ میزان اور نہ پل صراط وغیرہ۔ اور یہ صریح فاسد عقیدہ ہے کہ روزِ قیامت سے انکار ہو۔ جب مسیح فوت ہونے کے ساتھ ہی خدا کے حضور میں پیش ہو گیا اور بقول مرزا صاحب "**فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ**" کا کام قبل از قیامت ہو گیا تو قیامت کا انکار لازم آیا۔ کیونکہ یہ آیت تو بتاتی ہے کہ یہ باتیں قیامت کو ہونے والی ہے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسیح کے مرنے کے ساتھ ہی ہو گئیں۔ تو قیامت سے انکار نہیں تو اور کیا ہے! اللہ رحم کرے خود رائی اور خود غرضی سے انسان کہاں کا کہاں ہو جاتا ہے۔

سوم: معراج والی حدیث کا حوالہ دیکر خود ہی قابو آ گئے ہیں، کیونکہ معراج والی حدیث تو ظاہر کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب انبیاء علیہم السلام کے امام بنے اور سب انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء کی اور نماز ادا کی۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح مردہ نبیوں میں نہ دیکھے گئے۔ بلکہ زندہ نبیوں میں داخل ہو کر نماز جماعت میں شامل ہوئے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود بھی زندہ تھے اور مرزا صاحب کے من گھڑت قاعدہ سے جب زندہ مردوں میں داخل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں ہوسکتا تو رسول اللہ ﷺ بھی فوت ہوکر فوت شدہ کے نبیوں کے امام نہیں ہوں گے اور نہ جماعت کرائی ہوگی۔ یا تمام انبیا زندہ ہو گئے ہوں گے رسول اللہ ﷺ کا فوت ہوکر جماعت کرانا تو ناممکن ہے۔ کیونکہ مردہ کا اس دنیا میں دوبارہ آنا قرآن کے برخلاف خود کہتے ہو۔ اور نیز مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ طبعی مردے کبھی اس دنیا میں واپس نہیں آتے اور رسول واپس آ گئے۔ تو ثابت ہوا کہ محمد ﷺ زندہ تھے مردہ نہ تھے بلکہ دوسرے سب انبیاء علیہم السلام بھی زندہ کئے گئے تھے اور یہی مذہب ''اہل سنت والجماعت'' کا ہے۔

نواب مولوی محمد قطب الدین خان صاحب محدث دہلوی ''مظاہر حق'' جو شرح مشکوٰۃ شریف کی ہے اس کے صفحہ ۵۶۹، جلد چہارم میں لکھتے ہیں، **وھو ھذا**: ''یہ بھی موید ہے اس کا کہ انبیاء وقت نماز کے بیت المقدس میں ساتھ بدنوں اور ارواحوں کے تھے۔ کیونکہ حقیقت نماز کی یہی ہے کہ کرنا افعال مختلف کا ہوتا ہے ساتھ اعضاء کے۔ نہ نرے ارواح کے۔ یعنی صرف روح نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پھر آگے ''صفحہ ۵۷۰'' پر بعد ترجمہ: ''پس آیا وقت نماز کا، پس امام ہوا میں ان یعنی انبیاء کا''۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں امام ہوں اور سب انبیاء میرے پیچھے کھڑے ہوئے۔ نواب صاحب مولوی قطب الدین خان صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے پہلے ہی سے مرزا صاحب کے اعتراض کا جواب دیدیا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ جہان تو دار تکلیف بھی نہیں، نماز اس میں کیوں ہو، یعنی وہ زندہ نہیں تکلیف نماز کیوں ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم اجمعین زندہ ہیں ساتھ حیات حقیقی دنیاوی کے اور چونکہ زندہ ہیں شاید کہ تکلیف بھی ہو اور یہ بھی ہے کہ اس جہان میں وجوب رفع کیا گیا ہے نہ وجود اس کا اور ان انبیاء نے یہاں حضرت کے ساتھ نماز پڑھی اور بعد اس کے ان کو آسمان پر لے گئے حضرت کے استقبال اور تعظیم کے لئے، یا ان کے ارواحوں کو آسمان میں منتقل کیا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اور ادریس علیہ السلام کہ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ساتھ بدنوں کے آسمان پر ہیں''۔ (دیکھو مظاہر حق ،صفحہ ۲۰۵، جلد چہارم ،مطبوعہ نول کشور پریس)

اب حوالہ مشکوۃ کی شرح سے ثابت ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ کر کے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو دکھائے اور نماز پڑھوائی جو کہ دلیل ہے اس بات کی کہ نبیوں کے جسم وروح دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، ورنہ صرف روح کا نہ تو کوئی حلیہ ظاہر ہو سکتا ہے اور نہ روح نماز پڑھتا دیکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ روح کا وجود محسوس اور خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ یحییٰ ویمیت خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت اپنے موصوف کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ اکثر اپنے خاص بندوں کی فضیلت عوام پر جتانے کے واسطے وقتاً فوقتاً مردے زندہ کرتا رہا ہے۔ تا کہ یقین ہو سکے کہ خدا تعالیٰ قیامت کو سب انسانوں کو زندہ کر کے حساب لے گا۔ اور سزا و جزا دے گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس تک مردہ کر کے پھر زندہ کیا۔

بنی اسرائیل نے جو خون کیا تھا اور قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا وہ مردہ زندہ کر کے خدا تعالیٰ نے قاتل پکڑ وا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چانور ذبح کیے ہوئے زندہ کر دکھائے تا کہ اس کے دل کو اطمینان ہو اور وہ لوگوں کو یقین دلا دے کہ قیامت برحق ہے اور خدا تعالیٰ مردے زندہ کر سکتا ہے۔ یہ تمام مضامین قرآن شریف میں ہیں مرزا صاحب نے جو آیت پیش کی ہے وہ قیامت کے بارے میں ہے کہ کفار اس وقت خواہش کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج۔ ارشاد ہو گا ہم کس کو نہیں بھیجتے۔ یہ کہاں سے نکلتا ہے کہ جب خدا تعالیٰ خاص وقت میں اپنی قدرت نمائی کر کے مردہ زندہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا؟ ایسے فاسد عقیدہ سے تو قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ ایک مردہ زندہ نہیں کر سکتا ہے تو کروڑوں بیشمار انسانوں کو کس طرح قبروں سے زندہ اٹھا کر حساب لے سکتا ہے۔ جب خدا مردہ زندہ کرنے سے عاجز ہے، تو یوم القیامت سے بھی عاجز ہے۔ ایسا فاسد عقیدہ کسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمان کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور ﴿انہ لعلم للساعۃ﴾ نص قرآنی سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح ہم مسیح کے زندہ کرنے پر قادر ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن تم سب کو زندہ کرنے پر قادر ہیں۔ جب انجیل اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بحالت زندگی ہوا اور زندہ ہی اصالتاً قرب قیامت میں نزول ہوگا۔ تو پھر مسلمان ہوکر انکار کے کیا معنی، کیا یہ عقلمندی ہے؟ جس سے مرزا صاحب کا استدلال غلط ہوا کہ چونکہ فوت شدہ نبیوں میں حضرت مسیح دیکھے گئے اس لئے وہ بھی فوت شدہ ہوں گے کیونکہ ثابت ہوا کہ اس وقت تمام نبی زندہ تھے۔

چہارم: یہ واقعات کے بھی برخلاف ہے کیونکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان مردہ انسانوں کو بحالت زندگی خواب میں دیکھتے ہیں۔ کئی ایک مردہ بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ مردوں کو دعوت کی مجلسوں میں دیکھتے ہیں حالانکہ دیکھنے والے زندہ ہوتے ہیں اور جو دیکھے جاتے ہیں وہ زندہ بھی ہوتے ہیں اور مردہ بھی ہوتے ہیں۔ جس سے مرزا صاحب کا من گھڑت قاعدہ غلط ثابت ہوتا ہے کہ مردوں میں اگر زندہ دیکھا جائے تو وہ وفات شدہ ہوتا ہے۔

پنجم: مرزا صاحب کا اپنا اقرار ہے کہ معراج والی حدیث میں حضرت خلاصۂ موجودات محمد ﷺ نے وفات شدہ انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ان سے ملاقات اور بات چیت ہوئی حالانکہ خود حضور ﷺ زندہ تھے۔ جس سے مرزا صاحب کا یہ فرمانا بالکل غلط ثابت ہوا کہ فوت شدہ دنیا میں اگر عیسیٰ علیہ السلام دیکھے گئے تو وہ بھی فوت شدہ تھے۔ کیونکہ نظیر موجود ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فوت شدہ نبیوں کو دیکھا اور خود زندہ تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود زندہ تھے اور فوت شدہ نبیوں میں اگر دیکھے گئے تو ان کا فوت ہونا لازم نہیں آتا، جس طرح محمد ﷺ کا فوت ہونا لازم نہیں آتا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قولہ چوبیسویں آیت یہ ہے: ﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ﴾ (پارہ۲۱،سورۃ الروم)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں: پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے، پھر تکمیل اور ترتیب کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اسکو ملتا ہے، پھر اس پر موت صادر ہوتی ہے، پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کے رو سے مسیح کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں۔ حالانکہ قرآن کریم میں اول سے آخر تک یہ التزام رہا ہے کہ اگر کسی واقعہ کے ذکر کرنے وقت کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فی الفور قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال لیتا ہے یا اُسکے واقعات خاصہ بیان کر دیتا ہے۔ (ص ۶۱۸، ازالہ اوہام)

اقول: مرزا صاحب نے لفظ قانون قدرت تو دہریوں اور نیچریوں سے سیکھ لیا، مگر اس کا درست استعمال نہ سیکھا، بے محل قانون قدرت کی مٹی خراب کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ جن لوگوں نے لفظ قانون قدرت وضع کیا ہے انہوں نے ساتھ ہی نوادر دشوار کا ہونا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کلیہ قانون نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ قانون قدرت وفطرت ہی ہے کہ انسان عورت ومرد کے جفت ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر نص قرآنی سے ثابت ہے کہ حضرت آدم اور حوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قانون فطرت سے باہر ہیں۔ ''تاریخ چین'' مصنفہ مسٹر جنس کا ئرن مطبوعہ ۱۸۶۵ء عیسوی جلد۲، دفتر اول، باب ۱۶، صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے کہ ''ایک عورت کو آفتاب کے وسیلہ سے تین (۳) لڑکے پیدا ہوئے جس کا نام لوکم کتاکس اور باسکن سالجی اور بور بحر تھا۔ ان سب کا نام نورانیوں ہوا ہے۔ عہد جدید عبرانیوں باب ۷، آیت ۳۲ (ملک صدق) یہ بے باپ و بے ماں بے نسب نام جسکے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی آخر۔ مگر خدا کے بیٹے کے مشابہ۔ سیتا جی کا بغیر باپ پیدا ہونا ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مغلوں کی تاریخ میں لکھا ہے اصل عبارت نقل کرتا ہوں تا کہ مغلوں اور مرزائیوں پر حجت ہو۔ کیونکہ مرزا صاحب ذات کے مغل تھے: ''ایک دن حسب معمول دربار میں پیش ہوئی اجلاس کر رہے تھے امراء وزراء و دیگر اہل مقدمات دربار میں حاضر تھے کہ حضرت الآن قوا نے جمیع اشخاص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج رات گذشتہ کو میں محل شاہی کے دلان کلان میں سوئی ہوئی تھی کہ دفعتاً نور الٰہی میرے کمرے کے اندر داخل ہوا اور میرے پلنگ چھا گیا اور میرے منہ کے راستے میرے پیٹ میں داخل ہو گیا۔ میں اس نور الٰہی سے حاملہ ہو گئی ہوں''۔ آگے لکھا ہے کہ ''اس کو تین بیٹے پیدا ہوئے ایک بوقوں، دوسرے کا نام بوسقین سالجی، تیسرے کا نام موتقاں تھا''۔ (دیکھو مغلیہ گزٹ، لاہور جون ۱۹۱۹ صفحہ ۵ کے آخیر)

افسوس! مرزا صاحب دوسروں کے واسطے تو قانون قدرت پیش کرتے ہیں اور اپنے فاتیات کے لئے سب قانون قدرت بھول جایا کرتے ہیں۔ مرزائی تمام ملکر مرزا صاحب کا الہام سچا کریں اور قانونِ قدرت سے بتائیں کہ مرد کو کبھی حیض آتا ہے یا یہ مرزا صاحب کی خصوصیت تھی۔ (دیکھو الہام مرزا صاحب مندرجہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳) **یریدون ان یروطمسک** ترجمہ از مرزا قادیانی، بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔ اب مرزا صاحب اپنے فرمانے کے مطابق مردوں کے گروہ سے مستثنیٰ کئے گئے یا یہ الہام غلط ہے؟! اگر مرزا صاحب کو حیض آتا تھا تو یہ قانون قدرت کے برخلاف ہے اور اگر حیض نہیں آتا تھا تو الہام شیطانی ہے۔ افسوس! مرزا صاحب کی عجب حالت تھی ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو معاملات کرتا ہے وہ خاص ہوتے ہیں اور وہ معاملات عوام سے نہیں کرتا۔ جب عوام سے وہ معاملات نہیں کرتا تو قانون کا کلیہ ہونا باطل ہے۔ اصل عبارت مرزا صاحب کی لکھی جاتی ہے، **وھوھذا:**

''دنیا بے خبر ہے اور ان سے خدا تعالیٰ کے وہ معاملات ہوتے ہیں جو سرے سے وہ ہرگز نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرتا جیسا کہ ابراہیم چونکہ صادق اور خداتعالیٰ کا وفادار بندہ تھا۔ اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی، جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کردیا اور جب ایک بدکردار بادشاہ اُن کی بیوی سے بدارادہ رکھتا تھا تو خدا نے اسکے ان ہاتھوں پر بلا نازل کی جن کے ذریعہ وہ اپنے پلید ارادہ کو پورا کرنا چاہتا تھا''......(الخ)

(صفحہ ۵۰، حقیقۃ الوحی، مصنفہ مرزا صاحب)

اب بتاؤ مرزا صاحب کا قانون قدرت کہاں گیا آگ کس طرح سرد ہوگئی؟ کیا اس وقت خدا کو قانون قدرت بھول گیا تھا۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ آگ کی فطرت جلانے کی کیوں جاتی رہی۔ بلکہ اس کو سرد کرنے کی طاقت اس میں کہاں سے آگئی اور قانون قدرت کہاں دھرا رہا۔ پس قبول کرنا پڑے گا کہ کلیہ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ خدا قادر مطلق جو چاہے کرسکتا ہے پس دیندار ہوکر قانون قدرت اور فلسفی دلائل پیش کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ افسوس! مرزا صاحب کے ذہن میں جو آتا ہے وہ اسکو وحی الٰہی سمجھ کر کلیہ اور قانون بنا لیتے ہیں اور اس کے جھوٹے ہونے پر انکو پشمان ہونا پڑتا۔ اسی آیت میں دیکھو مرزا صاحب نے کس قدر غلطی کھائی ہے کہ ﴿ثُمَّ يُمِيتُكُمْ﴾ کے معنی خود ہی فوت ہوجانے کے کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہیں اس آیت میں بیشک چار واقعات ہیں پہلے پیدا ہونا۔ کیا اسمیں کلیہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ آدم اور حوا اور مسیح وغیرہم باہر ہیں۔ دوسرا ﴿وَرَزَقَكُمْ﴾ کے مخاطب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے لوگ ہیں اور مسیح چھ سو برس پہلے پیدا ہوئے۔ تو وہ اس قانونِ مرزا صاحب پہلے ہی باہر ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے پیدا ہوئے اور قرآن شریف بعد میں نازل ہوا۔

تیسرا: یہ دونوں ماضی کے صیغے ہیں اور یمیتکم اور یحییکم مضارع کے صیغے ہیں جو کہ صاف صاف دلیل اس بات کی ہیں کہ پیدا ہونے اور رزق ملنے کے بعد فوت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہونا ہوگا اور پھر زندہ ہونا ہوگا۔ ماضی صیغے تو یہ نہیں ہیں کہ مرزا صاحب مسیح کو مار چکے **یمیتکم** کے معنی ہیں اپنی مرضی سے جب چاہے گا آئے گا۔ مارا گیا مرزا صاحب نے جو سمجھ لیا بالکل غلط ہے اور خداتعالیٰ مسیح کو بھی بعد نزول مارے گا۔ مسلمان اس کا جنازہ پڑھیں گے اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ خدا مسیح کو مارے گا۔ جھگڑا تو اس بات میں ہے کہ اب تک نہیں مرا اور قرآن کی اس آیت سے بھی حیات ہی ثابت ہے کہ قرآن کے نازل ہونے تک اگر مسیح اس قانون میں شامل ہو کر نہیں مرا۔ ورنہ ماضی کا صیغہ ہوتا کیوں کہ **یمیتکم** ہے جس کے معنی ہیں مارے گا۔

چوتھا: امر یہ کلیہ مرزا صاحب نے جو بیان کیا کہ قرآن کریم میں یہ الزام ہے کہ اگر کوئی فرد بشر باہر نکالنے کے لائق ہو تو فوراً اس قاعدہ کلیہ سے اسکو باہر نکال دیتا ہے۔ بالکل غلط اور خلاف قرآن ہے۔ خداتعالیٰ قانون فطرت بتاتا ہے ﴿**خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ، يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ**﴾ یعنی انسان یعنی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جو کہ سینہ اور پشت کی ہڈیوں سے نکلتا ہے گو ذکر قانون فطرت تو یہ تھا کہ دیکھو قرآن شریف: ﴿**اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى o ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى o**﴾ یعنی پہلے نطفہ ہوتا ہے اور پھر علقہ پھر انسان پیدا ہوتا ہے۔ مگر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مسیح اس قانون سے باہر تھا اور بغیر نطفہ باپ کے کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ مگر خدا نے مسیح اور آدم وحوا کے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا من گھڑت کلیہ غلط ہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ پچیسویں: آیت یہ ہے کہ ﴿**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ o**﴾ (سورہ رحمٰن، پارہ ۲۷)۔ یعنی ''ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے اور زمین سے نکلتی ہے وہ معرض فنا میں ہے''۔ یعنی دم بدم فنا کی طرف میل کر رہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مطلب یہ کہ ہر ایک جسم خاکی کو نابود ہونے کی طرف ایک حرکت ہے۔ اور کوئی وقت خالی نہیں وہ اِی حرکت بچہ کو جوان کر دیتی ہے اور جوان کو بوڑھا اور پھر اس کو قبر میں ڈال دیتی ہے۔ اور اس قانون سے کوئی باہر نہیں۔ خدا تعالٰی نے فانٍ کا لفظ اختیار کیا۔ یعنی ''فنیس'' کہا تا کہ معلوم ہو کہ فنا ایسی چیز نہیں کہ کسی آئندہ زمانہ میں ایک دفعہ واقعہ ہو گی۔ بلکہ سلسلہ فنا کا ساتھ ساتھ جاری ہے۔ لیکن ہمارے مولوی یہ گمان کر رہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی فانی جسم کے ساتھ جسمیں بموجب نص صریح کے ہر دم فنا کام کر رہی ہے۔ بلا تغیر و تبدل آسمان پر بیٹھا ہے اور زمانہ اس پر اثر نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالٰی نے اس آیت میں بھی مسیح کو کائنات الارض میں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ اے حضرات مولوی صاحبان کہاں گئی تمہاری توجہ اور کہاں گئے وہ تمہارے لمبے چوڑے دعوٰی اطاعت قرآن کریم کے۔

جواب: اس آیت سے بھی مسیح کی وفات ہرگز مفہوم نہیں۔ یہ آیت تو خدا تعالٰی کی ذات کی نسبت ہے کہ خدا تعالٰی کے سوا تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ یہاں وفات مسیح کا کیا ذکر بیشک تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ تمام چیزیں فنا ہو گئی ہیں۔ فنا دو قسم سے مانی جاتی ہے۔ ایک فنا بالفعل اور دوسری فنا بالقوۃ۔ یہ ذکر فنا بالقوۃ کا ہے یعنی سب چیزیں فنا ہونیوالی ہے۔ اس آیت سے سمجھنا کہ سب کچھ ہو گیا ہے اور مسیح بھی فوت ہو گیا ہے جہالت ہے ذرا غور اور انصاف سے کہو کہ اگر کوئی شخص یہی آیت پڑھ کر کہدے کہ دنیا فنا ہو گئی ہے اور ہم تم سب اسی قانون کے ماتحت ہیں اسلئے ہم تم بھی فوت شدہ ہیں۔ تو کوئی شخص اس جاہل کی بات قبول کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی یہ بات کوئی قبول نہیں کر سکتا۔ چونکہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۝﴾ قرآن شریف میں آیا ہے اسلئے مسیح کو بھی فوت شدہ مان لو۔ اگر کوئی شخص میاں صاحب قادیانی یا مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو یہ آیت سنا کر کہے کہ حضرت آپ تو فوت ہو گئے ہیں کیونکہ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۝﴾

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

قرآن میں آیا ہے تو کیا سب مرزائی مان لیں گے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب کی یہ دلیل کس طرح مانی جاسکتی ہے۔

دوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حال کے مولوی یہ گمان کررہے ہیں کہ مسیح ابن مریم اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بیٹھا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی الہامی عبارت کے برخلاف ہے جو آپنے اپنی الہامی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں لکھی ہے، **وھو ھذا:**

''اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائیگا''۔ (براہین احمدیہ، صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹، مصنفہ مرزا صاحب)

یہ عقیدہ ایسا اجماعی تھا کہ پہلے مرزا صاحب بھی اسی عقیدہ پر تھے بلکہ مرزائی خدا نے بھی مرزا صاحب کو اطلاع نہ دی۔ مگر اب مرزا صاحب تمام صحابہ کرام وعلمائے عظام وصوفیاء اور اولیاء امت کو چھوڑ صرف حال کے مولویوں کو الزام دیتے ہیں کہ یہی مولوی مسیح کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں، دوسری امت نہیں مانتی۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اولیائے امت رحمہم اللہ اسی پر تھے جیسا کہ میں نے رسالہ تائید الاسلام' بابت ماہ اگست دسمبر ۱۹۱۹ء میں اجماع امت ثابت کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ کے ہر ایک طبقہ کا نام اور نام کتاب لکھا ہے جسمیں انہوں نے جسمی رفع ونزول مسیح لکھا ہے مگر مرزا صاحب کی راستبازی یہ ہے کہ صرف حال کے علماء کو الزام دیتے ہیں۔

سوم: کہتے ہیں کہ یہی علماء کی توحید ہے۔ افسوس! مرزا صاحب کی عیاری قابل داد ہے کہ خود شرک کریں اور اپنی کتاب ''البریہ'' کے صفحہ ۷۹ پر لکھیں کہ ''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور کہا کہ وہی ہوں''۔ سبحان اللہ یہ مرزائی توحید ہے کہ عاجز انسان خدا بنتا ہے مگر عیاری یہ ہے کہ دوسرے علماء کو کہتے ہیں کہ وہ شرک کرتے ہیں کیوں خود خدا جو ہوئے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ خود مرزا صاحب خدا کے لئے خدا کی اولاد بنیں تو موحد۔ خدا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے نطفہ سے اپنے آپ پیدا شدہ بتائیں تو موحد۔ اور مولوی صاحبان صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درازعمر دیں اور آسمان پر نصوص شرعی کے مطابق تسلیم کریں تو مشرک۔ افسوس! پس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ وفات مسیح بالفعل ثابت کرنی تھی جو نہ کی۔ بالقوۃ فنا کا تو ہر ایک مسلمان قائل ہے۔ کلام تو صرف اسمیں ہے کہ مسیح ابھی تک نہیں مرا۔ جیسا کہ حدیثوں کے الفاظ **ثم یموت ولم یمت** ظاہر کررہے ہیں۔ اور یہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کی آیت: **﴿وَاِن مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ﴾** کے مطابق فرمایا۔ قرآن وحدیث سے جو امر ثابت ہو اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہو اسکو شرک ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

قولہ چھبیسویں آیت: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍo فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍo﴾ (الجزء ۲۷ سورۃ القمر) یعنی ''متقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں، صدق کی نشست گاہ میں بااقتدار بادشاہ کیساتھ''۔ اب ان آیات کی رو سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے دخول جنت اور مقعد صدق میں تلازم رکھا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا...... (الخ)

اقول: یہ آیت بھی قیامت کے بارے میں ہے اور یہ کون کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انکو دوسرے آسمان پر دیکھا۔ تو پھر مرزا صاحب کا کس قدر بہتان ہے کہ جنت کے دخول کے واسطے موت کا لازم ہونا کہتے ہیں۔ مسلمان کا مذہب ہے جب حدیث سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بہشت کا دروازہ کھولیں گے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں کیسے داخل ہوئے۔ مرزا صاحب کا قاعدہ تھا خود ہی اپنے پاس سے ایک بات بنا لیتے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اورخود بموجب بنائے فاسد علی القیاس جھوٹ پر جھوٹ بولتے جاتے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ مسلمانوں کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں داخل ہیں۔ جسکے واسطے مرزا صاحب موت کا ہونا ضروری بتلاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے معنی کرنے میں تحریف معنوی کی ہے جو کہ بقول ان کے الحاد ہے۔ کوئی مرزائی بتادے کہ ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد یہ قرآن مجید کے کن الفاظ کا ترجمہ ہے؟ جب قرآن مجید میں یہ الفاظ نہیں اور مرزا صاحب نے اپنے پاس سے یہ الفاظ بڑھائے تو تحریف ہوئی۔ جس کو مرزا صاحب خود کفر والحاد و یہودیت سے کہتے ہیں۔ اور لعنت کا مورد جانتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کی اس کاروائی سے معلوم ہوا کہ اس کا فتویٰ دوسروں کیواسطے ہے خود جو چاہیں کرلیں۔ اسی واسطے قرآن میں **انا انزلنا قریبا من القادیان** ایک آیت بنالی نہ صرف بنالی بلکہ کشفی حالت میں قرآن میں لکھی ہوئی بھی دیکھ لی۔ پھر ایسے کشف کو خدائی کشف کہتے ہوئے خدا کا خوف نہیں۔ جب وہ کشف جسمیں قرآن میں تحریف ہو اور ایک آیت زیادہ کی جائے شیطانی کشف نہیں؟ تو خدا کے واسطے کوئی مرزائی بتادے کہ شیطانی کشف کی کیا علامت ہے؟ تا کہ رحمانی اور شیطانی کشف میں فرق ہو۔ پس اس آیت سے بھی وفات مسیح پر استدلال غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ہرگز ہرگز ثابت بلکہ اشارہ تک نہیں کہ مسیح بہشت میں داخل ہوا۔ جسکو بعد موت داخل ہونا تھا۔ بلکہ یہ تو عام وعدہ خداوندی ہے کہ متقی پرہیزگار لوگ بہشت میں داخل ہوں گے قیامت کے حساب کتاب کے بعد۔

ستائیسویں آیت: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا﴾ (الآیۃ) یعنی" جو لوگ جنتی ہیں اور ان کا جنتی ہونا ہماری طرف سے قرار پاچکا ہے وہ دوزخ سے دور کئے گئے ہیں اور وہ بہشت کی دائمی لذات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ہیں''۔اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح ہیں۔ اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ جس سے انکی موت بھی بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔

اقول: جب تک حضرت مسیح علیہ السلام کا بہشت میں داخل ہونا کسی مسلمان کی کتاب سے یا انجیل سے نہ دکھائیں یہ بار بار کہنا کہ بہشتی ہونے کے واسطے وفات لازم ہے۔ بالکل غلط ہے۔ جبکہ قیامت کے حساب کے پہلے کوئی بہشت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ تو مسیح کا بہشت میں داخل ہونا اور وفات کا لازم ہونا ابلہ فریبی ہے۔

دوم: جب مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ جو بہشت داخل ہو جائے وہ اس سے کبھی خارج نہیں ہوتا تو پھر شب معراج حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان پر جو دیکھے گئے اور دیکھنے والا مخبر صادق محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں ہرگز داخل نہیں ہوئے جب بہشت میں داخل نہیں ہوئے تو یہ قیاس مرزا صاحب بالکل غلط ہے کہ وفات مسیح وقوع میں آگئی۔ بڑا افسوس ہے کہ مرزا صاحب ایک لازم ہونے اور واقع ہونے کا فرق نہیں کرتے اور یہ عمداً کرتے ہیں۔ ورنہ اتنے بڑے عالم کی شان سے بعید ہے کہ وہ اتنا نہ سمجھے کہ دعویٰ تو وفات مسیح کے واقع ہونے کا ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں وفات مسیح کے لازم ہونے کی۔ اس سے کس کو انکار ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے ایسی دھوکہ وہی مامور من اللہ ہونے کے مدعی کی شان سے بعید ہے۔ یہ آیت تو قیامت کے بارے میں ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ انسان مرنے کے ساتھ ہی بہشت میں چلا جاتا ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دوسرے گنہگار مرنے کے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تو پھر قیامت کا آنا اور حساب و اعمال کا وزن اور جزا سزا کا ملنا بروز قیامت سب غلط ہے۔ اور صرف قیاسی غلط نہیں ہوگا۔ بلکہ مرزا صاحب کا اپنا تمام کھیل بگڑتا ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ مرنے کے ساتھ ہی نیکوکار بہشت میں اور بدکار دوزخ میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

داخل کیا جاتا ہے تو اس سے ردّ قبور لازم آتے ہیں۔ پہلا فتور یہ ہے کہ سب نیکوکاروں کو جو بہشت ہے یا زمین پر ہوگا یا آسمان پر۔ زمین پر بہشت تو بالکل نہیں ہے۔ کیونکہ آجکل کے علوم کی روشنی نے کل حالات زمین کے بتادیئے ہیں۔ دوسرا فتور یہ ہے کہ آسمان پر بہشت ہوتو انسانوں کا بجسد عنصری آسمان پر جانا ثابت ہوگا جو مرزا صاحب کے کل مشن کی بنیاد ہلا دیتا ہے۔ اگر کوئی جلد مرزائی کہے کہ بہشت ودوزخ میں صرف روح داخل ہوگی، یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ روحانی جزا وسزا تو بذریعہ تناسخ ہوتی ہے اور تناسخ خود باطل ہے۔ کیونکہ یہ بے انصافی ہے کہ گناہ تو کرے روح اور جسم دونوں، اور سزا ملے صرف ایک کو۔ یعنی روح کو۔ ایسا ہی نیک کام تو کریں روح اور جسم ملکر اور بہشت میں داخل ہوصرف روح۔ اور جسم جسکے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا تھا اس کو کوئی جزا وسزا نہ ملے۔ اس میں نہایت ظلم خداوندی ثابت ہوگا اور یہ فاسد عقیدہ ہوگا کہ ظلم کی نسبت خدا کی طرف نہایت خطا ہے۔ پس نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشت میں داخل ہوئے اور نہ انکا فوت ہونا اس آیت سے ثابت ہوا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

قولہ اٹھائیسویں آیت: ﴿اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ﴾ یعنی ''جس جگہ تم ہو اسی جگہ تمہیں موت پکڑے گی اگر چہ تم بڑے مرتفع برجوں میں بودوباش اختیار کرو''۔ اس آیت سے بھی صریح ثابت ہوتا ہے کہ موت اور لوازم موت ہر جگہ جسم خاکی پر وارد ہو جاتے ہیں...... (الخ) (ص ۶۲۲)

اقول: اس آیت سے لزوم موت ثابت ہوتا ہے نہ وقوع موت۔ یعنی موت مسیح پر وارد ہوگئی ہے اس میں نہیں لکھا۔ بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ کہ جہاں کہیں تم رہو تم کو موت وقت معینہ پر آجائیگی۔ سو اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کئی دفعہ پیش ہو چکی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول فوت ہوں گے اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور وہ مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ اور اسی واسطے ایک قبر کی جگہ مقبرہ رسول اللہ ﷺ میں خالی ہے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ موت وارد ہونا اور ہے اور موت کا لازم ہونا اور ہے۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے کیونکہ اگر کوئی جاہل کہہ دے کہ خواجہ کمال الدین صاحب فوت ہو گئے اور یہی آیت بطور ثبوت پیش کرے کہ چونکہ اُن کے لئے موت لازمی امر ہے لہٰذا وہ مر گئے ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے جہاں کہیں کوئی رہتا ہو اسکو موت پکڑ لیتی ہے۔ اگر اس جاہل کے سمجھنے کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے تو مرزا صاحب کی اس دلیل کو بھی کوئی تسلیم کر سکتا ہے۔ ورنہ جو سلوک اسی جاہل کے لئے ہوگا وہی مرزا صاحب کے اس استدلال سے ہوگا۔

قولہ انتیسویں آیت: ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے وہ چھوڑ دو۔ (صفحہ ۶۴۴ ازالہ)

اقول: سبحان اللہ حق کبھی چھپا نہیں رہتا۔ مرزا صاحب نے یہ آیت پیش کر کے خود زد کے نیچے آ گئے۔ مرزا صاحب ہم آپ کا فرمانا قبول کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ منظور کرتے ہیں۔ پس غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کا کیا فیصلہ کیا۔ جو کچھ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کا ہے وہی آپ کو سناتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے اور مرزا صاحب کے مرید اپنے مرشد کی قبول کردہ بات سے انحراف نہ کریں گے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جب دنیا میں میں تشریف لائے تو ایک عالم مذہب اپنے ساتھ لائے اور کل رؤیاں باطلہ کا بطلان فرمایا۔ از انجملہ عیسائی بھی تھے۔ حضور ﷺ نے عیسائیوں کے کے عقائد کی بھی تردید فرمائی اور شرک کا قلع قمع فرمایا یعنی الوہیت مسیح کو باطل کیا کفار کی تردید فرمائی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی تردید فرمائی مگر مسیح کی آمد ثانی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا مسئلہ جو عیسائیوں میں ہے اسکی تصدیق فرمائی۔ میں ذیل میں ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کی لکھتا ہوں جو کہ تمام متنازعات کا فیصلہ کرتی ہے، **وھوھذا:**

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما **قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسٰی ابن مریم الی الارض فتزوج ویولد لہٗ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر.** (رواہ ابن جوزی فی کتاب الوفاء) ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے اتریں گے عیسٰی بیٹے مریم کے طرف زمین کے پس نکاح کریں گے اور پیدا کی جائیگی ان کے لئے اولاد اور ٹھہرئیں گے زمین میں پنتالیس (۴۵) برس۔ پھر مریں گے۔ پس دفن کئے جائیں گے نزدیک میرے بیچ مقبرہ میرے کے۔ پس اٹھوں گا میں اور عیسٰی ایک مقبرہ میں درمیان ابی بکر و عمر کے کہ اس مقبرہ میں مدفون ہیں۔ (نقل کی یہ ابن جوزی نے کتاب وفا میں) (دیکھو مظاہر الحق، مطبوعہ نولکشور، صفحہ ۳۸۹، جلد ۴)

ناظرین! شکر ہے کہ مرزا صاحب فیصلہ رسول اللہ ﷺ پر ڈالا۔ اب کسی مرزائی کا حق نہیں کہ اس فیصلہ سے انکار کرے اور لطف یہ ہے کہ اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی مانا ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب ''نزول المسیح'' کے حاشیہ مندرجہ صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں: **فتزوج ویولد لہٗ وفیدفن معی قبری** دیکھئے۔ یعنی علمائے اسلام تو اس قدر شوخیاں کرتے یہ ہے خلاصہ مرزا صاحب کے مضمون کا خواہ مرزا صاحب نے اوپر کا حصہ حدیث اپنے مطلب پر سمجھ کر چھوڑ دیا مگر مسلمانوں کو حق ہے کہ تمام حدیث نقل کریں اور اسی فیصلہ رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کریں۔ اب اس فیصلہ رسول اللہ ﷺ میں جو اس حدیث میں ہے ذیل کے امور تمام ثابت ہیں:

اوّل: یہ عیسٰی ابن مریم اصالتاً نزول فرمائیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوم: یہ نزول کے معنی اترنے کے ہیں نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے۔

سوم: آسمان سے اتریں گے کیونکہ **الی الارض** کا لفظ صاف ہے۔ یعنی زمین کی طرف اتریں گے جس سے ثابت ہوا کہ زمین سے نہیں پیدا ہوں گے۔ جبکہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ بلکہ آسمان سے زمین کی طرف تریں گے۔

چہارم: بعد نزول شادی کریں گے کیونکہ جب ان کا رفع آسمان پر ہوا تو وہ شادی شدہ نہ تھے۔ اس سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی خصوصیت ہے کیونکہ وہی مجرد تھے۔ مرزا صاحب تو شادی شدہ اور صاحب اولاد پہلے اپنے دعویٰ سے تھے اور حدیث میں ہے جو مجرد شخص شادی نا شدہ تھا وہی اترے گا اس سے اصالتاً نزول ثابت ہے۔

پنجم: ابھی تک زندہ ہے کیونکہ **ثم یموت** کے الفاظ صاف ہیں کہ پھر مرے گا۔ یعنی بعد نزول ۴۵ برس رہ کر فوت ہوگا۔

ششم: اور فوت ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اس سے صاف حیات مسیح ثابت ہے کیونکہ اگر مسیح مر گیا ہوتا تو **فیدفن** کا لفظ نہ آتا کیونکہ **یموت** و **یدفن** مضارع کے صیغے ہیں جو کہ صیغہ استقبال کے معنی دیتے ہیں۔ اگر مسیح مر گیا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ **مات و دفن** فرماتے پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ فوت نہیں ہوئے۔

اے مرزائی صاحبان یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ چاہے آپ قبول کریں یا نہ کریں آپ کا اختیار ہے۔ ہم مسلمان تو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ایک امتی خود غرض جو کہ خود ہی مدعی ہے اور خود ہی الٹے معنی اپنے مطلب کے واسطے کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں سچا نہیں تسلیم کر سکتے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ چھوڑ کر مرزا صاحب کا کہا مانے تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو جھٹلاتا ہے اور اس کے ایمان میں مرزا صاحب کی بات رسول اللہ ﷺ کی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلمان کو اس فتنہ سے بچائے۔ باقی رہا اُن حدیثوں کا مطلب جو مرزا صاحب نے پیش کی ہیں۔ مرزا صاحب کے مدعا کے برخلاف ہیں کیونکہ ان دونوں حدیثوں میں عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم کا نام تک نہیں اور نہ وہ حدیثیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت ہیں۔ اب ہم ہر ایک حدیث کو لکھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا استدلال بالکل غلط اور لغو ہے۔

پہلی حدیث: یہ ہے جس کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے جو مرزا صاحب نے خود کیا ہے تا کہ طول نہ ہو۔ یعنی ''اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کمتر ہوں گے جو ان سے تجاوز کریں گے''۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس امت کے شمار میں آ گئے ہیں اس لئے وہ بھی ستر برس سے تجاوز نہیں کر سکتے لہٰذا موت ثابت ہے۔ یہ مرزا صاحب کا دھوکہ ہے۔ کوئی مسلمان نہیں کہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدی میں آ گئے ہیں۔ اجماع امت اس پر ہے کہ بعد نزول شریعت محمدی پر عمل کریں گے اور ان کے دو حشر ہوں گے ایک انبیاء کے زمرہ میں اور دوسرا اولیاء کے زمرہ میں۔ (دیکھو مقدمہ ''فصوص الحکم'' شیخ محی الدین عربی صفحہ ۴۳)

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب امت کے شمار میں ہیں اور کہتے ہیں کہ شعر

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

جب مرزا صاحب امتی محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور ان کی عمر ستر سے متجاوز تھی جیسا کہ ان الہاموں سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ مرزا صاحب یا تو خود امتی نہ رہے یا آپ کا استدلال غلط ہے۔ الہام مرزا صاحب یہ ہے (دیکھو رسالہ الوصیت، مطبوعہ انوار احمدیہ، صفحہ ۱۰) جس میں صاف لکھا ہے ''تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا پانچ یا پانچ زیادہ''۔ اب کوئی مرزائی بتادے مرزا صاحب اس حدیث سے امت محمدی سے ہوئے یا نہیں؟ کیونکہ ستر سے متجاوز انکی عمر ان کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

خدا بتاتا ہے۔ حالانکہ یہ الہام غلط نکلا۔ مگر یہ بحث الگ ہے اور ہم یہ اعتراض بھی نہیں کرتے کہ خداتعالیٰ بھی اٹکل سے الہام کرتا ہے۔ کیا اسکو یقینی علم نہ تھا کہ مرزا کی کتنی عمر ہے یہ تو انسان اٹکل لگاتا ہے کہ اسی (۸۰) یا اسی (۸۰) سے پانچ کم یا پانچ زیادہ۔ یہ رمالوں کا سا الہام ہے۔ ورنہ خداتعالیٰ ہر خفی وجلی کے جاننے والا ہے۔ ایسا مہمل واٹکل الہام نہیں کر سکتا۔ کیا خدا کو جس نے مرزا صاحب کی عمر عالم تقدیر میں مقرر کی تھی اس کا علم نہ تھا کہ اٹکل لگاتا ہے کہ اسی برس یا پانچ کم یا زیادہ۔ اس سے صاف انسانی بناوٹ ہے اور مرزا صاحب کے الہاموں کی قلعی کھلتی ہے۔ مگر یہاں یہ مقصود نہیں۔ پس یا تو مرزا صاحب کی سمجھ میں حدیث نہیں آئی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایسی حدیث کبھی نہیں ہوسکتی کہ واقعات کے برخلاف ہو۔ جب روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانوں کی عمریں خاص کرامت محمدی کی عمریں ستر سے متجاوز ہوئی ہیں، تو (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ پر ہی اعتراض آتا ہے۔ مگر یہ مرزا صاحب کو خودغرضی نے ایسا حیرت زدہ کردیا ہے کہ اپنے مطلب کے سوا انکو دوسرے لفظ نظر نہیں آتے یا خود عمداً چھپاتے ہیں۔ افسوس! مرزا صاحب **اقلھم یجوز ذالک** یعنی بہت نہ ہوئے ستر برس سے تجاوز نہ کریں گے۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود ہی کیا ہے۔ ایسے لوگ کم تر ہوں جوان سے تجاوز کریں گے۔ اب کوئی بتائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کمتر لوگوں میں کیوں نہیں آسکتے جنہوں نے ستر برس سے زیادہ عمریں پائی۔ حضرت آدم ونوح واصحاب کہف رضی اللہ عنہم کی عمریں کس قدر دراز تھیں۔ کیا مرزا صاحب کو وہ درازی عمر نظر نہ آئی اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ستر برس کے اندر مانتے ہیں۔ حالانکہ امت محمدی میں بہت شخص ستر برس سے زیادہ عمر پاکر فوت ہوئے چند نام عرض کرتا ہوں **قاضی یحییٰ** جو مامون رشید کے وقت تھا۔ اسکی عمر ۸۳ برس کی تھی۔ (دیکھو کتاب المامون، جلد۲، صفحہ۱۱۱)۔ **عیسیٰ بن سعید** شاگرد امام ابوحنیفہ اس نے ۸۷ برس کی عمر پائی۔ (دیکھو سیرۃ النعمان، صفحہ۱۷۹)۔ **یزید بن**

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہزوف اس نے ۹۰ برس کی عمر پائی ۔ (دیکھو سیرۃ النعمان ،صفحہ)

دوم: مرزا صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ مسیح کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ کیا خود مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ستر برس سے زیادہ قبول نہیں کی۔ پھر اس حدیث کو پیش کرنا دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری حدیث: یہ ہے" روایت ہے جابر سے کہ کہا میں نے سنا پیغمبر خدا ﷺ سے جو وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ کوئی ایسی زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گذرے اور وہ زندہ رہے"۔ یہ حدیث بھی مرزا صاحب نے غلط پیش کی ہے کیونکہ اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا نام تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ تک نہیں۔ پھر اس سے وفات مسیح کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ بیشک عیسیٰ علیہ السلام مخلوق میں سے تھے مگر کیسی مخلوق جو خاص مخلوق ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام میں سے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلاف قانون فطرت بغیر باپ پیدا کر دیا تھا۔ اگر اس کو زیادہ عمر تا نزول، خدا تعالیٰ دے لوگوں سے بڑی بات ہے۔ جبکہ بائبل سے ثابت ہے ہزار ہزار برس تک خدا تعالیٰ نبیوں عمر دراز دیتا رہا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس نے دراز عمر دی۔ عوج بن عنق کی عمر دو ہزار پانسو برس کی تھی۔ (دیکھو مطلع العلوم وجامع الفنون ،ص ۳۸ مطبوعہ نولکشور)

مگر تعجب ہے حدیث میں لفظ **یاتی** ہے جسکے معنی نہیں آئے گا جو مستقبل ہے۔ ماضی کس طرح مرزا صاحب نے سمجھ لیا۔ علاوہ بر آں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے چھ سو برس پہلے ہو گذرے اور یہ حدیث جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس بعد فرمائی گئی تو وہ تو مستثنیٰ ہیں۔ ان کی موت پر یہ دلیل کس طرح ہوگی۔

سوم: یہ حدیث چونکہ واقعات کے برخلاف ہے کیونکہ ہزاروں آدمی آنحضرت ﷺ کے بعد اور اب تک بھی سو برس سے زیادہ عمر کے ہیں پس اسکی تاویل کرنی ہوگی جیسا کہ متقدمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے کی ہے کہ اس وقت کے موجودہ صحابی جو تھے جنہوں نے قیامت کی نسبت سوال کیا تھا انہیں کی نسبت حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا جس کا یہ مطلب ہے کہ ان پر سو برس نہ گذرے گا۔ اور یہ عام نہیں کہ سو برس کسی انسان پر نہ گذرے گا۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب اور حکیم نورالدین نے بحوالہ قرآن مجید ایک دن اللہ کے نزدیک ہزار برس کا ہے۔ تو اس حساب سے سو برس کے تو سو ہزار برس ہوئے قیامت کے آنے میں اور یہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو فرمائے ہوئے ۱۳ سو برس سے اوپر کا عرصہ گذ گیا ہے مگر قیامت نہیں آئی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ کا فرمانا کہ ایک سو برس کسی پر نہ آئے گا کہ قیامت آ جائیگی یہی مطلب تھا کہ سو ہزار برس تک قیامت آئے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی نشان قیامت ہے اس لئے وہ بھی ابھی تک نہ فوت ہوا۔ پس اس حدیث سے بھی استدلال غلط ہے۔ کیونکہ جو حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ثابت ہے۔ پھر دیکھو ثم یموت یعنی پھر مرے گا۔

قولہ تیسویں آیت: ﴿**اوترق فی السماء... قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا**﴾ یعنی کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھلا تو ہم ایمان لائیں گے۔ ان کو کہدے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار ابتلاء میں ایسے کھلے کھلے نشان دکھائے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک آدمی ہوں"۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے (الخ) (ص۲۲۲ ازالہ)

جواب: یہ آیت ہرگز وفات مسیح پر دلالت نہیں کرتی ہے اور نہ یہ حضرت مسیح کے متعلق ہے یہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھائیں تو ہم ایمان لائیں گے۔ قرآن شریف کی آیت ظاہر کرتی ہے۔ کفار نے چھ سات مطالبات کئے اور اخیر میں سب مطالبات سے گریز کر کے کہا کہ ہم تیرے آسمان پر چڑھ جانے کو بھی نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ تو لکھا ہوا ہمارے پاس نہ لائے اور ہم پڑھ نہ لیں۔ ان سب مطالبات کے جواب آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ آپ انکو کہہ دیں کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ مرزا صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے واسطے آیت میں سے الفاظ ﴿وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ ﴿اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ﴾ بعد اور ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ﴾ سے پہلے جان بوجھ کر چھوڑ دیئے اور جھٹ کہہ دیا کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لائیں گے اور پھر آگے جا کے لکھ دیا کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا۔ انہیں جواب صاف ملا کہ یہ عادت اللہ کے برخلاف ہے۔ حالانکہ نہ آیت قرآن کے یہ معنی ہیں اور نہ یہ مطلب جو مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ کیونکہ صرف آسمان پر چڑھنے کا نشان نہ مانگا تھا۔ بلکہ مفصلہ ذیل نشان طلب کر کے سب کے اخیر لکھی کتاب جو وہ خود پڑھ لیں مانگی تھی۔ خداتعالیٰ کا جواب کہ کہہ دو کہ میں ایک بشر رسول ہوں سب نشان کے جواب میں ہے۔ کیونکہ ظاہر و ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نشان ہی نہ دکھایا۔ یعنی نہ زمین سے چشمے بہائے اور نہ کھجور اور انگور کے باغ دکھائے نہ آسمان ٹکڑے کر کے گرایا اور نہ اللہ اور فرشتوں کو ضامن لائے اور نہ سنہری گھر بنا کر دکھایا اور نہ آسمان پر چڑھے اور نہ نوشتہ لائے کہ کفار نے پڑھ لیا۔ اور یہ جواب خداوندی کہ کہو کہ میں ایک آدمی رسول ہوں۔ سب مطالبات کے جواب میں ہے مرزا صاحب کا فرمانا اور استدلال جب درست ہوسکتا تھا جبکہ دوسرے تمام نشان رسول اللہ ﷺ دکھا دیتے۔ اور آسمان پر چڑھنے سے انکار کرتے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے تو سب نشانوں کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

بشر رسول ہوں۔ یہاں مرزا صاحب نے فلسفیوں اور نیچریوں کی تقلید کی ہے کہ وہ لوگ معجزات انبیاء علیہم السلام سے اسی آیت کی بنا کر انکار کیا کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب اس آیت سے معجزات کا ظہور میں آنا ناممکن کہتے ہیں تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بھی انکار کریں اور اس انکار سے مرزا صاحب نے خود رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کو تمام رسولوں اور نبیوں کے مرتبہ سے گھٹایا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے رسولوں کے معجزے تو مانیں حتیٰ کہ اپنے معجزات ونشان تین لاکھ کے اوپر بتا دیئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کو نشان دکھانے سے عاجز بنایا۔ یہ طریق مسلمانی کے برخلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کفار کے مطالبات سفلی بھی علوی بھی یعنی زمین پر واقعہ ہونے والے بھی تھے جیسا کہ چشمہ کا بہنا انگور اور کھجور کا باغ اور اس میں نہروں کا ہونا سنہری گھر کا ہونا اور سوی یعنی آسمان پر واقعہ ہونے والے بھی تھے۔ جیسا کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ اور گرنا، حضرت کا آسمان پر چڑھنا۔ لکھی ہوئی کتاب کا آسمان سے لانا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے سفلی مطالبات پورے ہو جاتے تو پھر مرزا صاحب کہہ سکتے تھے کہ حضرت نے آسمان پر چڑھنے سے عجز ظاہر فرمایا۔ مگر جب کہ سب نشانوں کے جواب میں فرمایا کہ میں ایک بشر رسول ہوں تو اس کے یہی معنی ہیں کہ نشان اور معجزہ دکھانا رسول کے اپنے اختیار میں نہیں اور نہ وہ قادر مطلق ہے۔ کہ جب بھی کسی کافر نے جیسا مطالبہ کیا ویسا نشان دکھایا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے اختیار میں ہے کہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کے ہاتھ معجزہ ظہور میں لاتا ہے۔ اور جب نہیں چاہتا اور نشان دکھانا مصلحت نہیں سمجھتا تو نشان نہیں دکھاتا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ان کفار کے کل مطالبات کے جواب میں یہی کہہ دے کہ میں نشان دکھانے پر کامل قدرت نہیں رکھتا۔ صرف ایک رسول ہوں جس طرح پہلے رسول خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہ تھے میں بھی چونکہ ایک بشر رسول ہوں خود بخود نشان دکھانے پر قادر نہیں ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم کو نشان دکھائے گا۔ جیسا کہ وہ پہلے نبیوں کے وقت کرتا آیا ہے یہ کبھی نہیں ہوا اور سنت اللہ ہے کہ نبی و رسول جس وقت چاہے معجزہ دکھائے بلکہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے رسول کی فضیلت بتانے کے واسطے نشان دکھاتا ہے۔ مرزا صاحب خود نشان دکھانے کے مدعی ہیں مگر کوئی مرزائی ایمان سے بتائے کہ وہ اپنے اختیار سے نشان دکھاتے تھے؟ ہرگز نہیں۔ ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ قادیان میں آؤ اور انتظار کرو۔ جب اللہ چاہے گا نشان دکھائے گا۔ مگر افسوس مرزا صاحب حضرت خلاصہ موجودات محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ کفار نے ان سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا اور آپ نے چونکہ نہیں دکھایا اس لئے انسان کا آسمان پر جانا محال ہے مگر ان کو یہ معلوم چاہئے کہ محال امر ہی کا ہو جانا معجزہ ہے ورنہ وہ نشان نہیں۔ کیوں کہ پھر عوام اور خواص میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ جب ایک مریض کو حکیم دوا دیکر اچھا کرے اور رسول بھی دوا دیکر اچھا کرے تو پھر رسول کو حکیم پر کچھ فضیلت نہیں۔ ہاں اگر رسول بغیر دوا کے مریض کو اچھا کرے تو نشان و معجزہ ہے۔ ایسا ہی ہر ایک بشر جب ممکن امور کریں تو پھر سب برابر ہوں گے۔ معجزہ تو وہی ہے جو فوق الفہم ہو۔ حضرت ایلیاہ کا آسمان پر جانا تورات سے ثابت ہے (دیکھو تورات سلاطین)

۲..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب خدا نے چاہا آسمان پر اٹھایا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جب چاہا آسمانوں پر لے گیا۔ بلکہ وہاں تک لے گیا کہ کوئی نبی و رسول وہاں تک نہ پہنچا تھا۔ مگر یہ آسمان پر جانا اور ان کی اپنی قدرت و اختیار سے نہ تھا بلکہ جب خدا نے چاہا ایسا کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کا بشر رسول فرمانا اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ **علی کل شی ء قدیر** جسکی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں میں مساوی ہے رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ اگر خدا کے نزدیک بھی ایک امر جو انسانوں کے نزدیک محال ہے محال یقین کیا جائے تو پھر خدا عاجز اور اسباب کا محتاج ثابت ہوتا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اورانسانوں اور خدا میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں سوا اس آیت کے اور جگہ بھی فرمایا ہے کہ معجزہ دکھانا نبی کے اپنے اختیار میں نہیں۔ (دیکھو سورہ رعد رکوع ۵): ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ یعنی نہ تھا کسی رسول کو کہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے۔ پس چونکہ کفار کے مطالبات مصلحت الٰہی کے برخلاف تھے اور خدا تعالیٰ اس وقت ایسے نشان دکھانا نہ چاہتا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو کہدو کہ میں بشر رسول ہوں۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کسی بشر کو آسمان پر لے جانا چاہے تو نہیں لے جا سکتا۔ پس اس آیت سے بھی استدلال غلط ہے۔

دوم: یہ آیت بھی حضرت مسیح کے متعلق نہیں اور نہ اس سے وفات مسیح اشارتاً وکنایۃً ثابت ہوئی ہے اگرچہ مرزا صاحب نے معنی کرنے میں بہت سی تحریف کی ہے اور قرآن شریف کی پہلی پچھلی آیات میں بہت قرآن کے الفاظ چھوڑ دیئے ہیں اور اپنا الو سیدھا کرنا چاہا مگر یہ قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ جو شخص قرآن میں اپنا دخل دیتا ہے آخر شرمسار ہوتا ہے۔ یہ مرزا صاحب نے بالکل غلط لکھا ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہم کو دکھا تب ہم ایمان لائیں گے **لن نؤمن** کے معنی ''تب ایمان لائیں گے'' بالکل غلط ہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے **لن** کلمہ نفی کا ہے کفار کے مطالبات حسب ذیل تھے:

۱......زمین سے چشمہ بہا نکالے۔

۲......کھجور اور انگور کا باغ اور اس میں نہریں چلا کر بہائے۔

۳......ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادے جیسا کہ تو کہا کرتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔

۴......فرشتوں اور اللہ کو ضامن لائے۔

۵......تیرے لئے ستھرا گھر ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

۶.....تو آسمان پر چڑھ جائے مگر ہم ایمان نہ لائیں گے۔

۷.....جب تک ہمارے لئے ایک نوشتہ نہ اتارے جس کو ہم سب پڑھ لیں۔

ان مطالبات کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ تو ان کو کہہ دے کہ سبحان ربی میں تو ایک بشر رسول ہوں۔

اب اس سے انسان کا آسمان پر جانا تو ثابت ہوا کیونکہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے چاہے تو آسمان پر چڑھ جائے جب تک کہ لکھا ہوا نوشتہ جس کو ہمارا ہر ایک فرد پڑھ لے نہ لائے۔ اس سے ثابت ہے کہ کفار کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکو آسمان پر تو لے جائیگا جیسا کہ شب معراج میں لے گیا تھا تب ہی تو انہوں نے نوشتہ کی قید لگائی۔ یہ طریق انسانوں کی بول چال میں مروج ہے کہ جب ایک خاص کام کو کرانا چاہتے ہیں تو پہلے محالات امور جو ان کے ذہن میں ناممکن ہوتی ہیں ذکر کر کے بعد میں اپنا اصلی مقصود بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہر ایک زمانہ میں ہوتا آیا ہے کہ ایک شخص اپنے مطالبہ کے حاصل کرنے کے واسطے جھٹ کہہ دیتا ہے کہ چاہے تو ہم کو سارے جہان کی نعمتیں دیدے مگر جب تک مجھ کو میرا محبوب نہ دے میں ہرگز راضی نہ ہوں گا۔ یا بولا جاتا ہے کہ چاہے آپ رسی کے سانپ بنا دیں، ہوا پر پرواز کریں، جلتی آگ میں کود کر نکل آئیں مگر جب تک میرا مقصد حاصل نہ ہو میں نہ مانوں گا۔ بعض لوگ اب بھی ایسا کہہ دیتے ہیں کہ آپ لاکھ بات بنائیں آسمان پر چڑھ جائیں ہزار قسمیں کھائیں اور اعجاز بیان کریں۔ جب تک ہماری بات پوری نہ ہوگی ہم ہرگز نہ مانیں گے۔ چونکہ قرآن مجید انسانوں کے محاورات میں نازل ہوا ہے اس واسطے انسانی محاورہ کے مطابق کفار کے مطالبہ کا ذکر کیا ہے اور وہ مطالبہ یہ تھا کہ لکھی ہوئی کتاب ہم کو لائے تب ہم ایمان لائیں گے جس کا صاف مطلب یہ ہے بغیر کتاب کے جو ہر ایک اسکو کو پڑھ لے ہم ایمان نہ لائیں گے اور اس کے بغیر سب باتیں اگر ہماری پوری ہو جائیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہ علت غائی نوشتہ کے لانے کی پوری نہ ہوتو ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر خدا تعالیٰ کا جواب یہ ہوا کہ کہدو کہ میں تو ایک بشر رسول ہوں۔ اس جواب میں ایک لطیف دندان شکن جواب کفار کو دیا گیا ہے جو مرزا صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا وہ یہ تھا کہ میں بشر رسول ہوں اور میرے پہلے بھائی بشر اور رسول جوگذرے وہ کفار کو ایسے ایسے معجزے دکھا چکے مگر کفار ایمان نہ لائے چنانچہ مطالبہ نمبر اول چشموں کا جاری ہونا ہے۔ سو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ ﴿بعصاک الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کیلئے پانی مانگا اور ہم نے کہا کہ مارا اپنا عصاء پتھر پر۔ پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ (سورۃ البقر)

دوسرا: مطالبہ ایسا تھا کہ وہ محال عقلی نہ تھا کیونکہ باغ انگور و کھجور کے ہر ایک لگا سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے بشر رسول فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہم نے تو ایک رسول کے واسطے آگ کو گلزار بنا دیا تھا تم نے تب بھی نہ مانا ان انگوروں اور کھجوروں کے باغوں کو دیکھ کر کب مانو گے؟ دیکھو قرآن مجید پارہ ۱۷ ﴿قلنا ینار کونی بردا وسلما علی ابراهیم٥﴾ اے آگ تو ابراہیم علیہ السلام پر سرد و سلامتی ہو جا۔

تیسرا مطالبہ: سنہری گھروں کا تھا وہ بھی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام کے تھے۔

چوتھا مطالبہ: کہ تو چڑھ جائے آسمان پر یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے وقت دیکھ چکے تھے اور ان دونوں بشر و رسول کی مثال موجود تھی۔

پانچواں مطالبہ: فرشتوں اور اللہ کو ضامن لانے کا تھا سو یہ معجزہ حضرت لوط علیہ السلام کے وقت کفار دیکھ چکے تھے کہ اللہ کے فرشتے آئے اور انہوں نے زمین کفار کو زیروزبر کر دیا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔

چھٹواں مطالبہ: نوشتہ لانے کا تھا سو وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات شریف پتھر کی لوحوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر لکھی ہوئی لا چکے تھے مگر کفار نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے۔

ساتواں مطالبہ: آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانا تھا اور یہ ایسا ہی بیہودہ اور پورانی درخواست تھی جس کو تمام کفار پیش کرتے ہیں۔ اب بھی منکران قیامت کہا کرتے ہیں کہ اگر قیامت آنے والی ہے تو کیوں اب نہیں آجاتی۔ مگر یہ درخواست بالکل پایۂ عقل سے گری ہوئی ہے۔ کیونکہ قیامت تو اخیر دنیا کے خاتمہ پر جب اللہ جل شانہٗ کو منظور ہوگا تب آئی گی اور تب ہی آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا اور یہی وہ مطالبہ ہے جسکے واسطے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد تم کہدو کہ میں ایک بشر رسول ہوں آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے گرانے اور قیامت لانے اور برپا کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں۔ میں تو صرف خبر دینے والا ہوں جس طرح پہلے رسول آئے اور انہوں نے تم کو یہ معجزات جو تم طلب کرتے ہو تم کو دکھا چکے مگر تم نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے اب بھی تمہارے یہ مطالبات ویسے ہی ہیں جیسے کہ پہلے بشر ورسولوں کے وقت طلب ہوئے اور پورے ہوئے جس طرح ان کفار کو معجزات نے کچھ فائدہ نہ دیا تمہیں بھی کچھ فائدہ نہ دے گا۔ تعجب یہ کہاں سے مرزا صاحب نے نکالا کہ رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر جانے سے انکار ہے اور بشر آسمان پر نہیں جا سکتا۔ جبکہ دسری طرف قرآن شریف اور صحیح بخاری کی حدیثیں بتارہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنا آسمانوں پر جانا بتایا۔ بلکہ مظاہر حق میں مشکوٰۃ کی شرح ہے لکھا ہے کہ معراج جسمانی سے بہت مسلمان منکر ہو کر مرتد ہو گئے مگر رسول اللہ ﷺ برابر اپنے دعویٰ معراج جسمانی میں لگے رہے تو پھر ایک مسلمان کس طرح کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے آسمان چڑھنے پر عجز ظاہر فرمایا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ آسمانوں پر گئے۔ جب ایک دفعہ جا چکے تو پھر انکار کے کیا معنی۔ بشر ورسول اس واسطے فرمایا کہ آسمانوں کا ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دینا کسی بشر ورسول کے وقت نہیں ہوا ایسا ہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

میرے وقت میں بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ میں (نعوذ باللہ) خدا نہیں بشر رسول ہوں اپنے اختیار سے کچھ نہیں کرتا۔ جو کچھ نشان ظاہر ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔

اب ہم ذیل میں قرآن مجید کی آیات کا بمعہ ترجمہ لکھتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کا مغالطہ معلوم ہو۔ ترجمہ: "اور بولے ہم نہ مانے گے تیرا کہا جب تک تو نہ بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ۔ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا۔ پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر۔ یا گرادے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہے، ٹکڑے ٹکڑے۔ یا لے اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جائے تجھ کو ایک گھر سنہرا۔ یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک لکھا جو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ **سبحان اللہ** میں کون ہوں مگر ایک بشر آدمی ہوں بھیجا ہوا۔ (پارہ ۱۵، رکوع ۱۰)

ان قرآن شریف کی آیات سے ظاہر ہے کہ کفار کا مطالبہ ان سب باتوں پر فرداً فرداً نہ تھا بلکہ انکا یہ کہنا صرف اپنے آخری مطالبہ کا زور سے طلب کرنا تھا اور ان کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ یہ سارے مطالبات تو پہلے سب نبی پورے کرتے آئے ہیں اگر محمد ﷺ بھی پورے کردے تو کچھ بعید نہیں، کیونکہ نظیریں موجود ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ مگر ایسی کتاب نوشتہ جسکو ہر ایک پڑھ سکے آج تک کوئی پیغمبر نہیں لایا۔ اس واسطے ان کا خاص مطالبہ یہی تھا۔ چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ روز روشن کی طرح بتا رہے ہیں: ﴿**اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ**﴾ یعنی "اگر تو آسمان پر چڑھ جائے ہم ایمان نہ لائیں گے"۔ ان الفاظ قرآن سے ثابت ہے کہ کفار کے نزدیک محمد ﷺ کا آسمان پر چڑھ جانا مشکل نہ تھا۔ بلکہ مشکل لکھی ہوئی کتاب کا نازل کرنا تھا۔ جسکے جواب میں ﴿**قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا**﴾ فرمایا۔ یعنی "اے محمد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ﷺ ان کفار کو کہہ دو کہ میں ایک بشر رسول ہوں''۔ یعنی جو مجھ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہی تم کو پہنچانے والا ہوں اور بس۔ اور یہ جو تم مطالبات کرتے ہو انکا پورا کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔

معلوم نہیں مرزا صاحب نے یہ کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ''اے محمد تو آسمان پر چڑھ کر دکھلا، تب ہم ایمان لائیں گے''۔ کفار تو کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے تیرے آسمان پر چڑھنے کا جب تک کتاب جسکو ہم پڑھ نہ لیں نہ نازل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ ایسا تھا کہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک کے واسطے کتاب نازل ہو۔ اس طرح تو رسولوں اور نبیوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ جب ہر ایک پر کتاب اترے، تو ہر ایک نبی و رسول ہوا۔ تو پھر نہ کوئی نبی و رسول کی خصوصیت رہی اور نہ کوئی فضیلت۔ پھر تو ہر ایک فرد کی کتاب الگ اور ہر ایک کا مذہب الگ اور ہر ایک کا دستور العمل الگ۔ جو کہ سیاست اور قانونِ تمدن کے بالکل برخلاف ہے اور شانِ نبوت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ کوئی ایک دوسرے کا مطیع اور فرمانبردار نہیں رہتا، ہر ایک صاحب کتاب ہوگا۔ جس سے فسادِ عظیم زمین پر واقع ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ''ان کو کہہ دو کہ میں رسول اور مجھ کو جو کتاب ملی ہے یہی ہدایت کے واسطے کافی ہے، خدا تعالیٰ کی یہ سنت نہیں ہے کہ ہر ایک کے واسطے الگ الگ کتاب اتارے''۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ قیاس کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بہ نسبت بشر اور رسول ہونے کے آسمان پر نہیں جا سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آسمان اور زمین پر بادشاہت و حکومت خدا کی ہے اور وہ ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ﴾ ہے اور ﴿عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کا آسمان پر نہ جا سکنا دو حالت سے خالی نہیں۔ پہلی حالت تو یہ ہے کہ وہ بشر رسول ہیں ان کا آسمان پر جانا ناممکن الوجود ہے۔ مگر جب نظیر آدم و حوا کی موجود ہے کہ بشر ہو کر آسمان پر رہے اور بعد میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان کا ہبوط ہوا۔ پھر ایلیاہ کا آسمان پر جانا توراۃ سے ثابت ہے۔ ہم ناظرین کی تسلی کے واسطے توراۃ سے حضرت ایلیاہ کا آسمان پر جانا نقل کرتے ہیں، تاکہ ثابت ہو کہ مرزا صاحب نے سخت غلطی کھائی ہے جو لکھا ہے کہ ''بشر رسول آسمان پر نہیں جاسکتا''۔ کیونکہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ چاہے تو نبی و رسول کو آسمان پر لے جاسکتا ہے۔

(دیکھو'' توریت سلاطین ۲)

''اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیاہ کو ایک بگولے میں اڑا کے آسمان پر لے جائے تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا اور ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ تو یہاں ٹھہر۔ اس لئے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے۔ سو الیسع بولا خداوند کی حیات کی قسم اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ سو وہ بیت ایل کو اتر گئے اور انبیاءزادے جو بیت ایل میں تھے، نکل کر الیسع کے پاس آئے اور اسکو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں میں جانتا ہوں تم چپ رہو۔ تب ایلیاہ نے اسکو کہا اے الیسع تو یہاں ٹھہر کہ خداوند نے مجھ کو یریحو کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا کہ خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ سے جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ وہ یریحو میں آئے اور انبیاء زادے تو یریحو میں تھے۔ الیسع پاس آئے اور اس سے کہا کہ تو اس سے آگاہ ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا میں تو جانتا ہوں تم چپ رہو۔ اور پھر ایلیاہ نے اسکو کہا تو یہاں درنگ کر کہ خداوند نے مجھ کو یردن بھیجا ہے۔ وہ بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں آگے چلے اور ان کے پیچھے پیچھے پچاس آدمی انبیاءزادوں میں سے روانہ ہوئے اور سامنے کی طرف دور کھڑے ہو رہے اور وہ دونوں لب یردن (نام دریا) کھڑے ہوئے اور ایلیاہ نے اپنی چادر کو لیا اور لپیٹ کر پانی پر مارا کہ پانی دو حصے ہو کے ادھر اُدھر ہو گیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہو کے پار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہو گئے۔ اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئے تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے میں تجھ سے جدا کیا جاؤں، مانگ میں تجھے کیا کچھ دوں۔ تب الیسع بولا مہربانی کر کے ایسا کیجئے کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو۔ تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا سو اگر مجھے آپ سے جدا ہوتے ہوئے دیکھے گا تو تیرے لئے ایسا ہو گا۔ اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہو گا۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور انبیاء بگولے میں سوار ہو کر آسمان پر چلا گیا اور الیسع نے یہ دیکھا اور چلّایا: اے میرے باپ اے میرے باپ".......(الخ) (سلاطین ۲)

تورات خدا کی آسمانی کتاب ہے اور قرآن شریف کا دعویٰ ہے کہ وہ دوسری آسمانی کتابوں کا مصدق ہے اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ سے انجیل کی بھی تصدیق کر دی: دیکھو "انجیل اعمال باب ۱، آیت ۱۱"۔ "دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے تھے اور کہنے لگے اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو۔ یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا، پھر آئے گا۔ جب قرآن مصدق ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے آسمان پر چڑھ جانے کی تردید ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پھر تو قرآن شریف کذاب ہو گا، کیونکہ ایلیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو اوپر لکھا ہے، انسان کا آسمان پر جانا ثابت کر رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا قیاس غلط ہے کہ وہ بشر رسول کے آسمان پر جانے کے لئے ناممکن کہتے ہیں۔ بلکہ اس آیت سے تو قیاس ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح آسمان پر گئے۔ جیسا کہ معراج والی حدیثوں سے ثابت ہے۔ ورنہ مرزا صاحب کے اپنے منطق سے تو رسول اللہ ﷺ کی سخت ہتک ہو گی کہ ایلیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو خدا تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

آسمان پر لے جائے اور محمد ﷺ کو فرمائے کہ تو کہدے کہ بشر رسول کبھی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ جب نظیریں موجود ہیں کہ بشر رسول آسمان پر خدا تعالیٰ کی خاص قدرت نمائی سے چڑھ گئے تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ میں طاقت ہے کہ بشر کو آسمان پر لے جائے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ میں ہی بشر رسول کو آسمان پر لے جانے کی طاقت نہ ہو۔ مگر یہ حالت قابل تسلیم نہیں۔ جتنی قومیں دنیا میں خدا پرست ہیں یہ کسی کا اعتقاد نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ انسان کی طرح اسباب کا محتاج ہے اور بشر رسول کو آسمان پر لے جانے کے واسطے عاجز ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہے تو وہ خدائی کے لائق نہیں۔ پس یا تو خدا کو عاجز ماننا پڑے گا یا جیسا کہ آسمانی کتابوں میں لکھا ہے اور قرآن شریف اس کا مصدق ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آسمان پر گئے۔ تو پھر ضرور تسلیم اور یقین کرنا پڑے گا خدا تعالیٰ کا جواب آسمان پر چڑھنے کی نسبت ہرگز نہیں۔ بلکہ بشر رسول صرف لکھی ہوئی کتاب لانے اور آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانے کی نسبت ہے، جسکی نظیر آسمانی کتابوں میں نہیں اور نہ کسی رسول کے وقت ہوا۔ ہر زمانہ میں ہر ایک رسول کے وقت یہی مطالبہ رہا کہ اگر قیامت اور عذاب حق ہے تو ہم پر لے آؤ۔ اور ہر ایک نبی کے وقت میں یہی جواب ملتا رہا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ہم صرف بشر و رسول ہیں، خدا کے قادر مطلق نہیں ہیں، جس وقت جو کافر مطالبہ کرے ہم پورا کر دیں۔ نشانوں کا دکھانا خدا کی مرضی ہے۔

اخیر میں مرزا صاحب کے محالات عقلی و فلسفی دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب خود اپنی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۵۰ پر لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا انبیاء علیہم السلام سے ایسا خاص معاملہ ہے کہ دوسروں سے نہیں۔ اصلی عبارت مرزا صاحب کی لکھی جاتی ہے تا کہ کسی مرزائی کو کوئی عذر نہ رہے، **وھو ھذا**: "اور ان سے یعنی انبیاء علیہم السلام سے خدا تعالیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے معاملات ہوتے ہیں جو دوسروں سے وہ ہرگز نہیں کرتا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام چونکہ وہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا، اسلئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اسکی مدد کی جبکہ وہ ظالم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو اسکے لئے سرد کر دیا"......(الخ)

(دیکھو حقیقۃ الوحی، ص ۵۰، مصنفہ مرزا صاحب)

مرزا صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خدا تعالیٰ کی خاص عادت ہے اور خاص معاملات ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی خاطر قانون قدرت اور محالات عقلی کا پابند نہیں رہتا اور انکی بزرگی دنیا پر ظاہر کرنے کے واسطے وہ وہ عجوبہ نمایاں کرتا ہے جو دوسروں کے واسطے نہیں کرتا۔ جب یہ بات حق ہے اور مرزا صاحب کا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کر دی، تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کے سیر آسمانی سے جو قرآن میں ہے ان کا کیونکر انکار ہو سکتا ہے؟ جب خدا ہر ایک امر پر قادر ہے، اور دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کی خاطر خلاف قانون قدرت بھی کرتا رہتا ہے تو پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر کیوں نہیں چڑھا سکتا ہے، جبکہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کر دی تو محمد ﷺ کے واسطے اگر محالات عقلی نہ کرے تو محمد ﷺ کا مرتبہ کم ہوتا ہے اور یہ فاسد عقیدہ ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے واسطے تو خدا تعالیٰ قانون کی پابندی توڑ دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خلاف قانون قدرت کنواری کے پیٹ سے بغیر نطفہ باپ کے پیدا کرے اور پھر آسمان پر اٹھا لے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ سرد کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے لکڑی کا اژدہا بنا دے، مگر محمد رسول اللہ خلاصہ موجودات ﷺ اور خاتم النبیین کو آسمان پر لے جانے کے واسطے قانون قدرت کھول بیٹھے یہ محمد ﷺ کی سخت ہتک ہے کہ ایلیاہ کو تو آسمان پر بگولے پر بٹھا کر لے جائے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر لے جائے، مگر جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

محمد ﷺ سے کفار مطالبہ کریں تو فرمائے کہ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ یہ کس قدر ہتک حضور ﷺ کی ہے۔مگر مصرعہ

ع تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

یہ صرف خود غرضی ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے لئے روک ہے۔اس لئے مرزا صاحب نے ایسا لکھا۔ورنہ مرزا صاحب تو وہ ہیں جنھوں نے ''سرمہ چشم آریہ'' میں اسی قانون قدرت کی بدیں الفاظ مٹی پلید کی ہے۔

ا...... یہ ملحدانہ شکوک انہیں لوگوں کے دلوں میں اٹھتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کو اپنے جیسا ایک ضعیف اور کمزور اور محدود طاقت خیال کر لیتے ہیں (الخ) (سرمہ چشم آریہ،ص۴،مصنفہ مرزا صاحب)

اب مرزائی بتائیں کہ خدا میں طاقت ہے یا نہیں کہ بشر کو آسمان پر لے جائے؟

جس حالت میں الٰہی قدرتوں کو غیر محدود ماننا ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے جو اسی سے کارخانہ الوہیت وابستہ اور اسی سے ترقیات علمیہ کا ہمیشہ کے واسطے دروازہ کھلا ہوا ہے،تو پھر کس قدر غلطی ہے کہ یہ ناکارہ حجت پیش کریں کہ جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے بھی باہر ہے......(الخ)(سرمہ چشم آریہ ص۱۰،مصنفہ مرزا صاحب)

اب ذیل میں مرزا صاحب کی فلسفی وعقلی تحقیق ملاحظہ ہو:

''مظفر گڑھ جہاں سے مکالف صاحب عالی، یہاں تک فضل ماری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے''۔مرزا صاحب اس خبر کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک بکرا دودھ دیتا تھا۔

۲......مرزا صاحب مزید برآں لکھتے ہیں کہ اسکے بعد معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے،بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پاتا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی (الخ)۔ (سرمہ چشم آریہ،مصنفہ مرزا صاحب)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ اکبر! **ناظرین غور فرمائیں**: یہ مرزا صاحب کا ایمان آسمانی کتابوں پر ہے کہ ان میں جو لکھا ہے اس پر تو ہزاروں اعتراض محالات عقلی اور خلاف قانون قدرت کے کر کے خدا کو عاجز انسان کی طرح پابند اسباب سمجھتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے خلاف عقل کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ کہ بشر کو خدا تعالیٰ باوجود قادر مطلق اور خالق و مالک ہونے کے آسمان پر نہیں لے جا سکتا۔ آسمان پر بشر کا اگر جانا مانیں تو اپنا مسیح موعود ہونا چونکہ باطل ہوتا ہے، اس لئے سب رسولوں کے آسمان پر جانے سے انکار کیا۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے بھی انکار کیا۔ کہ حضور ﷺ نے اصالتاً نازل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا فرمایا۔ اسلئے آپ نے ایمان اور کتب آسمانی کو بالائے طاق رکھ کر وہ وہ اعتراض کئے کہ غیر مذہب والوں عیسائیوں اور آریوں کو بھی نہیں سوجھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی کچھ قدر نہ کی۔ بکرے کا دودھ دینا مان لیا، جو کسی اخبار میں دیکھا اور مرد کا دودھ دینا اور امیر علی کو دودھ پلانا حق سمجھ کر ایمان لائے، نہ صرف ایمان لائے بلکہ اپنے ایک آریہ کو بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسا قادر مطلق جو مردوں سے عورتوں کا کام لیتا ہے۔ مسلمانوں یہ قادیانی فلسفہ ہے اور اسی فلسفہ کے زور سے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو بھی حیض آتا تھا اور وہ حیض خشک ہو کر بچے بن جاتا ہے۔ (دیکھو تتمہ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۴۳)۔ اصل عبارت مرزا صاحب: یعنی "بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا۔ جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں، بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے، ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے...... (الخ)

دوم: اپنی کتاب "کشتی نوح" میں لکھتے ہیں کہ "مجھ کو مریم بنایا گیا اور مجھ کو حمل ہوا اور درد زہ نے ستایا اور کھجور کے تلے دردمجھکو لے گئی اور وہاں بچہ ہوا"۔ اصل عبارت نہایت طویل ہے جس نے قادیانی حقائق و معارف کی سیر کرنی ہو، وہ مرزا صاحب کی "کشتی نوح"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صفحات ۴۳ و ۴۷ ملاحظہ کر کے انصاف کرے کہ جس قوم کے ایسے امام ہوں، جو مرد سے عورت اور عورت سے مرد بن کر بچے جنیں اور بچے بھی خدا کے اطفال، تو پھر وہ قوم کیونکر مسلمات دین سے انکار نہ کریں۔ افسوس! مرزا صاحب نے امیر علی کا اپنے باپ کے دودھ سے پرورش پانا ایک دیہاتی شخص سے سن کر تو مان لیا، مگر خاتم النبیین خلاصۂ موجودات، اکمل بشر ﷺ کے فرمان کو کہ ''وہی عیسیٰ بیٹا مریم کا، جسکے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں، اخیر زمانہ میں نازل ہوگا''۔ انکار کر کے تاویل کریں اور مجاز و استعارہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کریں، اور باوجود اس مخالفت کے عاشق رسول اللہ اور فنافی الرسول کے مدعی، نہ صرف محبت رسول اللہ ﷺ کے مدعی، بلکہ متابعت تامہ کے باعث خود ہی رسول اللہ بھی بن گئے۔ اب کسی کو شک رہتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا فرمانا تو صحیح نہیں، مگر بکرے کا دودھ دینا اور امیر علی کا باپ کے دودھ سے پرورش پانا بغیر کسی تاویل کے مانا، تو پھر ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کی قدر عام دیہاتی لوگوں کی سی نہیں، کس قدر غضب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر تو محالات عقلی کہہ کر ابن مریم کے معنی ''غلام احمد'' کرلیں۔ دمشق کے معنی قادیان کرلیں۔ مگر بکرے کے دودھ کی کچھ تاویل نہ ہو۔ اور یہ بھی دریافت نہ کریں کہ بھائی بکرے کا دودھ کہاں سے نکلتا تھا۔ جب بکرے کے پستان نہیں ہوتے اور حیوانات کا خاصہ جب تک پہلے بچہ نہ ہو، تب تک تو دودھ نہیں دے سکتا۔ بکرے کو بچہ بھی ہوا تھا اور اگر بچہ ہوا تو کس راستہ سے نکلا تھا۔ شرم، شرم، شرم! محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، تو وہاں اس قدر اعتراض کہ کرۂ زمہریر سے کیسے گذرا، آسمان پر کھاتا کیا ہوگا، بول براز کہاں کرتا ہوگا، اس قدر عمر دراز کس طرح پائی، ضعفِ پیری سے مر کیوں نہیں گیا، وغیرہ وغیرہ۔ مگر امیر علی، باپ کے دودھ سے پرورش پائے، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ امیر علی کے باپ کے پستانوں سے جو دودھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

جاری ہوا، کس طرح ہوا۔ کیا لڑکا اس کے شکم سے نکلا تھا۔ اور لڑکا کس راہ سے نکلا۔ اور لڑکا کس کا تخم تھا۔ یہ ہے قادیانی فلسفہ! اسی عقل پر رسول اللہ ﷺ کے آسمان پر جانے سے انکار ہے۔ اور ایسے عقل کے اجتہاد سے اس آیت سے وفات مسیح کی دلیل پیش کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ پس تمیں آیتوں کا جواب ہو چکا۔ اب اخیر خلاصہ کے طور پر لکھا جاتا ہے کہ آیات نمبر: ۸، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۴، ۲۵، ۲۸۔ ایسی عام ہیں کہ جس سے کسی شخص کی بھی وفات بالفعل ثابت نہیں۔ ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو انکی زندگی میں کہتا کہ آپ وفات شدہ ہیں اور یہی آیات پیش کرتا جن سے موت لازم ہے۔ ایک امر کا لازم ہونا اور ہے اور واقع ہونا اور ہے۔ کوئی آدمی عربی خواں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ ﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ﴾، ﴿کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ﴾، ﴿اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ ثُمَّ رَزَقَکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ﴾، ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ﴿ثُمَّ اِنَّکُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوۡنَ﴾ ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا﴾، ﴿اَلَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ﴾، ﴿وَمَنۡ نُّعَمِّرۡهُ نُنَکِّسۡهُ فِی الۡخَلۡقِ﴾ ﴿وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی﴾ ﴿مَا کَانَ لِبَشَرٍ﴾ ان آیات سے اگر وفات مسیح ثابت ہے تو دوسرے انسان ہم تم کیوں محصور نہیں؟ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو ہم تم کیوں زندہ ہیں؟ کیونکہ ہم بھی ایسے ہی انسان ہیں۔ ہم کیوں نہ مسیح کی طرح فوت شدہ سمجھے جائیں گے؟ مگر چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہم زندہ ہیں اور یہ آیات ہمیں فوت شدہ انسانوں کی فہرست میں نہیں لا سکتیں۔ تو مسیح علیہ السلام کس طرح فوت شدہ کی صف میں آجائے۔ علی ہذا القیاس۔ آیات: ۱۲، ۱۵، ۲۴ کا ایک ہی مضمون ہے۔ ایسا ہی آیات: ۱۶، ۱۸ کا ایک ہی مضمون ہے۔ اور اسی طرح آیات: ۲۲ و ۲۷ دونوں کا مضمون واحد ہے۔ یہ صرف مرزا صاحب کی طول بیانی ہے اور کچھ نہیں۔ آیات نمبر ۲۲ و ۲۹ عام ہیں۔ انکا حیات و ممات سے کچھ تعلق نہیں۔ باقی رہیں آیات نمبر: ۱ و ۲ و ۳ و ۴۔ اور ان میں کچھ کچھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذکر مسیح کا ہے۔ پہلی آیت میں وعدہ ہے۔ دوسری میں ایفائے وعدہ اظہار۔ تیسری میں قیامت کا بیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سوال و جواب۔ چوتھے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر۔ دسویں میں مسیحی دین کے ارکان کا بیان۔ گیارھویں میں اُن کی بریت اُن تہمتوں سے جو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ پر لگائیں اور ان کے قتل وصلیب کی نفی۔ غرض کہ ایک آیت بھی ان تمیں آیات میں نہیں ہے کہ جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، یا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت دیدی۔ سب آیتوں میں موت کا لازم ہونا اور ضروری مرنا ہر ایک کے واسطے مذکور ہے، جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ ہر ایک مسلمان کا اعتقاد ہے کہ مسیح بعد نزول فوت ہوں گے اور مدینہ منورہ میں دفن کیے جائیں گے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جو **توفی** کے لفظ پر بحث کرتے ہیں، بالکل غلط ہے۔ ہم پہلے اسی انجمن کے رسالوں میں قرآن شریف کی ۱۷ آیات سے ثابت کر آئے ہیں کہ **توفی** کے معنی پورا پورا لینے اور اپنے قبضہ میں کرنے کے ہیں اور یہ حقیقی معنی ہیں۔ مجازی معنی موت کے اس وجہ سے ہیں کہ موت کے وقت بھی خدا تعالیٰ روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، جیسا کہ نیند کے وقت اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے، جو کہ نص قرآنی سے ثابت ہے: ﴿**وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ**﴾ یعنی ''وہ اللہ جو تم کو رات کے وقت سلا دیتا ہے''۔ مگر چونکہ جب روح پورا پورا لیا جائے اور واپس نہ کیا جائے تو اسکو موت کہتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ **توفی** کے معنی حقیقی موت نہیں، صرف لینا ہے اور موت کے وقت جبکہ روح لے لیا جاتا ہے اس واسطے مجازی معنی موت کے ہیں۔ اسی واسطے تفاسیروں میں کل مفسروں نے اتفاق سے **توفی** کے معنی **''اخذشیٔ وافیا والموت نوع منه''** کے کئے ہیں، یعنی **توفی** کے معنی کسی چیز کا پورا پورا لے لینا ہے اور موت ایک دوسری قسم سے ہے۔ قاضی محمد سلیمان صاحب جج ریاست پٹیالہ نے اپنی کتاب تائید اسلام حصہ دوم، غایۃ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

المرام کے صفحہ ۸۴ پر مرزا صاحب کو انکی زندگی میں چیلنج دیا تھا کہ اگر مرزا صاحب برائے عنایت کسی مستند کتاب لغت میں یہ الفاظ لکھے دکھائیں کہ **توفی** کے معنی صرف قبض روح اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے ہیں، تو وہ ایک ہزار روپیہ کے انعام پانے کے مستحق ہوں گے۔

مرزا صاحب نے کوئی جواب نہ دیا جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا، ورنہ ایک ہزار روپیہ کا انعام مرزا صاحب کبھی نہ چھوڑتے۔

رفع کے معنی صرف رفع روح کے بتاتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔ رفع کی بحث گذر چکی ہے، یہاں صرف اسقدر لکھ دینا کافی ہے کہ مرزا صاحب جب روح کو بھی امتزاج عناصر سے پیدا شدہ مانتے ہیں تو پھر جس طرح خاکی وجود آسمان پر نہیں جا سکتا، ہوائی وجود بھی آسمان پر نہیں جا سکتا، کیونکہ مادی ہونے کے باعث اس کا صعود محال ہے۔ اور جسم چونکہ مادی ہے اور مادی چیز سے جو چیز پیدا ہوگی وہ ضرور مادی ہوگی۔ اس لئے روح کا آسمان پر جانا مرزا صاحب کے اپنے مذہب اور اعتقاد کے برخلاف ہے۔ اس بات کے ثبوت میں کہ مرزا صاحب کے مذہب میں روح مادی ہے، ہم انکی اصل عبارت ذیل میں لکھتے ہیں، **وھوھذا:**

''غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے۔ حالانکہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی، بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما سے چمکتا ہے''......(الخ) (دیکھو تقریر مرزا صاحب، جلسہ اعظم مذاہب، لاہور)

ناظرین! یہ تقریر مرزا صاحب کی رفع روحانی کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ جب روح ایک مستقل ہستی نہیں اور نہ اوپر سے آئی ہے، تو پھر بعد موت اس کا اوپر جانا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ جسم کا اوپر جانا۔ ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب کا اعتقاد قرآن مجید

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے برخلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید سے صاف بعبارت النص ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بغیر نطفہ باپ کے خداتعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی۔ ہم اس وقت مرزا صاحب کے رفع روحانی کی تردید انکی ہی تحریر سے کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب بقول مرزا صاحب کے روح کی ماں جسم ہے اور عورتوں کے پیٹ میں اوپر سے نہیں آتی۔ تو جسم کی جز ہو کر جسم ہوئی۔ کیونکہ ماں کے پیٹ سے جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ ماں کی جز ہوتی ہے۔ یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ زید جب ہندہ کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو زید ہندہ اپنی ماں کی جز ہوتا ہے۔ یعنی اس کے خونِ حیض کا حصہ۔ ایسا ہی اگر روح کی ماں جسم ہے، جیسا کہ مرزا صاحب کا اعتقاد ہے، تو ثابت ہوا کہ روح بھی جسم کی ایک جز ہے۔

دوم: مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ روح ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے۔ اس سے بھی روح کا جسم کی جز ہونا ثابت ہوا کیونکہ نطفہ مرد کی منی ہوتی ہے جو کہ خلاصہ یا نچوڑ یا ست خون کا ہوتا ہے اور خون غذا سے بنتا ہے اور غذا مادی اشیاء سے بنتی ہے یعنی اناج و میوہ جات سے تو ثابت ہوا کہ روح کا اصل نباتات و غذا سے بنتا ہے۔ جب غذا سے نطفہ بنا اور نطفہ کے اندر پوشیدہ طور پر روح مخفی ہے تو اظہر من الشمس روح کا مادی ہونا ثابت ہوا۔ جب مادی ہونا ثابت تو جسم عنصری ہوا۔ تو مرزا صاحب کے اپنے اعتقاد اور قول سے جسم عنصری کا رفع ہونا ثابت ہوا۔ یا جسم اور روح دونوں کے رفع سے انکار ہوگا۔ اگر جسم و روح دونوں کے رفع سے انکار ہوا تو یہ صریح نص قرآنی ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ کے برخلاف ہوا۔ یا ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بجسد عنصر ثابت ہوا۔ جس سے یہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ جسم و روح دونوں کا رفع ہوا۔ کیونکہ قتل و صلیب جیسا فعل جسم پر ہی وارد ہوسکتا ہے۔ روح کو کوئی صلیب نہیں دے سکتا اور نہ صرف روح قتل ہوسکتا ہے۔ پس جو چیز قتل و صلیب سے بچائی گئی، اسی کا رفع ہوا اور وہ جسم و روح دونوں کی مرکبی حالت کا نام ہے۔ جس کو عیسیٰ کہا جاتا ہے۔ جب مرکبی حالت میں رفع ہونا ثابت ہوا تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

صرف روحانی رفع باطل ہوا۔ اور اس آیت سے بھی استدلال وفات مسیح غلط ہوا۔ غرض یہ بالکل دعویٰ غلط ہے کہ قرآن شریف سے وفات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ تمام قرآن **الحمد** سے **والناس** تک ایک آیت بھی نہیں، جس میں لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اگر کوئی آیت ہے تو کوئی مرزائی بتادے۔ بلا دلیل ہانکے جانا کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے، یہ غلط ہے۔ اور مرزا صاحب کی اپنی تحریر ثابت کر رہی ہیں کہ انکو خود یقین نہیں تھا کہ قرآن سے وفات مسیح ثابت ہے، کیونکہ انہوں نے قرآن شریف کے علاوہ دلائل اور ثبوت تلاش کئے مثلاً مرہم عیسیٰ سے وفات مسیح کا استدلال کیا اور یوز آصف کی قبر جو کشمیر میں ہے، اسکو مسیح کی قبر قرار دیکر شور مچایا کہ اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔ کوئی بتا سکتا ہے کہ جب مرزا صاحب ان تمیں آیات سے وفات مسیح ثابت کر چکے اور انکا دل مطمئن ہو گیا تھا تو ایسے دلائل مرہم عیسیٰ اور قبر کشمیر کی کیا ضرورت تھی؟ اب ہم ذیل میں پہلے مرہم عیسیٰ کی تردید کرتے ہیں اور بعد میں قبر کشمیر کی تردید کریں گے۔

ہر ایک شخص جس کے سر میں دماغ ہے اور دماغ کی تمام قوتیں درست ہیں وہ جانتا ہے کہ نام رکھنے کے وقت بطور تفاؤل یعنی شگون وفال کے طور پر نام ایسا رکھتے ہیں جو اسکی متبرک اور فن کے ماہر کی طرف منسوب ہو۔ اور یہ طریقہ ہر ایک زمانہ میں چلا آیا ہے، جیسا کہ جوارش جالینوس، یا سرمہ سلیمان، یا معجون فلاسفہ، یا نمک سلیمانی وغیرہ وغیرہ۔ کیا کوئی باحواس انسان کہہ سکتا کہ ان ادویہ کو انکی بیماریوں کے واسطے، جنکے نام پر یہ نام رکھے ہیں حقیقتاً انکو یہ بیماریاں تھیں اور ان کے واسطے یہ ادویات ایجاد کی گئیں؟ ہرگز کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا ہے کہ ردموسیٰ جو حیدرآباد دکن میں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پانی پینے کے واسطے بنائی تھی۔ حالانکہ قرآن میں ﴿وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى﴾ بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرہم عیسیٰ کو کیوں یہ خصوصیت ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیبی زخموں کے واسطے ایجاد ہوئی تھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شفا امراض کیساتھ نسبت ملتی تھی،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسواسطے موجد مرہم عیسیٰ نے تبرکاً اس مرہم کا نام مرہم عیسیٰ رکھ دیا۔ جیسا کہ ہزاروں شعراسی مضمون پر ہیں۔ شعر

خبر لے او مسیحا تو کہاں ہے   تیرا بیمار بسمل نیل جاں ہے
عیسیٰ مریخ گر نکشدیم ناز تو   دردے زیر بود را وا گذاشتم
ع   عیسیٰ بہ طبابت بشانید سقم را

غرضکہ مرہم عیسیٰ کا نام تبرکاً رکھا تھا۔ دورنہ جاؤ مرزا صاحب نے خود اپنی الہامی کتاب کا نام ''براہین احمدیہ'' رکھا ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ (نعوذ باللہ) حضرت احمد ﷺ کو اسلام کے حق ہونے میں شک تھا، اس واسطے یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ یا ''اعجاز احمدی'' مرزا صاحب کی کتاب کے یہ معنی ہیں کہ حضرت احمد ﷺ نے اپنے اعجاز دکھانے کے واسطے یہ کتاب تصنیف کی؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر مرہم عیسیٰ کو کیوں عیسیٰ کی بیماری کی خاطر بنائی گئی کہا جاتا ہے؟ کہ یہ بالکل غلط ہے اور دھوکہ دہی ہے جو مرزا صاحب نے لکھا ہے: ''طب کی ہزاروں کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی زخموں کے واسطے تیار ہوئی تھی''۔ کسی ایک طب کی کتاب میں اگر کوئی مرزائی دکھادے کہ عیسیٰ کی صلیبی زخموں کے واسطے یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایجاد کی تھی، تو ہم تسلیم کریں گے، نہ صرف تسلیم کریں گے، بلکہ میں خود وفات مسیح کا قائل ہو کر رسالہ میں مرزا صاحب کی تائید کروں گا اور اس مرزائی کو ایک سو روپیہ انعام بھی دوں گا۔ کوئی مرزائی مرد میدان بنے اور کسی طب کی کتاب سے بتادے کہ صلیبی زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار ہوئی۔

دوم: ترکیب لفظی بتا رہی ہے کہ مرہم عیسیٰ کا موجد اور نام رکھنے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر کوئی دوسرا شخص ہے، کیونکہ مرہم مضاف ہے اور عیسیٰ مضاف الیہ ہے۔ جب عیسیٰ مضاف الیہ ہے تو اظہر من الشمس ثابت ہے کہ نام رکھنے والے نے تبرکاً نام مرہم عیسیٰ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکھا۔ جس طرح کسی نے سرمہ سلیمانی نام اپنے سرمہ کا رکھا۔ ہم قرابادین قادری سے مرہم عیسیٰ کی اجزاء اور جن جن بیماریوں کے واسطے یہ مفید ہے، ذیل میں لکھتے ہیں، تاکہ ثابت ہو کہ یہ مرزا صاحب کا کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ مرہم صلیب کے زخموں کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بنائی تھی اور ہر ایک حواری نے ایک ایک دوائی تجویز کی تھی۔ مگر خدا کی شان مرزا صاحب نے یہ نہ سوچا کہ مرہم عیسیٰ کے اجزاء تو بارہ ہیں۔ اگر یہ مرہم واقعی صلیب کے بعد ایجاد ہوئی تھی تو اس کی اجزاء گیارہ ہونے چاہئے تھے، کیونکہ ایک حواری نے تو خودکشی کر لی تھی، تو پھر بارہ اجزاء کس طرح ہوئے۔ یا یہ غلط ہوا کہ ہر ایک حواری نے ایک ایک دوا تجویز کی۔ خیر کچھ ہی ہو مرہم عیسیٰ تو مفصلہ ذیل امراض کے واسطے ایجاد ہوئی تھی نہ کہ صلیب کے زخموں کیواسطے۔ کیونکہ قرآن مجید صلیب کی تردید فرماتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ یعنی عیسیٰ نہ قتل ہوا، نہ صلیب پر چڑھایا گیا۔ جب صلیب ہی نہیں دیا گیا، تو پھر زخم کیسے؟ اور مرہم کیسی؟ اورام حاجبہ یعنی جمی دم گرم یا سخت، خنازیر، طواعین، یعنی سب قسم کی طاعون، سرطانات یعنی ورم سوداوی، تنقیہ جراحات یعنی زخموں کا تنصہ اوساخ یعنی چرک، جہت رمانیدن، گوشت تازہ، رفع شقاق و آثار یعنی شگاف پار، مکر خارش جدید، جرب خارش کہنہ، سعفہ سرگنج، بواسیر صلیبی زخموں پر مفید ہونا کہیں نہیں لکھا۔ اس مرہم کا نام صرف مرہم عیسیٰ ہی نہیں۔ شروع میں یہ عبارت ہے:

مرهم حواريين كه مسمى است بمرهم سليخا و مرهم رسل ونيز و آنرا مرهم عيسى نامند۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس مرہم کی خصوصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے نہیں۔ بلکہ اس کی نسبت تمام رسولوں سے ہے، کیونکہ رُسل جمع رسول کی ہے۔ اگر صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے ہوتی تو مرہم رُسل نہ کہا جاتا، بلکہ صرف رسول رسول کہا جاتا۔ اب ثابت ہوا کہ اس مرہم کے چار نام ہیں، یعنی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner

https://ataunnabi.blogspot.com/

(۱)حوارین، (۲)سلیخا، (۳) رسل، (۴) عیسیٰ ۔مگر تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے اس عبارت سے یہ کہاں سے اور کن الفاظ سے اس قدر عبارت اپنے پاس سے بنالی کہ حضرت مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھا دیا تھا اور پھر جلدی سے اتار لیا تھا۔ اس وقت ان کو زخم ہو گئے تھے، ان زخموں کے واسطے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔ چلو اسی پر مرزا صاحب کی راستی کا امتحان کرلو۔ اگر یہ الفاظ کسی طب کی کتاب سے نکل آئیں تو مرزا صاحب سچے۔ ورنہ عاقلان کو مرزا کے جھوٹے ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر طب کی کسی کتاب میں نہیں اور نہ انجیل میں ہی کہیں لکھا ہے کہ حضرت مسیح صلیب سے جلدی اتار لئے گئے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ مسیح چھ گھنٹے صلیب پر رہا۔ اور مردہ پا کر بعد امتحان دفن کیا گیا۔ دیکھو **انجیل متی، باب ۲۷، آیات ۴۵ سے ۵۰ تک:** "دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑے زور سے چلا کر کہا "**ایلی ایلی لما سبقتنی**" یعنی "اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے کیوں مجھے اکیلا چھوڑا۔ ان میں سے ایک نے دوڑ کر بادل لیا اور سرکہ میں بھگویا اور نرکھٹ پر رکھ کر اسے چوسایا، یا اوروں نے کہا، رہ جا ہم دیکھیں الیاس اسے چھڑانے آتا ہے کہ نہیں۔ اور یسوع نے پھر بڑے شور سے چلا کر جان دی...... (الخ) آگے **آیات ۵۷:** "جب شام ہوئی یوسف نامی آرمیتہ سے ایک دولتمند جو یسوع کا شاگرد بھی تھا، آیا اس نے پلاطوس کے پاس جاکے یسوع کی لاش مانگی، تب پلاطوس نے حکم دیا کہ لاش اسے دیں۔ یوسف نے لاش لیکر سوتی صاف چادر میں لپیٹی۔ اپنے قبرستان میں چٹان کھودی اور لاش رکھی، اور ایک بڑا بھاری پتھر قبر کے منہ پر ڈھک کر چلا گیا۔

تمت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari
Scanned by CamScanner